www.KitaboSunnat.com



قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ

انھوں نے کہا: اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں لایا اور ہم (صرف) تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور ہم تجھ پر ایمان

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿53﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ

لانے والے (بھی) نہیں ﴿53﴾ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تجھے (دماغی) خرابی میں مبتلا کر دیا ہے۔ (ہود نے) کہا: بے شک میں اللہ کو گواہ بناتا

وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿54﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿55﴾

ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ بے شک میں بری ہوں ان سے جنھیں تم شریک ٹھہراتے ہو ﴿54﴾ سوائے اللہ کے، چنانچہ تم سب مل کر مجھے نقصان پہنچانے کی

اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ

تدبیر کرلو، پھر تم مجھے مہلت نہ دو ﴿55﴾ بے شک میں نے اللہ پر بھروسا کیا ہے جو میرا رب ہے اور تمھارا رب ہے، (زمین پر) چلنے پھرنے والا کوئی (جاندار ایسا)

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿56﴾

نہیں جسے اس نے اس کی پیشانی سے نہ پکڑ رکھا ہو، بے شک میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے ﴿56﴾

ان کے بھائی ہود کو (بھیجا۔)'' تاکہ وہ انھیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دیں اور انھیں بتوں کی پوجا پاٹ سے منع کریں جنھیں انھوں نے خود بنایا اور مختلف خدائی ناموں سے موسوم کر رکھا تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس نصیحت اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کے پہنچانے پر ان سے کسی اجرت کا مطالبہ بھی نہیں کرتے بلکہ اللہ سے اجر و ثواب کے طلب گار ہیں جس نے انھیں پیدا فرمایا ہے۔ ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿51﴾ ﴾ ''بھلا تم سمجھتے کیوں نہیں؟'' کہ وہ کون ہے جو تمھیں بغیر کسی اجرت کے مطالبے کے ایسے کام کی دعوت دے رہا ہے جو تمھاری دنیا و آخرت کو بہتر کر دینے والا ہے۔ پھر آپ نے انھیں حکم دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ استغفار کرو کہ اس سے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے اور توبہ کرو کہ آئندہ ان کا ارتکاب نہیں کرو گے۔ اور جو شخص توبہ و استغفار کو اختیار کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے رزق کے حصول کو آسان کر دیتا ہے اور اس کی حفاظت فرماتا ہے، اس لیے یہ بھی فرمایا: ﴿ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴾ ''وہ تم پر خوب برسنے والے بادل بھیجے گا۔''

### تفسیر آیات: 53-56

**حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد کی گفتگو:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قوم عاد نے اپنے نبی سے کہا: ﴿ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ ﴾ ''تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں لائے۔'' یعنی تم نے اپنے دعوے کی کوئی مضبوط دلیل اور کوئی حجت و برہان پیش نہیں کی۔ ﴿ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ ﴾ ''اور ہم (صرف) تمھارے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔'' یعنی تم نے جو یہ کہا ہے کہ انھیں چھوڑ دو تو ہم تمھاری اتنی سی بات سن کر انھیں چھوڑ دیں؟ ﴿ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿53﴾ ﴾ ''اور نہ ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں۔'' یعنی نہ تمھاری تصدیق کرنے والے ہیں۔ ﴿ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ ﴾ ''ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمھیں آسیب پہنچا (کر دیوانہ کر) دیا ہے۔'' وہ کہتے تھے ہمارا خیال ہے کہ تم ہمیں ہمارے ان معبودوں کی عبادت سے جو منع کرتے اور اسے معیوب قرار دیتے ہو تو اس سے ناراض ہو کر ہمارے کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ

پھر اگر تم (حق سے) منہ موڑو گے تو میں نے وہ (پیغام) تمھیں پہنچا دیا ہے جس کے ساتھ مجھے تمھاری طرف بھیجا گیا تھا، اور میرا رب تمھارے سوا ایک

وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿57﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا

اور قوم کو (تمھارا) جانشین بنا دے گا، اور تم اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿57﴾ اور جب ہمارا حکم

هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿58﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ۙ

(عذاب) آ گیا تو ہم نے ہود اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے نجات دی اور ہم نے انھیں شدید عذاب سے نجات دی ﴿58﴾ اور

جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿59﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ

(دیکھو) یہ عاد ہیں، انھوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا تھا، اور اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کی، اور ہر سرکش (اور حق سے) عناد رکھنے والے کے

هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا

حکم کی پیروی کی ﴿59﴾ اور اس دنیا میں لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور روز قیامت کو بھی (لگی رہے گی۔) آگاہ رہو! بے شک (قوم) عاد نے اپنے رب

لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿60﴾ ع 5 11 5

کا انکار کیا۔ خبردار! دوری ہے ہود کی قوم عاد کے لیے ﴿60﴾

معبود نے تمھاری عقل کو ماؤف کر کے تمھیں جنون میں مبتلا کر دیا ہے۔ ﴿قَالَ اِنِّيْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿54﴾ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ’’انھوں نے کہا کہ بے شک میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جن کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو بے شک میں ان سے بیزار ہوں سوائے اللہ کے۔‘‘ یعنی میں تمھارے ان تمام معبودانِ باطلہ سے اور ان تمام بتوں سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ ﴿فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا﴾ ’’تو تم سب مل کر میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی چاہو) کرلو۔‘‘ یعنی اگر تم اور تمھارے یہ معبودانِ باطلہ سچے ہیں تو تم سب مل کر میرے بارے میں جو تدبیر کرنی چاہتے ہو کر لو ﴿ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿55﴾﴾ ’’پھر تم مجھے مہلت نہ دو۔‘‘ یعنی ایک لمحے کی بھی۔ ﴿اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ﴾ ’’بلاشبہ میں اللہ پر، جو میرا اور تمھارا (سب کا) پروردگار ہے، بھروسا رکھتا ہوں (زمین پر) جو چلنے پھرنے والا ہے وہ (اللہ) اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے۔‘‘ یعنی کائنات کی ہر چیز صرف اسی کے غلبہ وتسلط میں ہے اور وہ حاکم وعادل ہے جو اپنے کسی فیصلے میں بھی ظلم نہیں کرتا کیونکہ وہ سیدھے رستے پر ہے۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اس بات کی حجتِ بالغہ اور دلیلِ قاطعہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے جس بات کو پیش کیا وہ اس میں سچے تھے اور ان کی وہ قوم باطل پر تھی جو بتوں کی پجاری تھی جو کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں بلکہ وہ تو ایسی بے جان چیزیں ہیں جو سننے اور دیکھنے اور کسی سے دوستی یا دشمنی کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتیں جبکہ اللہ وحدہ لاشریک کی ذات گرامی ہی اس بات کی مستحق ہے کہ اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت کی جائے کیونکہ صرف اسی کے ہاتھ میں کائنات کی بادشاہت ہے اور صرف اسی کا تصرف کارفرما ہے، کوئی بھی چیز اس کی ملکیت اور اس کے غلبہ وتسلط کے دائرے

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

اور (ہم نے) ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)۔ اس نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، اسی

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ

نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور اسی نے تمھیں اس میں آباد کیا، چنانچہ تم اس سے بخشش مانگو، پھر اسی کی طرف توبہ کرو۔ بے شک میرا رب بہت

قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿61﴾

قریب ہے، (دعائیں) قبول کرنے والا ہے ﴿61﴾

سے باہر نہیں ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود ہے نہ کوئی پروردگار۔

### تفسیر آیات: 57 - 60

**حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو وارننگ:** حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا ﴾ ''اگر تم روگردانی کرو گے۔'' اس بات سے جسے میں تمھارے سامنے پیش کر رہا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کرو جبکہ تم پر حجت تمام ہو چکی ہے اور میں نے تم تک اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام پہنچا دیا ہے جس کے ساتھ اس نے مجھے تمھاری طرف بھیجا ہے۔ ﴿ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ﴾ ''اور میرا پروردگار تمھاری جگہ اور لوگوں کو لا بسائے گا۔'' جو اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ شرک نہیں کریں گے اور اسے تمھاری کوئی پروا بھی نہیں ہوگی کیونکہ تم کفر کے ساتھ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ تمھارے اس کفر کا وبال تمھی پر پڑے گا۔ ﴿ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿57﴾ ﴾ ''بے شک میرا پروردگار تو ہر چیز پر نگہبان ہے۔'' یعنی وہ اپنے بندوں کے اقوال و افعال کا شاہد بھی ہے اور محافظ بھی۔ پھر وہ انھی کے مطابق اپنے بندوں کو جزا دے گا، اعمال و اقوال اچھے ہوئے تو اچھی جزا اور اگر برے ہوئے تو بری سزا۔

**قوم عاد کی تباہی اور مومنوں کی نجات:** ﴿ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا ﴾ ''اور جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا'' اور وہ اس نامبارک ہوا کی صورت میں تھا جس نے ساری قوم عاد کو ہلاک کر دیا اور اس سخت ترین عذاب سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ صرف حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے پیروکار ہی محفوظ رہے۔ ﴿ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ ﴾ ''یہ (وہی) عاد ہیں جنھوں نے اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا۔'' یعنی ان کے ساتھ کفر کیا ﴿ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ ﴾ ''اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی۔'' یہاں جمع کا صیغہ رسل اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی ایک نبی کے ساتھ کفر کرے تو اس نے گویا تمام انبیاء کے ساتھ کفر کیا کیونکہ وجوبِ ایمان کے اعتبار سے کسی نبی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ قومِ عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا تھا تو ان کے اس کفر کو اس طرح بیان کیا گیا ہے، جیسے انھوں نے تمام رسولوں کے ساتھ کفر کیا ہو۔ ﴿ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿59﴾ ﴾ ''اور ہر سرکش و متکبر کا کہا مانا۔'' اپنے نیک پیغمبر کی اتباع کو ترک کر دیا اور ہر سرکش و متکبر کی پیروی شروع کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں ان کا جب بھی ذکر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور مومنوں کی طرف سے ان پر لعنت بھیجی جاتی ہے۔ اور روزِ قیامت تمام مخلوقات کے سامنے ان کے بارے میں اعلان کیا جائے گا: ﴿ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا

انھوں نے کہا: اے صالح! تحقیق تو اس سے پہلے ہم میں امیدوں کا مرکز تھا۔ کیا تو ہمیں اس بات سے روکتا ہے کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی

وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿62﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى

ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے۔ اور بلاشبہ جس چیز (توحید) کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے ہم اس کے متعلق ایسے شک میں ہیں جو اضطراب میں

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا

ڈالنے والا ہے ﴿62﴾ صالح نے کہا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ تو، اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے

تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿63﴾

رحمت (نبوت) دی ہو، پھر اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو اللہ (کے عذاب) سے میری مدد کون کرے گا؟ تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو ﴿63﴾

﴿ بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿60﴾ ﴾ ”دیکھو! عاد نے اپنے پروردگار سے کفر کیا (اور) سن رکھو! ہود کی قوم عادیوں پر پھٹکار ہے۔“

### تفسیر آیت: 61

**حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا قصہ:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ﴾ ”اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا۔)“ قوم ثمود کے لوگ تبوک اور مدینہ کے درمیان حجر کے شہروں میں رہتے تھے۔ یہ لوگ قوم عاد کے بعد ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا، انھوں نے انھیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ﴾ ”اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا۔“ یعنی تمھاری تخلیق کی ابتدا زمین (مٹی) سے کی اور تمھارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین (مٹی) سے پیدا کیا۔ ﴿ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا ﴾ ”اور تمھیں اس میں آباد کیا۔“ یعنی تمھیں زمین میں بسا دیا، تم اس میں بستے ہو اور اس سے فائدے اٹھاتے ہو۔ ﴿ فَاسْتَغْفِرُوْهُ ﴾ ”تو تم اس سے مغفرت مانگو“ اپنے سابقہ گناہوں کی۔ ﴿ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ﴾ ”پھر تم اسی کی طرف توبہ کرو“ کہ آئندہ ان کا ارتکاب نہیں کرو گے۔ ﴿ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿61﴾ ﴾ ”بے شک میرا پروردگار نزدیک بھی ہے اور دعا قبول کرنے والا (بھی) ہے۔“ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ...... ﴾ الآية (البقرة 186:2) ”اور (اے پیغمبر!) جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دیجیے کہ) بے شک میں تو (تمھارے) قریب ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں......“

### تفسیر آیات: 63,62

**حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کی گفتگو:** یہاں اللہ تعالیٰ نے اس گفتگو کو بیان فرمایا ہے جو حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کے مابین ہوئی تھی اور قوم نے کس طرح جہالت اور سرکشی سے کام لیتے ہوئے ان سے کہا: ﴿ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ ﴾ ”اس سے پہلے ہم تم سے (کئی طرح کی) امیدیں رکھتے تھے۔“ یعنی اس بات سے پہلے ہمیں تمھارے بارے میں یہ امید تھی کہ تم عقل مند ہو گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَ يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی تمھارے لیے بطور نشانی ہے، لہٰذا تم اسے چھوڑ دو کہ کھاتی (چرتی) پھرے اللہ کی زمین میں اور تم اسے برائی سے

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿64﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ

نہ چھونا، ورنہ تمھیں جلد عذاب پکڑ لے گا﴿64﴾ پھر انھوں نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں، تو (صالح نے) کہا: تم اپنے گھروں میں تین دن فائدہ اٹھا

ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿65﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

لو۔ یہ ایسا وعدہ ہے جس میں جھوٹ نہیں بولا جائے گا﴿65﴾ پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آ گیا تو ہم نے صالح اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿66﴾ وَ اَخَذَ الَّذِيْنَ

کو اپنی رحمت سے نجات دی، اور اس (قیامت کے) دن کی رسوائی سے بھی (نجات دی)، بے شک آپ کا رب، وہی ہے نہایت قوی، بہت

ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿67﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ

زبردست﴿66﴾ اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں زبردست چیخ نے آ پکڑا، پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے﴿67﴾ جیسے کبھی ان میں بسے

6 ع 8 6 ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿68﴾

ہی نہ تھے۔ آگاہ رہو! بے شک ثمود (قوم) نے اپنے رب کا انکار کیا۔ سن لو! پھٹکار (لعنت) ہے ثمود کے لیے﴿68﴾

﴿ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ﴾ ”کیا تم ہمیں ان کو پوجنے سے منع کرتے ہو جنھیں ہمارے آباؤ اجداد پوجتے آئے ہیں۔“ یعنی جن کی پرستش کو ہمارے بزرگوں نے اختیار کر رکھا تھا۔ ﴿ وَ اِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿62﴾ ﴾ ”اور بلاشبہ ہم اس بات کے بارے میں جس کی طرف تو ہمیں دعوت دیتا ہے یقیناً ایک بے چین رکھنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔“ یعنی بہت زیادہ شک۔ ﴿ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ ﴾ ”(صالح نے) کہا: اے میری قوم! بھلا دیکھو تو اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل پر ہوں۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یقین و برہان کے ساتھ تمھاری طرف بھیجا ہے۔ ﴿ وَ اٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ﴾ ”اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے رحمت (نبوت) دی ہو تو اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو اللہ (کے عذاب) سے میری مدد کون کرے گا؟“ اور میں حق کی اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی تمھیں دعوت دینا ترک کر دوں اور اگر میں اللہ کو چھوڑ بیٹھوں تو تم مجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکو گے اور مجھے نقصان ہی میں زیادہ کرو گے۔

## تفسیر آیات: 64 - 68

اس قصے (اونٹنی کا بطور نشانی ظہور، پھر اس کے مارے جانے) کے بارے میں تفصیل کے ساتھ بحث سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔[1] وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ.

[1] دیکھیے آیات: 73-78 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ

اور البتہ تحقیق ہمارے قاصد (فرشتے) ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ انھوں نے کہا: (آپ پر) سلام ہو۔ ابراہیم نے کہا: (تم پر بھی) سلام ہو۔

جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿69﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ

پھر دیر کیے بغیر وہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا﴿69﴾ پھر جب اس نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس (بچھڑے) کی طرف نہیں پہنچتے تو انھیں اجنبی سمجھا اور (دل

قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿70﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا

میں) ان سے خوف محسوس کیا۔ انھوں نے کہا: (ہم سے) نہ ڈر، بے شک ہمیں تو قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے﴿70﴾ اور ابراہیم کی بیوی (قریب) کھڑی

بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿71﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ

تھی تو وہ ہنس پڑی، پھر ہم نے اسے اسحق کی خوشخبری دی اور اسحق کے بعد یعقوب (پوتے) کی﴿71﴾ وہ بولی: ہائے ہائے! کیا (اب) میں بچہ جنوں گی،

شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿72﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ

حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا شوہر بھی بوڑھا ہے؟ بے شک یہ تو بہت ہی عجیب چیز ہے﴿72﴾ انھوں نے کہا: کیا تو اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہے! اللہ

عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿73﴾

کی رحمت اور برکتیں ہوں تم پر اے اہل بیت! بے شک اللہ قابل تعریف، نہایت بزرگی والا ہے﴿73﴾

## تفسیر آیات: 69-73

**فرشتوں کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آمد اور اسحاق و یعقوب علیہم السلام کی بشارت:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى﴾ ''اور البتہ تحقیق ہمارے قاصد (فرشتے) ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے۔'' ایک قول تو یہ ہے کہ فرشتوں نے حضرت اسحاق کے بارے میں خوشخبری دی۔[1] اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس بشارت کا تعلق قومِ لوط کی ہلاکت سے تھا۔[2] ان میں سے پہلے قول کی تائید حسبِ ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے: ﴿فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ﴾ (ہود 11:74) ''تو جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور ان کو خوشخبری بھی مل گئی تو قومِ لوط کے بارے میں ہم سے جھگڑا کرنے لگے۔''

﴿قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ﴾ ''انھوں نے سلام کہا، ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی (جواب میں) سلام کہا۔'' یعنی تم پر بھی سلام ہو۔ ماہرینِ علم بیان کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلام فرشتوں کے سلام سے زیادہ بہتر تھا، اس لیے کہ مرفوع ہونا (جملہ اسمیہ) ثبوت اور دوام پر دلالت کرتا ہے۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلام کے معنی یہ ہیں کہ فرشتو! تم پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہو۔)

**آدابِ ضیافت:** ﴿فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿69﴾﴾ ''ابھی کچھ وقفہ نہیں ہوا تھا کہ (ابراہیم) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔'' یعنی آپ جلدی سے تشریف لے گئے اور سامان ضیافت لے آئے اور وہ گائے کے بچھڑے کا گوشت تھا جو گرم پتھروں پر بھنا ہوا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام قتادہ اور کئی ائمہ تفسیر سے ان الفاظ کے یہی معنی مروی ہیں۔[3] جیسا کہ

[1] تفسیر الطبری: 89/12. [2] تفسیر الطبری: 89/12. [3] تفسیر الطبری: 91,90/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے: ﴿فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍۙ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾ (الذّٰريٰت 27,26:51) ''پھر وہ چپکے سے اپنے اہل کی طرف گئے اور ایک (بھنا ہوا) موٹا تازہ بچھڑا لائے۔ پھر (کھانے کے لیے) ان کے قریب کر دیا، کہنے لگے کہ آپ تناول کیوں نہیں کرتے؟'' اس آیت کریمہ سے بہت سے آداب ضیافت بھی معلوم ہو رہے ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ﴾ ''پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس (کھانے) کی طرف نہیں جاتے (تو) انھیں اجنبی سمجھا۔'' اور ان سے کچھ بدگمان سے ہو گئے۔ ﴿وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً﴾ ''اور (دل میں) ان سے خوف محسوس کیا۔'' کیونکہ فرشتوں کو کھانے کی ہمت ہے نہ شوق اور نہ وہ کھانا کھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ یہ کھانے سے اعراض کر رہے ہیں اور اس کی طرف قطعاً کوئی توجہ ہی نہیں دے رہے تو آپ انھیں اجنبی سمجھتے ہوئے دل میں خوف محسوس کرنے لگے۔

**ابراہیم علیہ السلام اس کے مستحق ہیں کہ اللہ انھیں اپنا دوست قرار دے:** سدی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو قوم لوط کی تباہی کے لیے بھیجا تو وہ نوجوان لڑکوں کی صورت میں چلتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے اور اپنے آپ کو مہمانوں کے طور پر پیش کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے ان مہمانوں کو دیکھا تو ان کی عزت افزائی کی: ﴿فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍۙ﴾ (الذّٰريٰت 26:51) ''پھر چپکے سے اپنے اہل کی طرف چلے گئے اور ایک (بھنا ہوا) موٹا تازہ بچھڑا لائے۔'' پھر اسے ذبح کر کے، گرم پتھروں پر بھون کر لے آئے اور خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ آپ نے کھانا ان کے سامنے پیش کیا اور فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ابراہیم! ہم تو قیمت ادا کر کے کھانا کھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں، اس کھانے کی بھی ایک قیمت ہے۔ انھوں نے پوچھا کہ وہ کیا؟ آپ نے فرمایا: وہ یہ کہ کھانا شروع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرو اور جب ختم کر لو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ یہ سن کر حضرت جبریل نے میکائیل کی طرف دیکھا اور کہا کہ واقعی یہ اس بات کے مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنا دوست (خلیل) قرار دے، پھر جب آپ نے انھیں دیکھا کہ وہ کھانا نہیں کھا رہے تو آپ نے انھیں اجنبی سمجھتے ہوئے اپنے دل میں خوف سا محسوس کیا۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے بھی جب یہ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنے مہمانوں کی بہت زیادہ عزت افزائی فرمائی ہے اور وہ بھی ان کی خدمت کے لیے کھڑی ہیں تو ہنس پڑیں اور فرمانے لگیں کہ ہمارے یہ مہمان بھی عجیب ہیں کہ ہم ان کی خدمت و عزت کے لیے دیدہ و دل فرشِ راہ کیے ہوئے ہیں اور وہ ہمارے کھانے کو تناول ہی نہیں کر رہے![1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے بعد ﴿قَالُوْا لَا تَخَفْ﴾ ''(فرشتوں نے) کہا کہ خوف نہ کیجیے۔'' یعنی انھوں نے کہا کہ ہم سے مت ڈریے ﴿اِنَّاۤ﴾ ''بے شک ہم'' فرشتے ہیں۔ ﴿اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ﴾ ''ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔'' تا کہ ہم ان کو ہلاک کر دیں۔ حضرت سارہ ان کی ہلاکت کی خوشخبری سن کر ہنسنے لگیں کیونکہ وہ بہت بڑے مفسد اور بہت

[1] تفسیر الطبری:94/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سخت قسم کے کافر تھے۔ چنانچہ مایوسی کے بعد انھیں بچے کی بشارت بھی دے دی گئی۔

اور فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿71﴾ ﴾ ''تو ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔'' یعنی ہم نے انھیں بشارت دی کہ ان کے ہاں بیٹا ہوگا اور اس بیٹے سے آگے نسل کا سلسلہ بھی جاری رہے گا۔ حضرت یعقوب، حضرت اسحاق ہی کے بیٹے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت میں فرمایا ہے: ﴿ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ښ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ ﴾ (البقرۃ 2:133) ''بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے؟ جب انھوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انھوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔''

**ذبیح، اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں:** اسی سے بعض لوگوں نے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ ذبیح حضرت اسحاق ہوں کیونکہ ان کے بارے میں جب بشارت دی گئی تو ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنائی گئی تھی کہ ان کے ہاں یعقوب نامی بیٹا بھی پیدا ہوگا تو پھر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ ان کے بچپن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے ذبح کر دینے کا حکم دیا جاتا جبکہ ان کے ہاں ابھی یعقوب نامی وہ بچہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا جس کے بارے میں وعدہ کیا گیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے جس میں کسی قسم کی وعدہ خلافی نہیں، لہٰذا یہ ممکن نہیں تھا کہ اس حالت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق کے ذبح کر دینے کا حکم دیا جاتا۔ اس سے یہ بات یقینی طور پر واضح ہوگئی کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔ واقعی یہ بہت خوب صورت، صحیح اور نہایت واضح استدلال ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿72﴾ ﴾ ''اس نے کہا: ہائے ہائے! کیا میں بچہ جنوں گی، حالانکہ میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں؟ بے شک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔'' اس آیت میں آپ کے قول کو بیان کیا گیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ○ ﴾ (الذّٰریٰت 51:29) ''تو ابراہیم کی بیوی چیختی چلاتی سامنے آئی اور پھر اپنا منہ پیٹ کر کہنے لگی: (میں) بانجھ، بڑھیا ہوں (اولاد کیسے؟)'' حضرت سارہ کا یہ قول وفعل بالکل اسی طرح تھا جس طرح تعجب کے وقت عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ ﴿ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ ''انھوں نے کہا: کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟'' یعنی فرشتوں نے حضرت سارہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تعجب نہ کرو کیونکہ وہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرماتا ہے کہ ہوجا، تو وہ ہو جاتا ہے اگرچہ تم بڑھیا اور بانجھ ہو اور تمھارے میاں بھی بہت بوڑھے ہیں تو پھر بھی تعجب نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿74﴾ اِنَّ

پھر جب ابراہیم سے خوف چلا گیا اور اس کے پاس خوشخبری آ گئی تو وہ ہم سے قوم لوط کی بابت جھگڑنے لگا﴿74﴾ بے شک ابراہیم بہت بردبار، بہت

اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿75﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ

زیادہ آہ وزاری کرنے والا، (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا﴿75﴾ (ہم نے کہا:) اے ابراہیم! اس (بات) کو جانے دو، بے شک تمھارے رب

رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿76﴾

کا حکم آپہنچا ہے اور بے شک ان لوگوں پر (ایسا) عذاب آنے والا ہے جو (ان سے) پھیرا نہیں جائے گا﴿76﴾

﴿ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿73﴾﴾ ''اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، یقیناً وہ سزاوارِ تعریف، بزرگ وار ہے۔'' یعنی وہ اپنے تمام افعال واقوال میں قابلِ تعریف اور اپنی ذات و صفات میں قابل ستائش و تعظیم ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا ہے کہ ہم آپ پر سلام کس طرح بھیجیں لیکن ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس طرح کہو: [اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ...... إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ] ''اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی ہے بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بزرگی کا مالک ہے اور محمد اور آل محمد پر برکتیں نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم کو برکتوں سے نوازا ہے، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بزرگی کا مالک ہے۔''[1]

## تفسیر آیات: 74-76

**حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قومِ لوط کے بارے میں جھگڑا:** اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ جب ان سے خوف جاتا رہا، وہ خوف جو انھوں نے فرشتوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے محسوس کیا تھا اور فرشتوں نے انھیں بیٹے کی بشارت بھی سنا دی تو پھر انھوں نے آپ کو یہ خبر دی کہ وہ قومِ لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھی آئے ہیں۔ سعید بن جبیر نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام اور جو ان کے ساتھ آئے تھے انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: ﴿ اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ ﴾ (العنکبوت 31:29) ''یقیناً ہم اس بستی (سدوم) کے لوگوں کو ہلاک کر دینے والے ہیں۔'' تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: کیا تم اس بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہو جس میں تین سو مومن ہوں؟ انھوں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: اس بستی کو جس میں دو سو مومن ہوں؟ انھوں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: اس بستی کو جس

[1] صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب، حدیث: 3370 وصحیح مسلم، الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد، حدیث: 405 واللفظ لہ. لیکن اس روایت میں [وعلی آل محمد] ہے اور [إنك حمید مجید] سے پہلے [فی العالمین] کا اضافہ ہے جو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر نہیں کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ

اور جب ہمارے قاصد (فرشتے) لوط کے پاس آئے تو وہ ان کی وجہ سے غمگین ہوا اور ان سے دل میں تنگ ہوا اور بولا: یہ انتہائی سخت دن ہے (77) اور اس

عَصِيْبٌ ﴿77﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ

کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے، جبکہ وہ پہلے ہی سے برے عمل کرتے تھے۔ اس نے کہا: اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں

يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ

(ان سے نکاح کرلو)، یہ تمھارے لیے پاکیزہ تر ہیں، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں؟ (78)

رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿78﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿79﴾

انھوں نے کہا: یقیناً تو جانتا ہے کہ ہمارے لیے تیری (قوم کی) بیٹیوں میں کوئی حق (دلچسپی) نہیں اور بلاشبہ تو یقیناً جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں (79)

میں چالیس مومن ہوں؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، فرمایا: تیس؟ جواب دیا: نہیں، حتی کہ آپ اس طرح پانچ تک پہنچ گئے تو انھوں نے یہی جواب دیا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا: اچھا تم یہ بتاؤ کیا اس بستی کو ہلاک کر دو گے جس میں ایک مسلمان شخص موجود ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا: نہیں، ہم اسے بھی ہلاک نہیں کریں گے تو اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتایا: ﴿اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ٚ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۗ﴾...... الآية (العنكبوت 29:32) ”بے شک اس میں تو لوط بھی ہیں، وہ کہنے لگے کہ جو لوگ یہاں (رہتے) ہیں ہمیں سب معلوم ہیں، یقیناً ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے ان کی بیوی کے......“ فرشتوں کی یہ بات سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطمینان ہو گیا اور آپ نے خاموشی اختیار فرمالی۔[1]

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفاتِ جمیلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿75﴾﴾ ”بے شک ابراہیم بڑے تحمل والا، نرم دل، رجوع کرنے والا تھا۔“ پھر قومِ لوط کے بارے میں آپ سے فرمایا گیا: ﴿يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ﴾ ”اے ابراہیم! اس سے باز آجاؤ، بے شک تمھارے پروردگار کا حکم آپہنچا ہے۔“ یعنی ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا گیا ہے، اس عذاب، ہلاکت اور تباہی و بربادی کا فیصلہ جسے مجرموں کی قوم سے ٹالا نہیں جا سکتا۔

## تفسیر آیات: 77-79

**فرشتوں کی حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آمد:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کے بھیجے ہوئے فرشتوں نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بتا دیا کہ آج رات اللہ تعالیٰ قوم لوط کو ہلاک کر دے گا تو فرشتے آپ کے پاس سے فارغ ہو کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آگئے۔ حضرت لوط اس وقت اپنی زمین میں یا اپنے گھر میں تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلا و آزمائش کے طور پر فرشتے بہت ہی خوبصورت لڑکوں کی صورت میں آئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت و حجت بالغہ پر مبنی ہوتا ہے۔

[1] تفسير الطبري: 103,102/12 عن سعيد بن جبير و ابن إسحاق رحمهما الله نحوه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت لوط علیہ السلام ان خوبصورت لڑکوں کو دیکھ کر افسردہ ہو گئے اور اپنے دل میں تنگی محسوس کرنے لگے، آپ یہ خوف محسوس کر رہے تھے کہ اگر آپ نے ان مہمانوں کی مہمان نوازی نہ کی تو کوئی اور ان کی مہمان نوازی کے لیے تیار ہو جائے گا اور کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر وہ ان سے بدسلوکی کرے۔ ﴿وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝﴾ ''اور وہ کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ بہت سخت آزمائش کا دن ہے۔[1] کیونکہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ آپ ان مہمانوں کا ضرور خیال رکھیں گے اور اس میں آپ کو کافی مشقت اٹھانا پڑے گی۔

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ فرشتے جس وقت آپ کے پاس آئے، اس وقت آپ اپنی زمین پر تھے۔ فرشتوں نے اپنے آپ کو آپ کے سامنے مہمانوں کے طور پر پیش کیا، آپ نے شرم و حیا کا مظاہرہ فرمایا اور گھر جانے کے لیے ان کے آگے آگے چلنے لگے، رستے میں اشارے کنایے سے آپ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ روئے زمین پر اس بستی کے لوگوں سے زیادہ خبیث لوگ ہوں، تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ نے یہ بات پھر فرمائی حتی کہ رستے میں آپ نے اسے چار بار دوہرایا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کو یہ حکم تھا کہ وہ اس وقت تک ان لوگوں کو ہلاک نہ کریں جب تک ان کا نبی بھی ان کے بارے میں گواہی نہ دے دے۔[2]

**نبی قوم کے لیے باپ کی حیثیت رکھتا ہے:** فرمانِ الٰہی ہے: ﴿يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۭ﴾ ''قوم کے لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔'' اور خوشی و مسرت کی وجہ سے اچھلتے اور کودتے ہوئے آئے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ﴾ ''اور یہ لوگ پہلے ہی سے برے عمل کیا کرتے تھے۔'' یعنی وہ اس بری عادت میں مبتلا تھے حتی کہ وہ اسی میں پکڑے گئے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ﴾ ''(لوط نے) کہا کہ اے میری قوم! یہ (جو) میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں، یہ تمھارے لیے (جائز اور) بہت پاکیزہ ہیں۔'' یعنی آپ نے انھیں ان کی عورتوں کی طرف رہنمائی فرمائی۔ انھیں اپنی بیٹیاں اس لیے قرار دیا کہ نبی اپنی امت کے لیے والد کی طرح ہوتا ہے۔ آپ نے ایک ایسے کام کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی جو ان کے لیے دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے مفید تھا جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا: ﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۝﴾ (الشعرآء 26:165,166) ''کیا تم (جنسی تسکین کی خاطر) جہان (والوں) میں سے لڑکوں پر مائل ہوتے ہو؟ اور تمھارے پروردگار نے جو تمھارے لیے تمھاری بیویاں پیدا کی ہیں، ان کو چھوڑ دیتے ہو، بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم حد سے نکل جانے والے ہو۔'' اس کے جواب میں انھوں نے کہا: ﴿قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الحجر 15:70) ''وہ بولے کیا ہم نے تجھے جہانوں (کی حمایت و طرف داری) سے منع نہیں کیا؟'' یعنی تجھے مردوں کی ضیافت سے منع نہیں کیا؟ ﴿قَالَ هٰٓؤُلَاۗءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۭ ۝ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝﴾ (الحجر 15:71,72) ''اس نے کہا کہ یہ

[1] تفسیر الطبری:12/108. [2] تفسیر الطبری:12/106.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿80﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ

اس (لوط) نے کہا: کاش! میرے لیے تمھارے مقابلے میں کوئی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتا﴿80﴾ (فرشتوں نے) کہا: اے لوط!

لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا

بے شک ہم تیرے رب کے قاصد ہیں، وہ تیری طرف ہرگز نہیں پہنچیں گے، چنانچہ تو اپنے گھر والوں کو رات کے کسی حصے میں لے چل، اور تم میں

امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ

سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، سوائے تیری بیوی کے، بے شک اسے (وہ عذاب) پہنچنے والا ہے جو ان (لوگوں) کو پہنچے گا۔ بے شک ان کے وعدے

بِقَرِيْبٍ ﴿81﴾

(عذاب) کا وقت صبح ہے۔ کیا صبح قریب نہیں؟﴿81﴾

میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں (ان سے نکاح کرلو) اگر تم (کچھ) کرنے والے ہو۔ (اے نبی!) آپ کی عمر کی قسم! بے شک وہ اپنی مستی (گمراہی) میں مدہوش (ہو رہے) تھے۔'' اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ﴾ ''یہ (جو) میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں، یہ تمھارے لیے (جائز اور) بہت پاکیزہ ہیں۔'' امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ آپ کی اپنی حقیقی لڑکیاں نہ تھیں بلکہ یہ آپ کی امت کی لڑکیاں تھیں اور ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔[1] امام قتادہ اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2]

**لوط علیہ السلام کی قوم کو نصیحت اور قوم کی ہٹ دھرمی:** فرمانِ الٰہی ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ﴾ ''لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو۔'' یعنی عورتوں پر اکتفا کرنے کے بارے میں میری بات کو قبول کرلو۔ ﴿اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿78﴾﴾ ''کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں؟'' یعنی جس میں خیر و بھلائی ہو اور وہ اس بات کو قبول کرے جس کا میں حکم دیتا ہوں اور اس بات کو ترک کردے جس سے میں منع کرتا ہوں۔ ﴿قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ﴾ ''وہ بولے یقیناً تم کو معلوم ہے کہ تمھاری (قوم کی) بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں۔'' یعنی تم خوب جانتے ہو کہ عورتوں کی ہمیں نہ کوئی حاجت ہے اور نہ خواہش۔ ﴿وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿79﴾﴾ ''اور جو ہماری غرض ہے، اسے بلاشبہ تم خوب جانتے ہو۔'' یعنی ہماری غرض صرف لڑکوں سے متعلق ہے اور اس بات کو تم بھی خوب جانتے ہو، لہٰذا اس سلسلے میں ہم سے ایک ہی بات بار بار کرنے کی تمھیں کیا ضرورت ہے؟

## تفسیر آیات: 81,80

**حضرت لوط علیہ السلام کی عاجزی اور قوت کی تمنا:** اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا: ﴿لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً﴾ ''اے کاش! مجھے تمھارے مقابلے کی طاقت ہوتی'' تو میں اور میرا خاندان تمھیں سزا دیتا، اسی لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [رَحْمَةُ

---

[1] تفسیر الطبری:110/12. [2] تفسیر الطبری:110/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللّٰهِ عَلٰى لُوطٍ (لَّقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ) مَا بَعَثَ اللّٰهُ بَعْدَهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي ثَرْوَةٍ مِّنْ قَوْمِهِ] ''اللہ تعالیٰ کی حضرت لوط علیہ السلام پر رحمت ہو کہ وہ مضبوط سہارے کو پکڑنا چاہتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا سہارا اختیار کیے ہوئے تھے۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اپنی قوم کے صاحب حیثیت لوگوں میں سے مبعوث فرمایا۔''①

**فرشتوں کا آپ کو حقیقت سے مطلع کرنا:** جب صورتِ حال یہاں تک پہنچی تو فرشتوں نے آپ کو بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں ان کی قوم کی تباہی کے لیے بھیجا گیا ہے اور وہ انھیں قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ ﴿قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ﴾ ''(فرشتوں نے) کہا کہ لوط! بے شک ہم تمھارے پروردگار کے فرشتے ہیں، یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔'' یعنی فرشتوں نے آپ سے کہا کہ رات کے آخری حصے میں اپنے اہل خانہ کو لے کر نکل جائیں اور آپ خود ان سب کے پیچھے ہوں، یعنی اپنے اہل کو ہانکنے والے بن جائیں۔

﴿وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ﴾ ''اور تم میں سے کوئی (شخص) پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔'' یعنی جب ان پر نازل ہونے والے عذاب کی آواز کو سنو تو پیچھے مڑ کر نہ دیکھو اور ان خوفناک آوازوں کی طرف دھیان نہ دو بلکہ آگے ہی بڑھتے چلے جاؤ ﴿اِلَّا امْرَاَتَكَ ط﴾ ''سوائے تمھاری بیوی کے۔'' اکثر لوگوں نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ تمھاری بیوی تمھارے ساتھ نہیں جائے گی بلکہ اپنے گھر ہی میں رہے گی اور ہلاک ہو جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ پیچھے مڑ کر ضرور دیکھے گی۔ ان لوگوں کے بقول آپ کی بیوی بھی آپ کے ساتھ نکل گئی تھی لیکن اس نے جب عذاب کی آواز کو سنا تو پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہا: ہائے میری قوم! یہ کہنا تھا کہ آسمان سے ایک پتھر آیا اور اس نے اس کا کام تمام کر دیا۔

پھر فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو بشارت دیتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ ان لوگوں کی ہلاکت کا وقت قریب ہی ہے کیونکہ آپ نے ان سے کہا تھا کہ انھیں فوراً اہلاک کر دو تو فرشتوں نے جواب دیا: ﴿اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ط اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿81﴾﴾ ''بے شک ان کے (عذاب کے) وعدے کا وقت صبح ہے۔ کیا صبح قریب نہیں؟'' قومِ لوط کے لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے دروازے پر کھڑے تھے اور ہر طرف سے ان کی طرف دوڑ دوڑ کر چلے آ رہے تھے، حضرت لوط علیہ السلام دروازے پر کھڑے تھے، انھیں دور ہٹا رہے، ڈانٹ پلا رہے اور اس بری بات سے منع فرما رہے تھے جس میں وہ مبتلا تھے مگر وہ ان کی بات کو قبول ہی نہیں کر رہے تھے بلکہ آپ کو ڈراتے اور دھمکاتے تھے۔ تو اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام ان کی طرف نکلے اور ان کے چہروں پر اپنے پر کو مارا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا، پھر جب وہ اپنے گھروں کی طرف واپس جا رہے تھے تو انھیں رستہ نظر نہیں آ رہا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ○﴾ (القمر 37:54) ''اور یقیناً انھوں نے لوط کو ان کے مہمانوں کے بارے میں پھسلانا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں

---

① جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة يوسف، حديث:3116 قوسین والے الفاظ صحیح بخاری اور مسلم کے ہیں، دیکھیے صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قوله: ﴿وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ○﴾ (الحجر 51:15)......، حديث: 3372 و صحيح مسلم، الإيمان، باب زيادة طمأنينة القلب بتظاهر الأدلة، حديث:151.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿82﴾

پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آ گیا تو ہم نے اس (بستی) کے اوپر والے (حصے) کو نیچے والا (حصہ) کر دیا، اور ان پر کھنگر کے پتھر تہ بہ تہ برسائے ﴿82﴾

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿83﴾ ع

جو آپ کے رب کے ہاں سے نشان زدہ تھے۔ اور وہ (پتھر یا سزا یا بستی) ان ظالموں (قریش مکہ) سے دور نہیں ﴿83﴾

مٹا دیں، چنانچہ (اب) تم میرے عذاب اور ڈراوے (کے مزے) کو چکھو۔“

### تفسیر آیات: 83,82

**قوم لوط کی بستی کی ہلاکت وتباہی:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ ”پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آیا“ اور یہ طلوعِ آفتاب کا وقت تھا تو ﴿جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا﴾ ”ہم نے اس (بستی) کے اوپر والے (حصے) کو (الٹ کر) نیچے کر دیا۔“ بستی کا نام سَدُوم تھا۔ یہ جملہ اس جملے کی طرح ہے: ﴿فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى ﴾ (النجم 54:53) ”پھر اس کو ڈھانپ لیا اس (تباہی اور بربادی) نے جس نے ڈھانپا۔“ یعنی ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی۔ اور فارسی میں ﴿سِجِّيْلٍ﴾ مٹی کے پتھروں کو کہتے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول ہے۔[1]

بعض نے کہا ہے کہ لفظ ﴿سِجِّيْلٍ﴾ دراصل فارسی کا لفظ سنگ گل ہے۔ فارسی میں پتھر کو سنگ اور مٹی کو گل کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴾ (الذّٰریٰت 33:51) ”مٹی کے پتھر (کھنگر۔)“ یعنی بڑے سخت اور مضبوط پتھر تھے اور بقول بعض شدید ترین گرم پتھر تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿سِجِّيْلٍ﴾ کے معنی بہت سخت اور بہت بڑے بڑے پتھر کے ہیں۔ سِجِّیلٌ اور سِجِّینٌ کے معنی ایک ہیں۔ تمیم بن مُقبل کا شعر ہے ۔

وَرَجْلَةٍ يَّضْرِبُونَ الْبَيْضَ ضَاحِيَةً ضَرْبًا (تَوَاصٰى) بِهِ الْأَبْطَالُ سِجِّينَا

”بعض پیادے دن دِہاڑے خود پر ضرب لگاتے ہیں ایسی ضرب جس کی سختی کے لیے بڑے بڑے پہلوان اپنے شاگردوں کو وصیت کیا کرتے ہیں۔“[2]

**پتھروں کی بارش:** ارشاد باری تعالیٰ: ﴿مَّنْضُوْدٍ ﴿82﴾﴾ کے معنی بعض علماء نے یہ بیان کیے ہیں کہ یہ پتھر آسمان میں اسی مقصد کی خاطر تیار کیے گئے تھے اور بعض نے اس لفظ کے معنی تہ بہ تہ بیان کیے ہیں، یعنی وہ ان پر آسمان سے پے در پے اور مسلسل برس رہے تھے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿مُّسَوَّمَةً﴾ یعنی ان پتھروں پر نشان بھی لگے ہوئے تھے اور جن ظالموں کو وہ پتھر لگنے تھے، ان پر ان کے نام بھی لکھے ہوئے تھے۔ امام قتادہ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ وہ پتھر نوکیلے تھے جو قدرے سرخ رنگ کے تھے۔[3] انھوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ﴿مُّسَوَّمَةً﴾ یہ پتھر شہر والوں پر بھی برسے اور گرد ونواح کی بستیوں پر بھی۔ ان میں سے ایک شخص لوگوں کے درمیان کھڑا باتیں کر رہا تھا کہ اچانک اس پر آسمان سے ایک پتھر گرا جس نے اسے ہلاک کر دیا، پھر اس

[1] تفسیر الطبری:122/12. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾ (ھود11:7)، بعد الحدیث: 4684، البتہ ابن کثیر میں تواصی کے بجائے تَوَاصَتُ ہے۔ [3] تفسیر الطبری:125/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَلَا

اور (ہم نے) مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا)، اس نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود

تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿84﴾

نہیں، اور تم ناپ تول کم نہ کرو، بے شک میں تمھیں خوشحال دیکھتا ہوں، اور بے شک مجھے تم پر گھیرنے والے عذاب کے دن سے خوف آتا ہے ﴿84﴾

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ

اور اے میری قوم! تم ناپ اور تول انصاف سے پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو، اور تم زمین میں فسادی بن کر نہ پھرو ﴿85﴾ اللہ کی

مُفْسِدِيْنَ ﴿85﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿86﴾

بچت (جائز نفع) تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو، اور میں تم پر محافظ نہیں ہوں ﴿86﴾

کے بعد دیگر تمام شہروں اور بستیوں پر مسلسل پتھر برسنے لگے جن کی وجہ سے یہ تمام لوگ تباہ و برباد ہو گئے اور ان میں سے ایک شخص بھی زندہ باقی نہ بچا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿83﴾ ﴾ ''اور وہ ان ظالموں سے دور نہیں۔'' اس کا یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ عبرت ناک سزا جو ان ظالموں کو دی گئی، اس طرح کے ظلم کا ارتکاب کرنے والوں سے کچھ بعید نہیں ہے، انھیں بھی اسی طرح کی سزا دی جا سکتی ہے۔ کتب سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی مرفوع حدیث میں ہے: [مَنْ وَّجَدْتُّمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ] ''تم جس شخص کو قوم لوط جیسا کام کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔''[1]

## تفسیر آیت: 84

**مدین کا قصہ اور حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے مدین کی طرف بھی رسول بھیجا۔ اور مدین عرب کا ایک قبیلہ تھا، یہ لوگ مَعان کے قریب حجاز اور شام کے درمیان رہتے تھے۔ اور ان کا علاقہ مدین کے نام سے مشہور تھا۔ اور نسب کے اعتبار سے یہ اس علاقے کا ایک اشرف قبیلہ تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ ﴾ ''(مدین کی طرف) ان کے بھائی شعیب (کو بھیجا۔)'' تاکہ وہ انھیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دیں اور ناپ تول میں کمی سے منع کریں۔ انھوں نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا: ﴿ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ ﴾ ''بے شک میں تو تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں۔'' یعنی معیشت اور رزق کی فراوانی کی وجہ سے تم خوشحال ہو، لہٰذا کہیں ایسا نہ ہو کہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے تم ان نعمتوں سے محروم ہو جاؤ۔ ﴿ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿84﴾ ﴾ ''اور بے شک مجھے تمھارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تم کو گھیر کر رہے گا۔'' یعنی آخرت میں۔

[1] سنن أبي داود، الحدود، باب فيمن عمل عمل قوم لوط، حديث:4462 وجامع الترمذي، الحدود، باب ماجاء في حد اللوطي، حديث:1456 وسنن ابن ماجه، الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط، حديث:2561.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا

انھوں نے کہا: اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے یہ حکم کرتی (سکھاتی) ہے کہ ہم ان (معبودوں) کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے رہے یا اپنے

مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿87﴾

مالوں میں وہ نہ کریں جو کرنا چاہیں؟ بلاشبہ تو تو بڑا نرم مزاج، بڑا سمجھ دار ہے ﴿87﴾

## تفسیر آیات: 86,85

**ڈکیتی، راہزنی اور ناپ تول میں کمی کرنے والی قوم:** حضرت شعیب علیہ السلام نے انھیں پہلے تو اس بات سے منع کیا کہ وہ جب لوگوں کو دیں تو ناپ تول میں کمی نہ کریں، پھر حکم دیا کہ لیتے اور دیتے وقت ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو، نیز آپ نے انھیں زمین میں فتنہ وفساد برپا کرنے سے بھی منع فرمایا، اس لیے کہ وہ لوگ ڈکیتی اور رہزنی بھی کیا کرتے تھے۔ امام ابوجعفر بن جریر نے ﴿بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''اللہ کا دیا ہوا (نفع ہی) تمھارے لیے بہتر ہے'' کے بارے میں لکھا ہے کہ اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کو پورا پورا ناپ تول دینے کے بعد جو خالص نفع بچ جائے، وہ لوگوں کے مال لینے کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔[1] انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مفہوم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔[2] میں کہتا ہوں کہ یہ آیت، حسب ذیل آیت کریمہ کے مشابہ ہے: ﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ ...... ﴾ الآية (المآئدة 100:5) ''کہہ دیجیے کہ ناپاک چیزیں اور پاک چیزیں برابر نہیں ہوسکتیں اور اگرچہ ناپاک چیزوں کی کثرت تمھیں بھلی ہی لگے......'' ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿86﴾﴾ ''اور میں تمھارا نگہبان نہیں ہوں۔'' یعنی میں تمھارا نگہبان ہوں نہ محافظ۔ یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے کرو، اس لیے نہ کرو کہ لوگ تمھیں دیکھیں بلکہ اس لیے کرو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔

## تفسیر آیت: 87

**قوم شعیب کا جواب:** ان ملعون لوگوں نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: ﴿اَصَلٰوتُكَ﴾ ''کیا تمھاری نماز؟'' اعمش نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ کیا تمھاری قراءت[3] ﴿تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ﴾ ''تمھیں یہ حکم دیتی (سکھاتی) ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں، ہم ان کو ترک کر دیں۔'' یعنی اوثان واصنام کو۔ ﴿اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ﴾ ''یا ہم اپنے مالوں میں تصرف کرنا چاہیں تو نہ کریں؟'' یعنی تیرے کہنے پر ناپ تول میں کمی ترک کر دیں جبکہ یہ ہمارا اپنا مال ہے، ہم جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ: ﴿اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ﴾ کا یہ مفہوم بیان کیا ہے: اللہ کی قسم! شعیب کی نماز انھیں یہ حکم دیتی ہے کہ وہ ان بتوں کو ترک کر دیں جن کی پوجا پاٹ ان کے باپ دادا کرتے تھے۔[4] اور امام ثوری نے بیان کیا ہے کہ مال میں تصرف کرنے کی جو بات انھوں نے کی تو اس سے ان کا زکاۃ دینے سے انکار کرنا تھا۔[5] ﴿اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿87﴾﴾

① تفسير الطبري:131/12. ② تفسير الطبري:131/12. ③ تفسير الطبري:134/12. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 2072/6. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم:2073/6.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا

اس (شعیب) نے کہا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ تو، اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے اچھا رزق دیا

حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا

ہو (تو کیسے اس کی نافرمانی کروں؟) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمھاری مخالفت کروں (اس طرح کہ) وہ کام کروں جن سے تمھیں روکتا ہوں۔ میں کچھ نہیں

الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ

چاہتا سوائے (تمھاری) اصلاح کے جہاں تک مجھ سے ہو سکے۔ اور مجھے (اس کی) توفیق ملنا اللہ کی مدد کے سوا (ممکن) نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسا کیا

اُنِيْبُ ﴿88﴾

ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ﴿88﴾

''بے شک تم تو بڑے نرم دل، راست باز ہو!'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، میمون بن مہران، ابن جریج، ابن اسلم اور ابن جریر رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ اللہ کے ان دشمنوں نے یہ بات ازراہِ مذاق کہی تھی۔[1] اللہ تعالیٰ انھیں تباہ کرے اور یقیناً اپنی رحمت سے دور کرے اور یقیناً اللہ نے ایسا کر دیا۔

**تفسیر آیت: 88**

**حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کو جواب:** حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم! دیکھو تو ﴿ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ ﴾ ''اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہوں۔'' یعنی تمھیں علی وجہ البصیرت یہ دعوت دے رہا ہوں۔ ﴿ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ ﴾ ''اور اس نے اپنے ہاں سے مجھے اچھا رزق دیا ہو (تو کیا میں ان کے خلاف کروں گا؟)'' کہا گیا ہے کہ اس میں دونوں ہی باتوں کا احتمال ہے کہ ﴿ رِزْقًا حَسَنًا ؕ ﴾ سے نبوت یا رزق حلال یا دونوں ہی چیزیں مراد ہوں۔ ﴿ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ ﴾ ''اور میں نہیں چاہتا کہ تمھاری مخالفت کروں (اس طرح کہ) وہ کام کروں جن سے میں تمھیں روکتا ہوں۔'' امام ثوری کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ شعیب علیہ السلام نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تمھیں ایک بات سے منع کروں، پھر خفیہ طور پر خود اسے کرنے لگوں۔ امام قتادہ نے بھی اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تمھیں ایک کام سے منع کروں، پھر خود اس کا ارتکاب کرنے لگوں۔[2]

**تبلیغ دین سے کیا مقصود ہونا چاہیے؟** ﴿ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ ﴾ ''میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے (تمھارے معاملات کی) اصلاح چاہتا ہوں۔'' یعنی میں تمھیں جو بھی حکم دیتا ہوں یا جس بات سے بھی تمھیں منع کرتا ہوں تو اس سے میری مقدور بھر کوشش تمھاری اصلاح ہی ہے۔ ﴿ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ ﴾ ''اور مجھے توفیق کا ملنا۔'' یعنی اس حق کے پا لینے میں جسے میں چاہتا ہوں ﴿ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ﴾ ''اللہ ہی (کے فضل) سے ہے، میں اسی پر بھروسا رکھتا ہوں۔'' اپنے تمام امور و معاملات میں ﴿ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿88﴾ ﴾ ''اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' امام مجاہد نے اس کے معنی

[1] تفسیر الطبری:135/12 و تفسیر ابن أبي حاتم:2073/6. [2] تفسیر الطبری:135/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ

اور اے میری قوم! میری مخالفت تمھیں (ایسے کام پر) نہ اکسائے کہ تم پر ویسا عذاب آئے جیسا قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر آیا تھا، اور لوط کی

اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿89﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ

قوم (کا علاقہ بھی) تم سے کچھ دور نہیں ﴿89﴾ اور تم اپنے رب سے بخشش مانگو، پھر اسی کی طرف توبہ کرو، بے شک میرا رب بڑا رحم کرنے والا، نہایت محبت

اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿90﴾

کرنے والا ہے ﴿90﴾

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ

انھوں نے کہا: اے شعیب! جو تو کہتا ہے ہم اس میں سے بہت کچھ نہیں سمجھتے اور بے شک ہم تجھے اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں۔ اور اگر تیرا قبیلہ نہ

لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿91﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ

ہوتا تو ہم یقیناً تجھے سنگسار کر دیتے، اور تو ہم پر کوئی غلبہ نہیں رکھتا ﴿91﴾ شعیب نے کہا: اے میری قوم! کیا میرا قبیلہ تم پر اللہ سے زیادہ دباؤ والا ہے؟ اور

وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿92﴾

تم نے اس (اللہ) کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے۔ بے شک تم جو عمل کرتے ہو میرا رب انھیں گھیرنے والا ہے ﴿92﴾

رجوع کرنے کے ہی بیان کیے ہیں۔[1]

## تفسیر آیات: 90,89

**﴿ شِقَاقِيْٓ ﴾ کا معنی ومفہوم:** آپ نے فرمایا: ﴿ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ ﴾ ’’اور اے میری قوم! میری مخالفت تمھیں (ایسے کام پر) نہ ابھارے۔‘‘ یعنی میری عداوت اور دشمنی کی وجہ سے تم کفر اور فساد کو اختیار نہ کرو ورنہ تم بھی اس تباہی و بربادی اور عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے جس میں قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح اور قوم لوط مبتلا ہوئی تھی۔ امام قتادہ رحمہ اللہ ﴿ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں: کوئی چیز تمھیں میری جدائی پر نہ اُبھارے۔[2] سدی نے اس لفظ کے معنی عداوت کے بیان کیے ہیں۔[3] یعنی میرے ساتھ دشمنی کی وجہ سے تم ضلالت اور کفر کی روش کو اختیار نہ کرو ورنہ تم بھی اس عذاب کی گرفت میں آ جاؤ گے جس میں سابقہ قومیں مبتلا ہوئی تھیں۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿89﴾ ﴾ ’’اور لوط کی قوم (کا زمانہ تو) تم سے کچھ دور نہیں۔‘‘ یعنی وہ لوگ تو ابھی کل تمھارے سامنے ہلاک ہوئے ہیں۔ اس میں دونوں ہی احتمال ہیں کہ قوم لوط کا زمانہ تم سے کچھ دور نہیں ہے یا یہ کہ قوم لوط کا علاقہ تم سے کچھ دور نہیں ہے یا دونوں (زمان اور مکان) مراد ہیں۔ ﴿ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ﴾ ’’اور اپنے پروردگار سے بخشش مانگو‘‘ اپنے سابقہ گناہوں کی ﴿ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ﴾ ’’پھر اس کے آگے توبہ کرو‘‘ کہ آئندہ ایسے برے عمل نہیں کرو گے۔ ﴿ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿90﴾ ﴾ یعنی جو توبہ کرے، وہ اس پر رحم فرماتا اور اس سے محبت کرتا ہے۔

[1] تفسیر الطبری:136/12. [2] تفسیر الطبری:136/12. [3] تفسیر ابن أبي حاتم:2075/6.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ

اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو، بے شک میں بھی عمل کر رہا ہوں۔ جلد تم جان لو گے کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ اور تم

وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿93﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ

انتظار کرو، بے شک میں بھی تمھارے ساتھ منتظر ہوں ﴿93﴾ اور جب ہمارا حکم (عذاب) آیا تو ہم نے نجات دی شعیب کو اور اس کے ساتھ ایمان لانے

اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿94﴾ ۙ

والوں کو اپنی رحمت سے، اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں زبردست چیخ نے آ پکڑا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ﴿94﴾ جیسے وہ ان میں

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿95﴾ ع 8/12/8

کبھی بسے ہی نہ تھے۔ سنو! پھٹکار ہے (اہل) مدین پر جیسے ثمود پر پھٹکار پڑی ﴿95﴾

### تفسیر آیات: 92,91

**قوم شعیب کا جواب:** انھوں نے کہا: ﴿يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا﴾ ''شعیب! تمھاری بہت سی (باتیں) ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔'' امام ثوری فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام اس قدر قادر الکلام تھے کہ آپ کو خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے۔[1] ﴿وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ﴾ ''اور بے شک ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہم میں کمزور بھی ہو۔'' سدی کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم اکیلے ہو۔[2] ابو روق کہتے ہیں کہ تم ذلیل ہو، اس لیے کہ تمھارا قبیلہ تمھارے دین پر نہیں ہے۔[3] ﴿وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫﴾ ''اور اگر تمھارے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تم کو سنگسار کر دیتے۔'' یعنی اگر تمھاری قوم کی عزت کا پاس نہ ہوتا تو ہم تمھیں پتھر مار مار کر سنگسار کر دیتے۔ اس کے ایک معنی یہ بھی بیان کیے گئے ہیں کہ ہم تمھیں گالیاں دیتے۔[4] ﴿وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿91﴾﴾ ''اور تم ہم پر (کسی طرح بھی) غالب نہیں ہو۔'' اور نہ تمھاری ہمارے نزدیک کوئی عزت ہے۔

**حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو جواب:** ﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْۤ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ﴾ ''انھوں نے کہا: اے میری قوم! کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر اللہ سے زیادہ ہے؟'' یعنی کیا تم مجھے میری قوم کی وجہ سے چھوڑ دینا چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے نہیں چھوڑتے اور اس کے نبی سے تم برا سلوک کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی جسے ﴿وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ﴾ ''تم نے پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے۔'' اور اس کی تعظیم کرتے ہو نہ اطاعت بجا لاتے ہو۔ ﴿اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿92﴾﴾ ''بے شک میرا پروردگار تو تمھارے سب اعمال پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔'' یعنی وہ تمھارے سب اعمال کو جانتا ہے اور تمھارے اعمال کے مطابق ہی وہ تمھیں سزا دے گا۔

### تفسیر آیات: 93-95

**حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو سرزنش:** اللہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام جب اپنی قوم کی طرف سے مایوس ہو گئے تو فرمانے

[1] تفسير الطبري: 138/12. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 2076/6. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 2076/6. [4] تفسير الطبري: 138/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لگے: ﴿ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ﴾ ''اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ۔'' یعنی اپنے طریقے کے مطابق کام کیے جاؤ، یہ زبردست سرزنش کا ایک انداز ہے۔ ﴿ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ ﴾ ''بے شک میں (اپنی جگہ) کام کیے جاتا ہوں۔'' یعنی میں اپنے طریقے کے مطابق عمل کرتا ہوں۔ ﴿ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ ﴾ ''تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والا عذاب کس پر آتا ہے اور جھوٹا کون ہے۔'' یعنی مجھ میں اور تم میں سے۔ ﴿ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿٩٣﴾ ﴾ ''اور تم بھی انتظار کرو بے شک میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔''

**قومِ شعیب پر مختلف قسم کے عذاب:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ ﴾ ''اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے، ان کو تو اپنی رحمت سے بچا لیا اور جو ظالم تھے ان کو زبردست چیخ نے آ دبوچا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔'' ﴿ جٰثِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ بے حس و حرکت پڑے تھے۔ یہاں ﴿ الصَّيْحَةُ ﴾ کا لفظ ہے جس کے معنی زبردست چیخ کے ہیں۔ سورۂ اعراف میں ﴿ الرَّجْفَةُ ﴾ (الأعراف 78:7) کا لفظ ہے جس کے معنی بھونچال کے ہیں اور سورۂ شعراء میں ﴿ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ ﴾ (الشعرآء 189:26) ''سائبان کے دن کے عذاب'' کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ یہ ایک ہی امت کی بات ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ عذابِ الٰہی کی ان تینوں صورتوں میں مبتلا ہوئے تھے۔ اور ہر جگہ سیاق کی مناسبت سے الفاظ کو بیان کر دیا گیا ہے۔

سورۂ اعراف میں ہے کہ قومِ شعیب نے جب یہ کہا: ﴿ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ ﴾ (الأعراف 88:7) ''شعیب! ہم تم کو اور جو لوگ تمھارے ساتھ ایمان لائے ہیں، ان کو اپنے شہر سے ضرور نکال دیں گے۔'' تو اس مناسبت سے ﴿ الرَّجْفَةُ ﴾ (الأعراف 78:7) کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اس زمین پر زلزلہ طاری ہو گیا تھا جس میں انھوں نے ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا اور جس سے اللہ کے نبی کو نکالنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور یہاں اپنے نبی سے گفتگو کرتے ہوئے جب ان کی بے ادبی کا ذکر ہوا تو ﴿ الصَّيْحَةُ ﴾ کا لفظ استعمال کیا گیا جس نے انھیں بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ اور سورۂ شعراء میں ہے کہ جب انھوں نے یہ کہا: ﴿ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾ ﴾ (الشعرآء 187:26) ''پھر اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا گراؤ۔'' تو اس مناسبت سے یہ الفاظ ذکر کر دیے گئے ہیں: ﴿ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ (الشعرآء 189:26) ''پس سائبان کے دن کے عذاب نے ان کو آ پکڑا، بے شک وہ بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا۔'' اس مذکورہ نکتے کا تعلق انتہائی لطیف اسرار و رموز سے ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ كَثِيرًا دَائِمًا.

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ ﴾ ''گویا ان میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔'' یعنی جیسے وہ اپنے گھروں میں کبھی زندہ رہے ہی نہ تھے۔ ﴿ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿٩٥﴾ ﴾ ''خبردار! اہل مدین کے لیے دوری ہے جیسے ثمود (رحمت سے) دور ہوئے۔'' ثمود علاقے کے اعتبار سے ان کے پڑوسی تھے، کفر اور راہزنی و ڈکیتی میں ان جیسے تھے اور نسلاً انھی کی طرح عرب تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿96﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ

اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا ﴿96﴾ فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کی طرف، پھر انھوں نے فرعون

فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿97﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ

کے حکم کی اتباع کی، اور فرعون کا حکم کوئی رشد و بھلائی والا نہیں تھا ﴿97﴾ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا، پھر انھیں آگ میں جا داخل

وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿98﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ

کرے گا، اور برا ہے وہ گھاٹ جس پر (پینے کے لیے) آیا جائے ﴿98﴾ اور اس (دنیا) میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی،

الْمَرْفُوْدُ ﴿99﴾

اور برا ہے وہ انعام جو دیا جائے ﴿99﴾

### تفسیر آیات: 99-96

**حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نشانیوں اور بڑے زبردست معجزات کے ساتھ فرعون۔ جو قبطیوں کا بادشاہ تھا۔ اور اس کے سرداروں کی طرف مبعوث فرمایا۔ ﴿ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ﴾ ''تو وہ فرعون ہی کے حکم پر چلے۔'' یعنی انھوں نے بغاوت اور سرکشی میں اسی کے مسلک، طریقے اور اسلوب کو اختیار کیا۔ ﴿ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿97﴾﴾ ''اور فرعون کا کوئی حکم بھلائی والا نہیں تھا۔'' یعنی اس میں کوئی رشد و بھلائی اور ہدایت نہ تھی بلکہ وہ جہالت، ضلالت، کفر اور سرکشی پر مبنی تھا۔ اور ان لوگوں نے جس طرح دنیا میں اس کی پیروی کی، اسی طرح آخرت میں بھی وہ ان کا سربراہ ہوگا اور ان کی قیادت کرتے ہوئے ان سب کو لے کر جہنم میں داخل ہو جائے گا۔ جہنم کی سزاؤں اور عذاب اکبر سے انھیں خوب حصہ وافر ملے گا اور جہنم کے لہو اور پیپ کے حوضوں سے یہ پئیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝﴾ (المزمّل 16:73) ''چنانچہ فرعون نے (ہمارے) پیغمبر کا کہا نہ مانا تو ہم نے اس کو نہایت سختی سے پکڑ لیا۔''

اور فرمایا: ﴿ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝﴾ (النّٰزعٰت 79:21-26) ''تو اس نے (اسے) جھٹلا دیا اور نہ مانا۔ پھر لوٹ گیا اور تدبیریں کرنے لگا۔ پھر (لوگوں کو) اکٹھا کیا پھر پکارا۔ پس کہنے لگا کہ تمھارا سب سے بڑا رب میں ہوں۔ تب اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا۔ بے شک جو شخص (اللہ سے) ڈر رکھتا ہے، اس کے لیے اس (قصے) میں عبرت ہے۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝﴾ ''وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا، پھر ان کو دوزخ میں جا اتارے گا اور جس مقام پر وہ اتارے جائیں گے وہ برا ہے۔'' غلط کاموں میں پیشواؤں کا یہی انجام ہوگا کہ انھیں روزِ قیامت بہت زیادہ عذاب دیا جائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الأعراف 7:38) ''(تم میں سے) ہر ایک کے لیے دوگنا (عذاب) ہے اور لیکن تم نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّ حَصِيْدٌ ﴿100﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

(اے نبی!) یہ کچھ خبریں ان (تباہ شدہ) بستیوں کی ہیں جو ہم آپ کو سناتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو قائم ہیں اور کچھ تہس نہس کر دی گئیں ﴿100﴾ اور ہم نے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا

ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انھوں نے (خود ہی) اپنے آپ پر ظلم کیا تھا، تو ان کے وہ معبود جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے ان کے کسی کام نہ آئے، جب

جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿101﴾

آپ کے رب کا حکم (عذاب) آ پہنچا بلکہ انھوں نے ان کو تباہی میں ہی زیادہ کیا ﴿101﴾

جانتے۔'' اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ جہنم میں کہیں گے: ﴿ رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ○ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ ...... ﴾ الآية (الأحزاب 68,67:33) ''اے ہمارے پروردگار بلاشبہ! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انھوں نے ہمیں رستے سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے پروردگار! ان کو دوگنا عذاب دے......''

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ ﴾ ''اور اس جہان میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی (پیچھے لگی رہے گی۔)'' یعنی جہنم کے عذاب کے ساتھ دنیا و آخرت میں ان پر لعنت بھی کی اور یہ انعام جو ان کو ملا ہے، برا ہے۔ امام مجاہد کا قول ہے کہ قیامت کے دن ان کی لعنت میں اور بھی اضافہ کر دیا جائے گا گویا ان پر دو لعنتیں برسیں گی۔[1] علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿99﴾ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے دنیا و آخرت کی لعنت مراد ہے۔[2] ضحاک اور قتادہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[3] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ○ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ○ ﴾ (القصص 42,41:28) ''اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا تھا، وہ (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور وہ قیامت کے روز بھی بدحالوں میں سے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ○ ﴾ (المؤمن 46:40) ''آتشِ (جہنم) کہ صبح شام اس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہوگی (حکم ہوگا کہ) فرعون کی آل اولاد کو سخت عذاب میں داخل کرو۔''

## تفسیر آیات: 101,100

**تباہ شدہ بستیوں سے عبرت:** اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے اپنی امتوں کے ساتھ واقعات، کافروں کی تباہی و بربادی اور مومنوں کی نجات کے ذکر کے بعد فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى ﴾ ''یہ (پرانی) بستیوں کے (تھوڑے سے) حالات ہیں۔'' یعنی ان کے کچھ واقعات ہیں۔ ﴿ نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ ﴾ ''(جو) ہم آپ سے بیان کرتے ہیں، ان میں

[1] تفسير الطبرى:144/12. [2] تفسير الطبرى:145/12. [3] تفسير الطبرى: 146,145/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿102﴾

اور (اے نبی!) آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ ظالم ہوتی ہیں۔ بے شک اس کی پکڑ نہایت دردناک (اور) شدید ہے ﴿102﴾

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ

بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً نشان (عبرت) ہے جو عذاب آخرت سے ڈر گیا۔ وہ (یوم آخرت) ایسا دن ہے جس میں سب لوگ جمع کیے

يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿103﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿104﴾ؕ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا

جائیں گے، اور وہ ایسا دن ہے جب (سب) حاضر کیے جائیں گے ﴿103﴾ اور صرف ہم ایک مقرر وقت تک ہی اس میں تاخیر کر رہے ہیں ﴿104﴾ (جب) وہ

بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِىٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿105﴾

دن آجائے گا تو کوئی نفس اللہ کے اذن کے بغیر کلام نہیں کر سکے گا، پھر ان میں سے کوئی تو بدبخت ہوگا اور کوئی نیک بخت ﴿105﴾

سے بعض (بستیاں) تو باقی ہیں۔'' یعنی آباد ہیں۔ ﴿ وَّ حَصِيْدٌ ﴿100﴾ ﴾ ''اور (بعض) تہس نہس کر دی گئیں۔'' یعنی وہ تباہ و برباد ہو کر رہ گئی ہیں۔ ﴿ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ ﴾ ''اور ہم نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا۔'' یعنی جب ہم نے انھیں ہلاک کیا۔ ﴿ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ﴾ ''اور لیکن انھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔'' یعنی ہمارے رسولوں کی تکذیب کی اور ان کے ساتھ کفر کیا۔ ﴿ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ ﴾ ''چنانچہ ان کے معبودان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔'' معبودوں سے مراد ان کے وہ بت ہیں جن کی وہ عبادت کرتے اور ﴿ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ ﴾ ''جن کو وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے کوئی بھی (کام نہ آئے۔)'' وہ ان کے کچھ کام نہ آئے اور ان کی تباہی و بربادی کا پیغام لے کر جب عذابِ الٰہی نازل ہوا تو وہ انھیں اس عذاب سے بچا نہ سکے۔ ﴿ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿101﴾ ﴾ ''اور تباہ کرنے کے سوا ان کے حق میں اور کچھ نہ کر سکے۔'' مجاہد اور قتادہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ﴿ تَتْبِيْبٍ ﴿101﴾ ﴾ کے معنی نقصان اور خسارے کے ہیں۔[1] ان کی ہلاکت و بربادی کا سبب ہی یہ معبودان باطلہ تھے اور ان کی اتباع ہی کی وجہ سے یہ لوگ دنیا و آخرت کی ناکامی و نامرادی سے دوچار ہوئے۔

## تفسیر آیت: 102

**اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی شدید ہے:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جس طرح ہم نے ان ظالم اور انبیاء کی تکذیب کرنے والی قوموں کو ہلاک کیا ہم ان جیسے دیگر لوگوں کے ساتھ بھی اسی طرح کا سلوک کریں گے۔ ﴿ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿102﴾ ﴾ ''بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی (اور) بہت سخت ہے۔'' صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ] ''بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیے رکھتا ہے اور جب اسے پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔'' راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید میں اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿102﴾ ﴾ ''اور آپ کا

[1] تفسیر الطبری: 148/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے۔ بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی (اور) بہت سخت ہے۔"①

**تفسیر آیات:103-105**

**بستیوں کی تباہی قیامت کی دلیل ہے:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے کافروں کو جو ہلاک کیا اور مومنوں کو نجات بخشی تو اس میں عبرت اور آخرت سے متعلق ہمارے وعدوں کی صداقت کی دلیل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ (المؤمن 40:51) "بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی۔)"

اور فرمایا: ﴿فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (ابراهيم 14:13) "چنانچہ پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ یقیناً ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔" ارشاد الٰہی ہے: ﴿ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ﴾ "اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب اکٹھے کیے جائیں گے۔" یعنی اگلے پچھلے سب لوگ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ (الكهف 18:47) "اور ان (لوگوں) کو ہم جمع کر لیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔" ﴿وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝١٠٣﴾ "یہی وہ دن ہوگا جس میں سب (اللہ کے روبرو) حاضر کیے جائیں گے۔" یعنی یہ ایک عظیم دن ہوگا جس میں فرشتے حاضر ہوں گے، تمام انبیائے کرام بھی موجود ہوں گے۔ انسانوں، جنوں، پرندوں، درندوں، حیوانوں اور دیگر تمام مخلوقات کو بھی اکٹھا کیا جائے گا، پھر اس دن وہ عادل و منصف فیصلہ فرمائے گا جو ﴿لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا﴾ (النسآء 4:40) "کسی کی ذرہ برابر بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی (کی) ہوگی تو وہ اس کو دو چند کر دے گا۔"

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝١٠٤﴾ "اور ہم اس کے لانے میں ایک وقت معین تک تاخیر کر رہے ہیں۔" یعنی ایک معین مدت تک جس میں قطعاً کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی۔ ﴿يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ "جس روز وہ آجائے گا تو کوئی نفس اللہ کے حکم کے بغیر بات بھی نہیں کر سکے گا۔" یعنی قیامت کے دن اللہ کے حکم کے بغیر کوئی بات نہیں کر سکے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ (النبا 78:38) "کوئی بات نہ کر سکے گا مگر جس کو (اللہ) رحمان اجازت بخشے اور وہ درست (بات) کہے گا۔" اور فرمایا: ﴿وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ......﴾ الآية (طٰهٰ 20:108) "اور اللہ کے سامنے سب آوازیں پست ہو جائیں گی......"

صحیح بخاری و مسلم کی حدیث شفاعت میں ہے: [وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ، وَدَعْوَى الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ: اَللّٰهُمَّ! سَلِّمْ، سَلِّمْ] "اور اس دن رسولوں کے سوا کوئی گفتگو نہ کر سکے گا اور رسولوں کی بات بھی اس دن صرف یہ ہوگی کہ اے اللہ!

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى......﴾ (هود 11:102)......، حديث:4686 وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث:2583.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ ﴿106﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ

چنانچہ جو لوگ بد بخت ہوں گے تو (وہ) آگ میں ہوں گے، ان کے لیے اس (آگ) میں بس چیخنا چلانا اور دھاڑنا ہوگا﴿106﴾ وہ اس میں ہمیشہ رہیں

السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿107﴾

گے جب تک آسمان اور زمین (باقی) رہیں گے، مگر یہ کہ آپ کا رب (کچھ اور) چاہے۔ بے شک آپ کا رب جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے ﴿107﴾

سلامت رکھنا، سلامت رکھنا۔''[1]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ ﴿105﴾﴾ ''پھر ان میں سے کچھ بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔'' یعنی میدان حشر میں جمع ہونے والوں میں سے کچھ بد بخت اور کچھ نیک بخت ہوں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَ فَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ۝﴾ (الشوریٰ 7:42) ''(اس روز) ایک فریق بہشت میں ہوگا اور ایک فریق بھڑکنے والی آگ میں۔'' حافظ ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کو بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ ﴿105﴾﴾ تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! پھر ہم عمل کیوں کریں؟ کیا عمل ایک ایسی چیز کی وجہ سے کریں جس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے یا ایسی چیز کی وجہ سے جس سے فراغت حاصل نہیں کی گئی؟ تو آپ نے فرمایا: [بَلْ عَلٰی شَیْءٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ وَجَرَتْ بِهِ الْأَقْلَامُ یَا عُمَرُ! وَلٰكِنْ كُلٌّ مُّیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ] ''ایک ایسی چیز کی بنیاد پر جس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے اور جس کے ساتھ قلم چل چکے ہیں اے عمر! لیکن ہر شخص کے لیے اس کام کو آسان کر دیا جائے گا جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔''[2] پھر اللہ تعالیٰ نے بد بخت اور نیک بخت لوگوں کے حال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: (دیکھیے آیات:107,106)

## تفسیر آیات:107,106

**بد بختوں کا انجام:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ ﴿106﴾﴾ ''اس میں ان کا چلّانا اور دھاڑنا ہوگا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زفیر کا تعلق گلے سے اور شہیق کا سینے سے ہوتا ہے۔[3] یعنی ان کا سانس لینا زفیر (چلّانا) اور سانس خارج کرنا شہیق (دھاڑنا) ہوگا، اس لیے کہ وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ عِیَاذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ.

**دوام اور ہمیشگی پر دلالت کے لیے اہل عرب کے مختلف محاورے:** ﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ﴾ ''اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین ہیں۔'' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عربوں کی عادت ہے کہ وہ جب کسی چیز کے دوام اور ہمیشگی کے بارے میں بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں: هٰذَا دَائِمٌ دَوَامَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ''یہ چیز

[1] صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝﴾ ...... (القیٰمۃ 23,22:75)، حدیث: 7437 وصحیح مسلم، الإیمان، باب معرفة طریق الرؤیة، حدیث: 182. [2] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة هود، حدیث: 3111. امام ابویعلیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی سیاق میں مختلف سند اور متن سے روایت کو نقل کیا ہے، دیکھیے مسند أبی یعلی: 421/9، حدیث: 5571. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 2085/6.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس وقت تک رہے گی جب تک آسمان وزمین قائم ہیں۔'' اسی طرح وہ یہ محاورہ بھی استعمال کرتے ہیں: هُوَ بَاقٍ مَّا اخْتَلَفَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ ''وہ اس وقت تک باقی ہے جب تک لیل ونہار کی یہ گردش جاری ہے۔'' نیز اسی مفہوم کے لیے وہ مَا سَمَرَ ابْنَا سَمِيرٍ ''جب تک شب وروز کا سلسلہ قائم ہے۔'' اور مَا لَأْلَأَتِ الْعُفُرُ بِأَذْنَابِهَا ''جب تک ہرنیاں اپنی دمیں ہلاتی رہیں گی'' کے محاورے بھی استعمال کرتے ہیں اور ان سب سے کسی چیز کے بقا اور دوام کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے عربوں کو انھی کے روزمرہ محاورے کے مطابق مخاطب فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ ''(اور) جب تک آسمان اور زمین ہیں، ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔''[1]

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے جنسِ آسمان وزمین مراد ہو کیونکہ آسمان وزمین تو عالمِ آخرت میں بھی ہوں گے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ﴾ (إبراهيم14:48) ''جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیے جائیں گے۔)'' اسی لیے امام حسن بصری رحمہ اللہ ﴿مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے اس آسمان اور زمین کے علاوہ اور آسمان وزمین مراد ہیں، یعنی جب تک وہ آسمان وزمین رہیں گے۔[2]

**مومن بالآخر جہنم سے نکال لیا جائے گا:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴾107 ''مگر جو آپ کا پروردگار چاہے، بے شک آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾ (الأنعام6:128) ''تمھارا ٹھکانا دوزخ ہے ہمیشہ اس میں (جلتے) رہو گے مگر جو اللہ چاہے، بے شک آپ کا پروردگار بڑا دانا (اور) خوب جاننے والا ہے۔'' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس استثنا کا تعلق ان موحّد گناہ گاروں سے ہے جنھیں اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے والے فرشتوں، نبیوں اور مومنوں کی شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نکال دے گا حتی کہ وہ اصحاب کبائر کے بارے میں بھی شفاعت کریں گے۔ پھر ارحم الراحمین کی رحمت آئے گی جو اس شخص کو بھی جہنم سے نکال دے گی جس نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا ہوگا مگر زندگی میں ایک دن لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ضرور کہا ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس مضمون کی ان صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے جو حضرت انس، جابر، ابوسعید، ابوہریرہ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔[3] اور اس کے بعد جہنم میں صرف وہی باقی رہے گا جس کا جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا واجب ہوگا اور جسے قطعاً کسی قیمت پر جہنم سے باہر نہیں نکالا جائے گا۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں زمانۂ قدیم وجدید کے بہت سے علماء نے یہی فرمایا ہے۔

---

① تفسير الطبري :12/152. ② تفسير ابن أبي حاتم :6/2086. ③ صحيح البخاري ، الإيمان، باب زيادة الإيمان ونقصانه، حديث: 44 وصحيح مسلم ، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة، حديث:(325)-193 وجامع الترمذي ، صفة جهنم، باب ما جاء أن للنار نفسين......، حديث:2593.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

اور لیکن جو نیک بخت بنائے گئے ہوں گے تو (وہ) جنت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین (باقی) رہیں گے مگر یہ کہ

اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿108﴾

آپ کا رب (کچھ اور) چاہے، (یہ اللہ کا) نہ ختم ہونے والا انعام ہے ﴿108﴾

## تفسیر آیت:108

**نیک بخت لوگوں کا انجام:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا ﴾ ''اور جو نیک بخت ہوں گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی اتباع کرنے والے ﴿ فَفِي الْجَنَّةِ ﴾ ''وہ بہشت میں (داخل کیے جائیں گے۔)'' یعنی ان کا ٹھکانا جنت ہوگا۔ ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ ﴾ ''جب تک آسمان اور زمین ہیں، ہمیشہ اسی میں رہیں گے مگر جتنا آپ کا پروردگار چاہے۔'' یہاں اس استثنا کے معنی یہ ہیں کہ ان نعمتوں میں ان کا ہمیشہ ہمیشہ رہنا بذات خود امر واجب نہ ہوگا بلکہ یہ معاملہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت کے سپرد ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہمیشہ ان کے شامل حال ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انھیں تسبیح وتحمید کا اسی طرح الہام کیا جائے گا جس طرح (بلا تکلف) سانس کی آمد و شد کا سلسلہ جاری ہوگا۔[1] ضحاک اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا تعلق ان موحد گناہ گاروں سے ہے جو پہلے دوزخ میں ہوں گے، پھر انھیں اس سے نکال لیا جائے گا۔[2]

اور اس کے بعد فرمایا: ﴿ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿108﴾ ﴾ ''یہ (اللہ کی) بخشش ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔'' یعنی کبھی ختم نہیں ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد، ابو العالیہ اور کئی ایک ائمہ رحمہم اللہ نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔[3] تاکہ مشیت کے ذکر سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہاں کبھی انقطاع یا اختتام بھی ہوگا بلکہ حتمی بات یہ ہے کہ وہاں دوام ہوگا اور کبھی انقطاع نہیں ہوگا جیسا کہ پہلے بیان فرمایا ہے کہ اہل دوزخ کا جہنم میں ہمیشہ مبتلائے عذاب رہنا بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے اور اس کا انھیں عذاب دینا بھی عدل وحکمت پر مبنی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ ﴾ (ہود 107:11) ''بے شک آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبیاء 23:21) ''وہ جو کام کرتا ہے اس کی پرسش نہیں ہوگی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی) ان سے پرسش ہوگی۔'' اور یہاں ﴿ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿108﴾ ﴾ ''یہ (اللہ کی) بخشش ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگی۔'' فرما کر دلوں کو تسکین بخشی اور مقصود کی طرف توجہ دلائی ہے۔

**موت کو بھی موت دے دی جائے گی:** صحیح بخاری ومسلم میں ہے: [يُؤْتٰى بِالْمَوْتِ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ (فَيُذْبَحُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ) ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ! خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ] ''موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا اور جنت وجہنم کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا، پھر اعلان کیا جائے گا: اے اہل جنت!

---

[1] صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب فی صفات الجنة وأهلها......، حدیث:(19)-2835 عن جابر رضی اللہ عنہ.
[2] تفسیر ابن أبی حاتم: 2088,2087/6. [3] تفسیر الطبری: 158/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ

چنانچہ آپ ان کے متعلق تردد میں نہ پڑیں جن کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں، یہ لوگ تو ویسے ہی عبادت کرتے ہیں جیسے اس سے پہلے ان کے

ع 14 قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿109﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

باپ دادا عبادت کرتے تھے، اور بے شک ہم انھیں ان کا حصہ بغیر کسی کمی کے پورا پورا دیں گے ﴿109﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس

فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ

میں اختلاف کیا گیا اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے (طے) ہو چکی ہے تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور

شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿110﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا

بلاشبہ وہ اس کے متعلق البتہ بے چین کرنے والے شک میں ہیں ﴿110﴾ اور بے شک آپ کا رب ضرور ہر ایک کو ان کے اعمال کی پوری پوری جزا

يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿111﴾

دے گا۔ بے شک وہ جو عمل کرتے ہیں اللہ ان سے خوب باخبر ہے ﴿111﴾

تم اب ہمیشہ رہو گے اور کبھی موت نہ آئے گی اور اے اہل دوزخ! تم بھی اب ہمیشہ رہو گے اور تمھیں بھی کبھی موت نہیں آئے گی۔''[1]

صحیح حدیث میں ہے: [إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا فَلَا تَسْقَمُوا أَبَدًا، وَّإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَعِيشُوا فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا، وَّإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوا فَلَا تَهْرَمُوا أَبَدًا، وَّإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا فَلَا تَبْأَسُوا أَبَدًا] ''(کہا جائے گا: اے اہلِ جنت!) بے شک تم ہمیشہ تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے، تم اب ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہو گے اور کبھی نہیں مرو گے، تم ہمیشہ ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تم ہمیشہ ہمیشہ ناز و نعم میں رہو گے اور کبھی بدحال نہیں ہو گے۔''[2]

## تفسیر آیات: 109-111

**شرک بلاشبہ بہت بڑی گمراہی ہے:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ﴾ ''تو یہ لوگ جو (غیر اللہ کی) پرستش کرتے ہیں، اس سے آپ تردد میں نہ پڑیں۔'' یعنی ان مشرکین سے کیونکہ وہ یقیناً باطل، جہالت اور ضلالت ہے، یہ انھی بتوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت ان کے آباء و اجداد کیا کرتے تھے۔ یعنی ان جہالتوں کے سلسلے میں ان کے پاس سند محض آباء و اجداد کی تقلید ہی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ انھیں اس کی پوری پوری سزا بلکہ ایسا عذاب دے گا کہ اس

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله عزوجل: ﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ (مریم 19:39)، حدیث: 4730 و 6548 وصحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها......، باب النار یدخلها الجبارون......، حدیث: 2849 قوسین سے پہلے والا حصہ صحیح البخاری، حدیث: 4730 ، قوسین کے بعد والا حصہ صحیح مسلم، حدیث: 2849 اور قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب النار یدخلها الجبارون ...... ، حدیث: 2850 کے سیاق کے مطابق ہیں۔ [2] صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها......، باب في دوام نعیم أهل الجنة......، حدیث: 2837 و اللفظ له. صحیح مسلم میں لفظ: [تَعِيشُوا] کے بجائے [تَحْيَوْا] ہے، اس کے لیے دیکھیے المعجم الصغیر للطبرانی، باب من اسمه إبراهیم: 140/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



طرح کا عذاب کسی اور کو نہیں دے گا۔ اور اگر ان کی کچھ نیکیاں ہوئیں تو ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ آخرت سے پہلے انھیں دنیا ہی میں چکا دے گا۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴾ ''اور بے شک ہم انھیں ان کا حصہ پورا پورا بلا کم و کاست دینے والے ہیں۔'' عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ہم انھیں ان کے عذاب کا حصہ پورا پورا دینے والے ہیں۔[1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی جس میں لوگوں نے اختلاف کیا، کچھ ایمان لے آئے اور کچھ نے کفر کیا اور اے محمد (ﷺ!) سابقہ انبیاء آپ کے لیے نمونہ ہیں، لہٰذا یہ لوگ جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں، اس سے آپ دل آزردہ نہ ہوں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ﴾ ''اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے (طے) نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا۔'' ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر یہ بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی کہ عذاب کو ایک مدت مقررہ تک کے لیے مؤخر کر دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کا فیصلہ فرما دیتا۔[2] اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ وہ حجت پوری کرنے اور رسولوں کو بھیجنے کے بغیر کسی کو عذاب نہیں دیتا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ○ ﴾ (بنی إسرآءیل 15:17) ''اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔'' اور ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ○ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ﴾ (طٰہٰ 20:129,130) ''اور اگر ایک بات آپ کے پروردگار کی طرف سے پہلے صادر اور (جزائے اعمال کے لیے) ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو (نزولِ) عذاب لازم ہو جاتا۔ لہٰذا جو کچھ یہ بکواس کرتے ہیں آپ اس پر صبر کیجیے۔''

**تمام امتیں اللہ کے روبرو حاضر ہوں گی:** پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اگلی پچھلی تمام امتوں کو جمع کرے گا اور ان کے اعمال کے مطابق انھیں بدلہ دے گا۔ اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا دے گا اور اگر برے ہوئے تو سزا دے گا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ ''اور بے شک آپ کا پروردگار ان سب کو (قیامت کے دن) ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا، بے شک جو عمل یہ کرتے ہیں وہ اس سے خوب واقف ہے۔'' یعنی وہ ان کے چھوٹے بڑے تمام اعمال سے واقف ہے۔ اس آیت کے بارے میں بہت سی قراءتیں ہیں جن سب کے مطابق معنی و مفہوم یہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے جیسا کہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ میں بھی اگرچہ قراءتیں مختلف لیکن معنی و مفہوم ایک ہی ہے۔ ﴿ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ○ ﴾ (یٰسٓ 36:32) ''اور سب کے سب (لوگ) ہمارے روبرو حاضر کیے جائیں گے۔''

[1] تفسير ابن أبي حاتم:2089/6. [2] تفسير الطبري:160/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿112﴾

چنانچہ (اے نبی!) آپ ثابت قدم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جنھوں نے آپ کے ساتھ توبہ کی (ایمان لائے) اور تم سرکشی نہ

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

کرو، بے شک تم جو عمل کرتے ہو وہ (اللہ) انھیں دیکھ رہا ہے ﴿112﴾ اور تم ان لوگوں کی طرف نہ جھکو جنھوں نے ظلم کیا، ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی، اور

اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿113﴾

تمھارے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست نہ ہوگا، پھر تمھاری مدد نہ کی جائے گی ﴿113﴾

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ

اور آپ نماز قائم کریں دن کی دونوں طرفوں (صبح و شام) اور رات کی کچھ گھڑیوں میں، بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ یہ (اللہ کا) ذکر

ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿114﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿115﴾

کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے ﴿114﴾ اور آپ صبر کریں، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ﴿115﴾

## تفسیر آیات:113,112

**استقامت کا حکم:** اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ثبات و استقلال اور استقامت کو اختیار کریں کہ یہ دشمنوں کے خلاف فتح و نصرت اور مخالفت کے سلسلے میں بہت مدد و معاون ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بغاوت و سرکشی سے منع فرمایا ہے کہ یہ شکست ہے، خواہ مشرک کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، نیز فرمایا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے تمام اعمال سے باخبر ہے اور اس سے کوئی چھوٹی بڑی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''اور جو لوگ ظالم ہیں ان کی طرف مائل نہ ہونا۔'' علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مداہنت سے کام نہ لو۔[1] اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ ظالموں کی طرف مائل نہ ہونا۔[2] یہ ایک اچھا قول ہے، یعنی ظالموں سے مدد نہ لینا کہ یوں معلوم ہو کہ تم بھی ان کے اعمال سے راضی ہو۔ ﴿فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿113﴾﴾ ''ورنہ تمھیں آگ آ لپٹے گی اور اللہ کے سوا تمھارے اور دوست نہیں ہیں، پھر تم کو (کہیں سے) مدد نہ مل سکے گی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تمھارا کوئی دوست نہ ہوگا جو تمھیں بچا سکے اور نہ کوئی مددگار ہوگا جو تم سے عذاب الٰہی ہٹا سکے۔

## تفسیر آیات:115,114

**اقامتِ نماز کا حکم:** علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ﴾ ''اور دن کے دونوں سروں (صبح شام) میں نماز پڑھا کرو'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد صبح اور مغرب کی نمازیں ہیں۔ حسن اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔[3] اور امام حسن بصری رحمہ اللہ سے ایک دوسری روایت کے مطابق، نیز

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2089/6. [2] تفسیر الطبري: 165/12. [3] تفسیر الطبري: 167,166/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قتادہ اور ضحاک وغیرہ سے مروی ہے کہ اس سے صبح اور عصر کی نمازیں مراد ہیں۔[1] امام مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے صبح کی نماز مراد ہے جو دن کے ابتدائی حصے سے تعلق رکھتی ہے اور ظہر و عصر کی نماز مراد ہے جو دن کے آخری حصے سے تعلق رکھتی ہے۔ محمد بن کعب قُرظی اور ضحّاک سے بھی ایک روایت یہی ہے۔[2] ﴿ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ﴾ ''اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور حسن وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے نمازِ عشا مراد ہے۔[3] ابن مبارک کی مبارک بن فضالہ سے اور ان کی امام حسن سے جو روایت ہے اس کے مطابق اس سے مغرب و عشا کی نمازیں مراد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے: [هُمَا زُلَفتَا اللَّيلِ: اَلْمَغرِبُ وَالْعِشَاءُ] ''مغرب و عشا رات کی ابتدائی ساعات ہیں۔''[4] مجاہد، محمد بن کعب، قتادہ اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مغرب و عشا کی نمازیں مراد ہیں۔[5] اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ آیت کریمہ شبِ معراج کو نماز پنجگانہ فرض ہونے سے پہلے نازل ہوئی ہو۔ اس وقت دو نمازیں فرض تھیں، ایک نماز طلوعِ آفتاب سے پہلے اور دوسری غروبِ آفتاب سے پہلے۔ نیز رات کا قیام بھی نبیٔ اکرم ﷺ اور امت پر واجب تھا، پھر امت کے حق میں یہ منسوخ ہو گیا اور آپ ﷺ کے حق میں واجب رہا اور ایک قول کے مطابق آپ ﷺ کے لیے بھی اس کے وجوب کو منسوخ کر دیا گیا تھا۔ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ.

**نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔'' یعنی بے شک نیک کام سابقہ گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام احمد اور اہل سنن نے امیر المؤمنین علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی حدیث سنتا تو اس سے اللہ تعالیٰ جس قدر چاہتا مجھے فائدہ عطا فرما دیتا اور اگر کوئی اور شخص مجھ سے آپ کی حدیث کو بیان کرتا تو میں اس سے قسم لیتا اگر وہ قسم دے دیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا، مجھ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: [مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُّذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِذٰلِكَ الذَّنْبِ إِلَّا غَفَرَ لَهُ] ''جو مسلمان کوئی گناہ کر بیٹھے اور وضو کر کے دو رکعتیں پڑھ لے، پھر اللہ تعالیٰ سے اُس گناہ کی معافی مانگ لے تو وہ اس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔''[6]

صحیح بخاری و مسلم میں امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے لوگوں کو اس طرح وضو کر کے دکھایا جس طرح رسول اللہ ﷺ وضو فرمایا کرتے تھے، پھر کہا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح وضو کیا اور فرمایا:

---

[1] تفسير الطبري: 167,166/12. [2] تفسير الطبري: 166/12. [3] تفسير الطبري: 169/12. [4] تفسير الطبري: 170/12 لیکن یہ روایت مرسل ہے۔ [5] تفسير الطبري: 171,170/12. [6] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث: 1521 و جامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في الصلاة عند التوبة، حديث: 406 و السنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، ما يفعل من بُلي بذنب وما يقول: 109/6، حديث: 10247 و مسند أحمد: 9/1 واللفظ له و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في أن الصلاة كفارة، حديث: 1395.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



[مَنْ تَوَضَّأَ وُضُوئِی هٰذَا]، [ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ] ''جو میرے اس وضو کی طرح وضو کرے، پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ان میں اپنے نفس سے بات نہ کرے (خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھے) تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''①

**صغیرہ گناہوں کو مٹانے کا بہترین طریقہ:** صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟ قَالُوا: لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ، قَالَ: فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا] ''بھلا بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر جاری وساری ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ بار غسل کرے تو کیا اس کا کوئی میل کچیل باقی رہے گا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: نہیں، آپ نے فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ پانچوں نمازوں سے خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے۔''② امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیان فرمایا کرتے تھے: [اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلٰى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ، إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ] ''پانچوں نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعے تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے، بشرطیکہ (انسان) کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔''③

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت کو بوسہ دیا اور اس نے نبیٔ اکرم ﷺ کو اس کے بارے میں بتا دیا تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ﴾ ''اور دن کے دونوں سروں (صبح شام کے اوقات میں) اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں نماز پڑھا کرو، کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔'' اس شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا یہ حکم بطور خاص میرے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: [لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ] ''میری ساری امت کے لیے یہی حکم ہے۔'' امام بخاری نے اسے کتاب الصلاۃ میں روایت کیا ہے، نیز اس حدیث کو کتاب التفسیر میں بھی اسی طرح بیان فرمایا ہے۔④

---

① صحیح البخاری، الوضوء، باب الوضوء ثلاثًا ثلاثًا، حدیث: 159 و 1934 وصحیح مسلم، الطهارة، باب صفة الوضوء و کماله، حدیث: (4)-226. البتہ اس حدیث کا پہلا حصہ صحیح البخاری، حدیث: 1934 اور دوسرا حصہ حدیث: 159 کے مطابق ہے۔ ② صحیح البخاری، مواقیت الصلاة، باب الصلوات الخمس كفارة، حديث: 528 وصحيح مسلم، المساجد......، باب المشی إلی الصلاة تمحی به الخطايا وترفع به الدرجات، حديث: 667 واللفظ له. ③ صحيح مسلم، الطهارة، باب الصلوات الخمس......، حديث: (16)-233. ④ صحيح البخاری، مواقيت الصلاة، باب الصلاة كفارة، حديث: 526 والتفسير، باب قوله: ﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ......﴾ (هود11:114)......، حديث: 4687 وصحيح مسلم، التوبة، باب قوله تعالى: ﴿إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ﴾، حديث: 2763.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا

پھر ان امتوں میں، جو تم سے پہلے گزریں، ایسے عقل و بصیرت والے کیوں نہ ہوئے جو زمین میں (لوگوں کو) فساد (پھیلانے) سے روکتے مگر تھوڑے

قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿116﴾

ہی ان میں سے جنھیں ہم نے نجات دی اور جن لوگوں نے ظلم کیا وہ ان چیزوں کے پیچھے لگے رہے جن میں وہ (ظالم) آسودگی دیے گئے تھے، اور وہ

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿117﴾

مجرم تھے ﴿116﴾ اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ظلم کے ساتھ ہلاک کرے جبکہ ان کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں ﴿117﴾

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ ایک عورت کچھ خریدنے کے لیے جب میرے پاس آئی تو میں نے اسے کوٹھڑی میں داخل کر لیا اور مقاربت کے سوا سب کچھ کیا۔ انھوں نے فرمایا: تجھ پر افسوس! شاید یہ ایسی عورت ہو کہ اس کا شوہر جہاد کے لیے گھر سے باہر ہو۔ اس نے کہا: جی ہاں، تو آپ نے فرمایا: جاؤ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھو۔ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ پوچھا تو انھوں نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح یہی فرمایا کہ شاید یہ ایسی عورت ہو کہ جس کا شوہر جہاد کے لیے گھر سے باہر ہو۔

پھر اس شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ صورت حال بیان کی تو آپ نے بھی یہی فرمایا: [فَلَعَلَّهَا مُغِيبٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ] ''شاید یہ ایسی عورت ہو کہ اس کا شوہر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے گھر سے باہر ہو۔'' پھر اس کے بارے میں یہ مکمل آیت کریمہ نازل ہوگئی: ﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ...... ﴾ الآیۃ ''اور دن کے دونوں سروں (صبح شام کے اوقات میں) اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں نماز پڑھا کرو، کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں......'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) کیا یہ حکم خاص میرے لیے ہے یا سب لوگوں کے لیے عام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر اپنا ہاتھ مارا اور کہا کہ تمھارے لیے آنکھ کی ٹھنڈک نہ ہو، یہ حکم سب لوگوں کے لیے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا: [صَدَقَ عُمَرُ] ''(ہاں!) عمر سچ کہتے ہیں۔''[1]

## تفسیر آیات: 117,116

**برائیوں سے روکنے والی جماعت ضرور ہونی چاہیے:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو امتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں، ان میں کچھ ایسے اہل خیر باقی کیوں نہ رہے جو لوگوں کو زمین میں وقوع پذیر ہونے والے شر و فساد اور منکرات سے منع کرتے۔ ہاں، البتہ اس قسم کے تھوڑے سے لوگ ضرور موجود ہیں جو زیادہ تعداد میں نہیں ہیں، انھی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب کے وقت نجات دی تھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس امت (محمدیہ) کو حکم دیا ہے کہ اس میں ایسے لوگ ضرور ہوں جو نیکی کا حکم دیں

---

① مسند أحمد: 245/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿118﴾ اِلَّا مَنْ

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو یقیناً تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا، لیکن وہ ہمیشہ (باہم) اختلاف کرتے رہیں گے ﴿118﴾ سوائے ان لوگوں کے

رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ

جن پر آپ کے رب نے رحم کیا، اور اسی لیے اس نے انھیں پیدا کیا، اور آپ کے رب کی بات پوری ہوئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں،

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿119﴾

سب سے ضرور بھروں گا ﴿119﴾

اور برائی سے منع کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○﴾ (آل عمرٰن3:104) ''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے، یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔'' اور حدیث میں ہے: [إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا...... الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُغَيِّرُوهُ أَوْشَكَ أَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ] ''لوگ جب برائی کو دیکھیں اور اسے نہ بدلیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے۔''[1] اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ﴾ ''تو جو امتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں ان میں ایسے ہوش مند کیوں نہ ہوئے جو زمین میں خرابی کرنے سے روکتے۔ ہاں، (ایسے) تھوڑے سے (تھے) جن کو ہم نے ان میں سے نجات بخشی۔''

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ ﴾ ''اور جو ظالم تھے وہ انھی باتوں کے پیچھے لگے رہے جن میں عیش و آرام تھا۔'' یعنی وہ معاصی اور منکرات میں مبتلا رہے اور ان کو سمجھانے اور راہ ہدایت پر لانے کی طرف انھوں نے کوئی توجہ نہ دی حتی کہ اچانک عذابِ الٰہی کی گرفت میں آ گئے۔ ﴿ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿116﴾﴾ ''اور (کیونکہ) وہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے صرف ظالم بستی ہی کو تباہ کیا ہے اور صرف ظالم لوگ ہی اس کے عذاب کی گرفت میں آتے ہیں اور مصلحین کی بستی میں کبھی عذاب نہیں آتا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ﴾ (ہود11:101) ''اور ہم نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ○﴾ (حٰمٓ السجدۃ41:46) ''اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''

## تفسیر آیات: 119,118

**اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین کو ایمان عطا نہیں کیا:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بلاشبہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ تمام اہل زمین

[1] موارد الظمآن، الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر: 80,79/6، حديث: 1837 عن قيس بن أبي حازم ﷺ وسنن ابن ماجه، الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، حديث: 4005. لیکن ابن ماجہ میں [فَلَمْ يُغَيِّرُوهُ] کے بجائے [فَلَا يُغَيِّرُونَهُ] ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو ایمان یا کفر کی ایک ہی امت بنا دیتا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے : ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا ؕ﴾ (یونس 10:99) ''اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں، سب کے سب ایمان لے آتے۔'' ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ ﴿118﴾ ﴾ ''اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔'' یعنی لوگوں میں ادیان، اعتقادات، ملتوں، فرقوں، مذاہب اور افکار و آراء کے اعتبار سے ہمیشہ اختلاف رہے گا۔

**فرقۂ ناجیہ:** فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ﴾ ''مگر جن پر آپ کا پروردگار رحم کرے۔'' یعنی اختلاف سے وہ لوگ بچیں گے جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا جو رسولوں کی فرمانبرداری کریں اور دین کے ان احکام پر سختی سے عمل پیرا ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے انھیں بتایا ہوگا۔ یہ لوگ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی اتباع کرتے رہے، پھر جب سب سے آخر میں سید الانبیاء و خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ تشریف لائے تو انھوں نے آپ کی اتباع کی، آپ کی تصدیق کی اور آپ کی نصرت و اعانت میں کمربستہ ہو کر دنیا و آخرت کی سعادتوں سے ہمکنار ہو گئے کیونکہ یہی لوگ اس فرقہ ناجیہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کا ذکر اس حدیث میں مذکور ہے جو مسانید اور سنن میں ایسی مختلف سندوں سے مروی ہے جو ایک دوسری کے لیے باعث تقویت ہیں: [إِنَّ الْیَهُودَ افْتَرَقَتْ عَلٰی إِحْدٰی وَسَبْعِینَ فِرْقَةً]، [افْتَرَقَتِ النَّصَارٰی عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِینَ فِرْقَةً]، [وَّتَتَفَرَّقُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِینَ فِرْقَةً]، [كُلُّهَا فِی النَّارِ إِلَّا فِرْقَةً وَّاحِدَةً]، [قَالَ: وَمَنْ هِیَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَیْهِ وَأَصْحَابِی] ''یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، نصاریٰ بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور یہ امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی اور ایک فرقے کے سوا یہ تمام فرقے جہنم رسید ہوں گے، عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: وہ جو اس کے مطابق عمل کریں گے جس پر میرا اور میرے صحابہ کا عمل ہے۔''[1] امام حاکم نے بھی اسے مستدرک میں اس روایت کے آخری الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔[2]

**بہشتِ جاوداں کے مستحق کمزور لوگ ہیں:** ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿119﴾ ﴾ ''اور آپ کے پروردگار کا قول پورا ہو گیا کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں، سب سے بھر دوں گا۔'' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بے پایاں علم و حکمت اور قضا و قدر کے مطابق یہ فیصلہ فرما رکھا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے جنت کا مستحق کون ہے اور جہنم کا مستحق کون۔ اور وہ جہنم کو بھی جنوں اور انسانوں سے ضرور بھرے گا اور اس میں بھی اس کی

① اس حدیث کے اجزا مختلف طرق سے لیے گئے ہیں، دیکھیے صحیح ابن حبان، التاریخ، باب إخباره ﷺ عما یكون فی أمته من الفتن والحوادث: 125/15، حدیث: 6731 و سنن ابن ماجه، الفتن، باب افتراق الأمم، حدیث: 3992 و مجمع الزوائد، قتال أهل البغی، باب ما جاء فی الخوارج: 226/6، حدیث: 10401 و جامع الترمذی، الإیمان، باب ما جاء فی افتراق هذه الأمة، حدیث: 2641 ، مزید دیکھیے سنن أبی داود، السنة، باب شرح السنة، حدیث: 4596 و مسند أحمد: 332/2 عن أبی هریرة وعبدالله بن عمرو و عوف بن مالك ﷺ. ② المستدرك للحاكم، العلم، فصل فی توقیر العالم: 129/1، حدیث: 444.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ

اور ہم رسولوں کی خبروں میں سے آپ کو وہ (خبر) سناتے ہیں جس سے ہم آپ کا دل مضبوط رکھتے ہیں، اور اس (سورت) میں آپ کے پاس حق آ گیا

الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿120﴾

اور مومنوں کے لیے نصیحت اور یاد دہانی بھی ﴿120﴾

حجت بالغہ اور حکمت کاملہ کارفرما ہے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[اِخْتَصَمَتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ الْجَنَّةُ، مَا لِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ، وَقَالَتِ النَّارُ: أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْجَنَّةِ: أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ، وَقَالَ لِلنَّارِ: أَنْتِ عَذَابِي أَنْتَقِمُ بِكِ مِمَّنْ أَشَاءُ، وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْكُمَا مِلْؤُهَا، فَأَمَّا الْجَنَّةُ فَلَا يَزَالُ فِي الْجَنَّةِ فَضْلٌ، حَتّٰى يُنْشِئَ اللّٰهُ لَهَا خَلْقًا فَيُسْكِنُهُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ، لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ تَقُولُ: هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ حَتّٰى يَضَعَ فِيهَا رَبُّ الْعِزَّةِ قَدَمَهٗ فَتَقُولُ: قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ]

’’جنت اور جہنم کی آپس میں گفتگو ہوئی تو جنت نے کہا کہ آخر کیا بات ہے کہ مجھ میں کمزور اور نادار لوگ ہی داخل ہوئے ہیں۔ جہنم نے جواب دیا: اس لیے کہ تمام متکبر اور سرکش لوگ میرے سپرد کر دیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہے، تیرے ساتھ میں جس کو چاہوں اپنی رحمت سے نواز دوں۔ اور جہنم سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے، تیرے ساتھ میں جس سے چاہوں انتقام لوں۔ میں تم میں سے ہر ایک کو بھر دوں گا۔ جنت میں برابر اضافہ ہوتا رہے گا حتی کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک ایسی مخلوق پیدا فرمائے گا، جسے اللہ تعالیٰ جنت کے باقی ماندہ حصے میں بسائے گا۔ جہنم کی طرف سے مسلسل یہ مطالبہ رہے گا کہ کچھ اور بھی ہے؟ حتی کہ اللہ رب العزت اس پر اپنا قدم مبارک رکھ دے گا تو پھر جہنم کہے گا: بس بس تیری عزت کی قسم۔‘‘ ①

## تفسیر آیت:120

**سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی تکذیب کا سامنا کرنا پڑا:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے انبیاء کے ان کی امتوں کے ساتھ واقعات ان کے باہمی اختلافات و تنازعات، پھر انبیاء کو اپنی امتوں کی طرف سے جس تکذیب اور ایذا کا سامنا کرنا پڑا اور اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے مومن بندوں کی نصرت و اعانت فرمائی اور کافروں اور دشمنوں کو

① حدیث کے الفاظ حضرت ابوہریرہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی بخاری و مسلم کی روایات سے لیے گئے ہیں، دیکھیے صحیح البخاری، التوحید، باب ما جاء فی قول اللّٰه تعالیٰ: ﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (الأعراف 56:7)، حدیث:7449 وصحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب النار يدخلها الجبارون......، حدیث:2846 اوران کے اطراف۔ ومسند أحمد:234/3 جبکہ [أَنْتَقِمُ بِكِ مِمَّنْ شِئْتُ] کے الفاظ جامع الترمذی، صفة الجنة، باب ما جاء في احتجاج الجنة والنار، حدیث:2561 میں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿121﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ

اور آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے جو ایمان نہیں لاتے: تم اپنی جگہ عمل کرو، بے شک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں ﴿121﴾ اور تم انتظار کرو، بے شک ہم بھی

اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿122﴾

انتظار کرنے والے ہیں ﴿122﴾

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا

اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب، اور سب کام اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں، چنانچہ آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر توکل

10 ع 14 10 رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿123﴾ ع

کریں، اور آپ کا رب اس سے غافل نہیں جو تم عمل کرتے ہو ﴿123﴾

ذلت ورسوائی سے دوچار کیا تو یہ سب کچھ اے محمد (ﷺ!) ہم اس لیے بیان کر رہے ہیں تاکہ آپ کے دل کو قائم رکھیں اور آپ اپنے سابقہ انبیاء بھائیوں کو اپنے لیے اسوہ ونمونہ بنالیں۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ﴾ ''اور ان (قصص) میں آپ کے پاس حق پہنچ گیا۔'' یعنی یہاں حق سے مراد یہ سورت ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سلف کی ایک جماعت نے فرمایا ہے اور یہی صحیح بات ہے۔[1] کیونکہ یہ سورت انبیائے کرام کے واقعات پر مشتمل ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور مومنوں کو کس طرح نجات عطا فرمائی اور کافروں کو کس طرح تباہ وبرباد کر دیا تھا۔ اور اس سلسلے میں اس سورت میں حقیقی واقعات اور سچی خبریں بیان کی گئی ہیں جن میں نصیحت کا ایسا سامان ہے کہ کافر اپنی غلط روش سے باز آ سکتے اور مومن اس سے نصیحت اور یاددہانی حاصل کر سکتے ہیں۔

## تفسیر آیات: 122,121

**انجام کس کا اچھا ہوگا؟** اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ ان لوگوں سے بطورِ سرزنش یہ کہہ دیں جو اس دین پر ایمان نہیں لاتے جسے آپ لائے ہیں: ﴿اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ﴾ ''کہ تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ۔'' یعنی تم اپنے طریقے اور اسلوب کے مطابق عمل کرو۔ ﴿اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿121﴾﴾ ''بے شک ہم (اپنی جگہ) عمل کیے جاتے ہیں۔'' یعنی اپنے طریقے اور اپنے اسلوب کے مطابق۔ ﴿وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿122﴾﴾ ''اور (نتیجۂ اعمال کا) تم بھی انتظار کرو، بے شک ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔'' یعنی عنقریب تم یہ جان لوگے کہ آخرت میں اچھا انجام کس کا ہوگا اور ظالم لوگ تو کبھی فلاح پا ہی نہیں سکتے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے کیے ہوئے تمام وعدوں کو پورا فرما دیا، آپ کو اپنی تائید ونصرت سے نوازا، اپنے کلمے کو سربلند کیا، کافروں کی بات کو پست کر دیا اور اللہ ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

## تفسیر آیت: 123

**اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اختیار:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہے، بالآخر سب کو اسی

[1] تفسیر الطبری: 190,189/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور وہ حساب کے دن ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔ اسی نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اور کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اور صرف اسی کی عبادت کی جائے، اس کی ذات گرامی پر بھروسا رکھا جائے۔ جو اس پر بھروسا رکھے اور اسی کی طرف رجوع کرے تو بس وہ اس کے لیے کافی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اور جو عمل تم کر رہے ہو آپ کا پروردگار اس سے بے خبر نہیں ہے۔'' اے محمد (ﷺ!) اللہ تعالیٰ آپ کی تکذیب کرنے والوں سے غافل نہیں ہے بلکہ وہ ان کے احوال سے خوب آگاہ ہے اور ان کے اعمال کے مطابق ہی وہ دنیا و آخرت میں انھیں پورا پورا بدلہ دے گا اور دونوں جہانوں میں وہ آپ کو اور آپ کی جماعت کو ان کے مقابلے میں فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا۔

تفسیر سورۂ ہود مکمل ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ الْمِنَّةُ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# تفسیر سُورۂ یوسُف

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۟ ① اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ②

الٓر، یہ واضح کتاب کی آیات ہیں ① بے شک ہم نے اسے عربی قرآن نازل کیا تاکہ تم سمجھو ② (اے نبی!)

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ

آپ کی طرف یہ قرآن وحی کر کے ہم آپ کو ایک بہترین داستان سناتے ہیں جبکہ یقیناً اس سے پہلے

مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ③

آپ بے خبروں میں سے تھے ③

## تفسیر آیات :1-3

**اوصافِ قرآنِ کریم:** حروفِ مقطعات کے بارے میں سورۂ بقرہ کے آغاز میں تفصیل سے بحث ہو چکی، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۟ ① ﴾ یعنی یہ کتاب کی آیتیں ہیں۔ یہاں کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے جو بہت واضح اور روشن کتاب ہے اور مبہم اشیاء کو نہایت وضاحت وصراحت کے ساتھ کھول کھول کر بیان کرتی اور ان کی تفسیر وتشریح کرتی ہے۔ ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ② ﴾

''بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔''

اس لیے کہ عربی زبان دیگر تمام زبانوں کی نسبت سب سے زیادہ فصیح، روشن اور وسیع ہے اور انسانی جذبات واحساسات کو سب سے زیادہ بہتر طور پر ادا کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آسمانی کتابوں میں سے سب سے اشرف و افضل کتاب کو سب سے اشرف وافضل زبان میں نازل کیا گیا۔ اور اسے سب سے اشرف فرشتے کے ذریعے سے، تمام رسولوں میں سے اشرف رسول پر روئے زمین کے سب سے بہترین حصے پر نازل کیا گیا، نیز اس کتاب کے نزول کا آغاز بھی سال کے سب سے اشرف مہینے، یعنی رمضان المبارک میں ہوا تھا۔ الغرض ہر قسم کے شرف وفضل سے اس کتاب مقدس کو سرفراز کیا گیا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ ﴾ ''(اے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ

جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے ابا جان! بے شک میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند میں نے انھیں

لِيْ سٰجِدِيْنَ ④

دیکھا کہ مجھے سجدہ کررہے ہیں④

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

اس (یعقوب) نے کہا: میرے پیارے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا، ورنہ وہ تیرے لیے کوئی (بری) تدبیر کریں گے، بے شک شیطان

لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ⑤

انسان کا کھلا دشمن ہے⑤

پیغمبر!) ہم اس قرآن سے، جو ہم نے آپ کی طرف بھیجا ہے، آپ کو ایک نہایت اچھا قصہ سناتے ہیں۔'' یعنی آپ کی طرف یہ قرآن بھیجنے کے سبب ہم یہ قصہ سناتے ہیں۔

**سببِ نزول:** اس آیتِ کریمہ کے سببِ نزول میں ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ ہمیں کوئی قصہ سنائیں تو اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔[1]

### تفسیر آیت: 4

**حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! جب یوسف علیہ السلام نے اپنے والد گرامی سے (اپنا خواب جس کا ذکر آگے آرہا ہے) بیان کیا، وہ قصہ بھی آپ اپنی قوم کو سنائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔[2] مفسرین نے اس خواب کی تعبیر کے بارے میں بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ گیارہ ستاروں سے گیارہ بھائیوں کی طرف اشارہ تھا کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ان کے سوا گیارہ بھائی تھے اور سورج اور چاند سے ان کے ماں باپ کی طرف اشارہ تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، ضحاک، قتادہ، سفیان ثوری، اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ سے اس خواب کی یہی تعبیر مروی ہے۔[3]

یاد رہے! خواب کی یہ تعبیر چالیس سال بعد رونما ہوئی تھی۔[4] ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ اسی (80) سال بعد رونما ہوئی جبکہ انھوں نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھا لیا تھا اور ان کے بھائی بھی اس وقت ان کے سامنے تھے، ﴿وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ﴾ (یوسف 100:12) ''اور وہ (سب) یوسف کے آگے سجدے میں گر پڑے اور (اس وقت یوسف نے) کہا: ابا جان! یہ ہے میرے پہلے کے خواب کی تعبیر، یقیناً میرے پروردگار نے اسے سچ کر دیا۔''

① تفسیر الطبری:196/12. ② تفسیر الطبری:197/12. ③ تفسیر الطبری:198/12. ④ الدر المنثور:65/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ

اور اسی طرح تیرا رب تجھے ممتاز (مقام عطا) کرے گا اور تجھے باتوں کی اصل حقیقت سمجھنے میں سے کچھ سکھائے گا، اور تجھ پر اور آل یعقوب پر اپنی

وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

نعمت پوری کرے گا جس طرح اس نے اس سے پہلے اسے تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر پورا کیا تھا، بے شک تیرا رب خوب جاننے والا،

1 ع 6 11 عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑥ ع

بڑی حکمت والا ہے ⑥

### تفسیر آیت:5

**حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب مخفی رکھنے کا حکم دیا:** اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے انھیں اپنا یہ خواب سنایا جس کی تعبیر یہ تھی کہ ان کے بھائی ایک دن ان کے سامنے عجز وانکسار کا اظہار کریں گے اور ان کی حد درجہ تعظیم بجالاتے ہوئے ان کی عزت واحترام اور عظمتِ شان کے باعث ان کے آگے سجدے میں گر جائیں گے تو انھوں نے یوسف علیہ السلام کو اپنے کسی بھی بھائی کے سامنے یہ خواب بیان کرنے سے منع کر دیا تاکہ وہ حسد میں مبتلا ہو کر آپ کے خلاف کوئی سازش نہ شروع کر دیں، چنانچہ آپ نے فرمایا: ﴿لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ﴾ ”اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا، ورنہ وہ تمھارے حق میں کوئی فریب کی چال چلیں گے۔“ یعنی تمھارے خلاف کوئی حیلہ سازی کر کے تمھیں ہلاک کر دیں گے۔

**پسندیدہ اور ناپسندیدہ خوابوں سے متعلق چند مسائل:** سنت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [......فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَّا يُحِبُّ (وَلْيُحَدِّثْ بِهَا) وَإِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ (وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ)، (وَلْيَتْفُلْ عَنْ يَّسَارِهِ ثَلَاثًا وَّلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا) وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا أَحَدًا فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ] ”...... چنانچہ تم میں سے کوئی جب پسندیدہ خواب دیکھے تو اسے بیان کر دے اور اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کروٹ بدل لے، اپنی بائیں طرف تین بار (معمولی سا) تھوک دے اور اس خواب کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور کسی کے سامنے اس خواب کو بیان نہ کرے تو اس خواب سے اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔“[1]

اور ایک دوسری حدیث میں ہے جسے امام احمد اور بعض اہل سنن رحمہ اللہ نے بروایت معاویہ بن حیدہ قُشیری رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلرُّؤْيَا عَلٰى رِجْلِ طَائِرٍ مَّا لَمْ تُعَبَّرْ ، فَإِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ] ”جب تک خواب کی تعبیر بیان نہ

① صحیح البخاری، التعبیر، باب إذا رأى مايكره فلا يخبر بها ولا يذكرها، حديث:7044 وصحیح مسلم، الرؤيا، باب في كون الرؤيا من الله وأنها جزء من النبوة، حديث:(4)-2261 لیکن قوسین والے الفاظ کے لیے دیکھیے صحیح البخاری، حدیث:7045 وصحیح مسلم، حدیث:2262 ومسند أحمد:296/5 عن أبي قتادة وأبي سعيد الخدري و جابر رضی اللہ عنہم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑦ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ

البتہ تحقیق یوسف اور اس کے بھائیوں (کے واقعے) میں سائلوں کے لیے نشانیاں ہیں ⑦ جب انھوں نے (آپس میں) کہا: یوسف اور اس

اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۚۖ ⑧ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ

کا بھائی (بنیامین) تو ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں، حالانکہ ہم ایک (طاقتور) جماعت ہیں، بے شک ہمارا باپ البتہ واضح غلطی پر ہے ⑧

اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ⑨ قَالَ

تم یوسف کو قتل کر دو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو کہ تمھارے باپ کا چہرہ تمھارے لیے خالی (مخصوص) ہو جائے، اور اس کے بعد تم نیک لوگ

قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ

بن جانا ⑨ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: تم یوسف کو قتل نہ کرو اور تم اسے کنویں کی تہ (گہرائی) میں ڈال دو کہ اسے کوئی مسافر اٹھا لے

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ⑩

(جائے)، اگر تم (کچھ) کرنے ہی والے ہو ⑩

کی جائے تو وہ ایسے ہے جیسے پرندے کے پاؤں پر ہو اور جب خواب کی تعبیر بیان کر دی جائے تو وہ وقوع پذیر ہو جاتی ہے۔''[1]

### تفسیر آیت:6

**حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو منتخب کیا اور یہ ستارے اور شمس و قمر سجدہ کرتے ہوئے دکھائے ہیں، ﴿ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ ﴾ ''اور اسی طرح اللہ تمھیں برگزیدہ (و ممتاز) کرے گا۔'' یعنی نبوت و رسالت سے سرفراز فرمائے گا، ﴿ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ﴾ ''اور (خواب کی) باتوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا۔'' امام مجاہد اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے بیان فرمایا ہے: ﴿ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ﴾ سے خوابوں کی تعبیر کا علم مراد ہے۔[2]

﴿ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ ﴾ ''اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے گا۔'' یعنی تمھاری طرف وحی بھیجے گا اور تمھیں نبوت و رسالت سے سرفراز فرمائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ﴾ ''جس طرح اس نے اپنی نعمت پہلے تمھارے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر پوری کی تھی۔'' ابراہیم سے اللہ کے پیغمبر سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور اسحاق سے ان کے صاحبزادے حضرت اسحاق علیہما السلام مراد ہیں۔ ﴿ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑥ ﴾ ''بے شک تمھارا پروردگار (سب کچھ) جاننے والا (اور) خوب حکمت والا ہے۔'' یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ نبوت و رسالت کا مستحق کون ہے جیسا کہ دوسری

① جامع الترمذي، الرؤيا، باب ماجاء في تعبير الرؤيا، حديث:2279 و سنن ابن ماجه، تعبير الرؤيا، باب الرؤيا إذا عبرت وقعت......، حديث: 3914 و سنن أبي داود، الأدب، باب في الرؤيا، حديث: 5020 و اللفظ له و مسند أحمد:10/4 عن أبي رزين العقيلي رضی اللہ عنہ جبکہ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔ والله تعالى أعلم. ② تفسير الطبري:200/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آیت میں فرمایا ہے۔ ①

## تفسیر آیات: 7-10

**قصۂ یوسف علیہ السلام اور عبرت و نصیحت:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اپنے بھائیوں کے ساتھ اس قصے میں بہت سی نشانیاں ہیں، یعنی اس کے بارے میں سوال کرنے اور خبر معلوم کرنے والوں کے لیے عبرت و نصیحت کا بہت سا سامان ہے۔ اور یہ واقعی ایک بہت عجیب و غریب قصہ ہے، اسے ضرور بیان کیا جانا چاہیے۔ ﴿ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا ﴾ ''جب انھوں نے (آپس میں) تذکرہ کیا کہ یوسف اور اس کا بھائی تو ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔'' انھوں نے اپنے گمان کے مطابق قسم کھا کر کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی، یعنی بنیامین جو ماں کی طرف سے آپ کا حقیقی بھائی تھا، ﴿ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ﴾ ''ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں، حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں۔'' اس لیے باپ کو ہماری نسبت ان دونوں سے زیادہ محبت نہیں کرنی چاہیے۔ ﴿ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۣ ⑧ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ ہمارا باپ صریح غلطی پر ہے۔'' یعنی ہماری نسبت انھیں فوقیت اور ترجیح دیتا اور ان سے زیادہ پیار کرتا ہے۔

**یوسف علیہ السلام کے خلاف بھائیوں کی سازشیں:** ﴿ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ ﴾ ''تم یوسف کو (یا تو جان سے) مار ڈالو یا کسی زمین میں پھینک دو، پھر تمھارے باپ کی توجہ صرف تمھاری طرف ہو جائے گی۔'' ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ شخص جو تمھارے باپ کی محبت میں تمھارے لیے رکاوٹ ہے، اسے رستے سے ہٹا دو تا کہ وہ صرف تمھاری طرف توجہ دینے لگے اور رستے سے ہٹانے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ یا تو اسے قتل کر دو یا پھر اسے کسی جگہ پھینک دو، اس طرح تم اس سے نجات پالو گے اور اپنے باپ کی توجہ کے مستحق بھی ٹھہرو گے۔ ﴿ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ⑨ ﴾ ''اور اس کے بعد تم نیک لوگ بن جانا۔'' یعنی گناہ کے ارتکاب سے پہلے ہی اس بات کو دل میں رکھو کہ اس کے بعد توبہ کر لیں گے۔

﴿ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ ﴾ ''ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا'' قتادہ اور محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ اس سے سب سے بڑا بھائی مراد ہے جس کا نام رُوبیل تھا۔ ② سدی کا قول ہے کہ یہ بات یہوذا نے کہی تھی۔ ③ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ بات کہنے والا شمعون تھا۔ ④ ﴿ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ ﴾ ''تم یوسف کو جان سے نہ مارو۔'' یعنی اس کی عداوت اور دشمنی میں اس حد تک نہ پہنچو کہ اسے قتل ہی کر ڈالو۔ اور وہ اسے قتل کر بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اس کے بارے میں پہلے ہی سے یہ فیصلہ فرما چکا تھا کہ اسے وحی و تنزیل سے سرفراز کیا جائے گا اور نہ صرف نبوت و رسالت کا تاج بلکہ مصر کی حکومت و بادشاہت کا تاج بھی اس کے سر پر رکھا جائے گا، اس لیے قتل کی سازش کو روبیل کی اس بات کی وجہ سے دور کر دیا کہ یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ کسی گہرے

① دیکھیے الأنعام، آیت: 124. ② تفسیر الطبری:203/12. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:2106/7. ④ تفسیر ابن أبی حاتم:2106/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ⑪ اَرْسِلْهُ مَعَنَا

انھوں نے کہا: اے ہمارے ابا جان! آپ کو کیا ہے کہ آپ ہم پر یوسف کی بابت اعتبار نہیں کرتے، حالانکہ یقیناً ہم اس کے خیر خواہ ہی ہیں ⑪ آپ

غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑫

کل اسے ہمارے ساتھ بھیجیں کہ خوب (پھل) کھائے (پیے) اور کھیلے کودے اور ہم یقیناً اس کے محافظ ہیں ⑫

کنویں میں پھینک دو۔ ﴿غَيٰبَتِ الْجُبِّ﴾ سے مراد گہرا کنواں ہے۔

﴿يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ﴾ ''کوئی راہ گیر اسے اٹھا لے گا۔'' یعنی کوئی گزرنے والا مسافر اسے لے جائے گا اور تم اس سے نجات پا جاؤ گے، لہٰذا اسے قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ⑩﴾ ''اگر تم (کچھ) کرنے ہی والے ہو۔'' یعنی اگر تم جو بات کہہ رہے ہو، اس کا پختہ عزم کیے ہوئے ہو تو پھر قتل کرنے کے بجائے اس طرح کر لو۔

محمد بن اسحاق بن یسار نے لکھا ہے کہ ان لوگوں نے اس طرح ایک بہت گھناؤنی اور سنگین سازش تیار کی جس میں قطع رحمی بھی تھی اور باپ کی نافرمانی بھی، ایک چھوٹے معصوم اور بے گناہ بچے پر ظلم بھی تھا اور ایک قابل صد احترام اور صاحبِ عزو شرف بوڑھے انسان کی ایذا رسانی بھی۔

اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ایک بہت بڑا گناہ بھی تھا کہ بیٹے اپنے باپ کے تمام حقوق کو پامال کر رہے تھے، بڑھاپے اور پیری کے عالم میں اس کے اور اس کے پیارے اور چھوٹے بچے میں جدائی ڈال رہے تھے جبکہ باپ کو اس چھوٹے، ننھے اور معصوم بچے سے بے پناہ محبت تھی اور بچے کو بھی کمزوری و ناتوانی اور صغرسنی کے باعث قدم قدم پر باپ کی حفاظت و نگہداشت کی ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ انھیں معاف فرمائے، وہ ارحم الراحمین ہے، بلا شبہ انھوں نے ایک عظیم اور سنگین جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ اسے امام ابن ابو حاتم نے بطریق سلمہ بن فضل روایت کیا ہے۔[1]

### تفسیر آیات: 12,11

**بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو لے جانے کی اجازت مانگی:** جب انھوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ قتل کرنے کے بجائے کسی گہرے کنویں میں پھینک دیں جیسا کہ ان کے بڑے بھائی روبیل نے یہ تجویز پیش کی تھی، چنانچہ وہ اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے: ﴿مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ⑪﴾ ''(ابا جان!) کیا سبب ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے، حالانکہ یقیناً ہم اس کے خیر خواہ ہیں۔'' یہ ان کا محض زبانی کلامی دعویٰ تھا جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی کیونکہ باپ کے حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کرنے کی وجہ سے ان کے دلوں میں تو ان کے لیے بے پناہ حسد تھا۔

﴿اَرْسِلْهُ مَعَنَا﴾ ''اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے۔'' یعنی کل اسے ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دے دیجیے تاکہ ہم

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2106/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ⑬ قَالُوْا

اس (یعقوب) نے کہا: بے شک مجھے تو یہ بات غمگین کیے دیتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ، اور مجھے خوف آتا ہے کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے

لَىٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ⑭

غافل ہو ⑬ انھوں نے کہا: اگر اسے بھیڑیا کھا جائے، جبکہ ہم ایک (طاقتور) جماعت ہیں تو بلاشبہ ہم تو تب خسارہ پانے والے ہوئے ⑭

خوب میوے کھائیں اور کھیلیں کودیں۔ (امام ابن کثیر کے نزدیک اس کی قراءت [نَرْتَعُ وَنَلْعَبُ] ''ہم خوب میوے کھائیں اور کھیلیں'' ہے اس وجہ سے انھوں نے فرمایا ہے کہ) بعض ائمہ قراءت نے اسے ﴿ یَرْتَعْ وَیَلْعَبْ ﴾ ''وہ (یوسف) خوب (پھل) کھائے اور کھیلے کودے۔'' پڑھا ہے، یعنی یاء کے ساتھ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ دوڑے بھاگے اور کھیلے کودے۔① یہی قول امام قتادہ، ضحاک اور سدی وغیرہ سے منقول ہے۔② ﴿ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑫ ﴾ ''اور یقیناً ہم اس کے نگہبان ہیں۔'' کہنے لگے کہ آپ فکر نہ کریں ہم اس کی پوری پوری حفاظت و نگہداشت کریں گے۔

**تفسیر آیات:14,13**

**باپ کا جواب:** اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ جب ان کے بیٹوں نے ان سے یوسف کو اپنے ساتھ جنگل میں کھانے پینے کے لیے لے جانے کی اجازت طلب کی تو انھوں نے یہ جواب دیا: ﴿ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ ﴾ ''بے شک یہ امر مجھے غم ناک کیے دیتا ہے کہ تم اسے لے جاؤ (وہ مجھ سے جدا ہو جائے۔)'' یعنی تمھاری واپسی تک کی یہ جدائی بھی مجھے بہت گراں محسوس ہوتی ہے کیونکہ آپ کو یوسف علیہ السلام سے بے پناہ محبت تھی، اس لیے کہ آپ اس میں جسمانی حسن و جمال کے ساتھ ساتھ روحانی کمال اور نبوت کے شمائل و خصائل کو بھی محسوس فرماتے تھے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ.

**یعقوب علیہ السلام کا خدشہ:** فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ⑬ ﴾ ''اور مجھے یہ بھی خوف ہے کہ تم (کھیل میں) اس سے غافل ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے۔'' یعنی مجھے ڈر ہے کہ تم اپنی تیراندازی اور اپنے جانوروں کو چرانے میں مشغول ہو جاؤ، کوئی بھیڑیا آئے، اسے کھا جائے اور تمھیں معلوم ہی نہ ہو۔ بس انھوں نے بھی اپنے باپ کے منہ سے نکلے ہوئے ان الفاظ کو لے لیا اور اپنے کرتوت کے بعد انھی الفاظ میں اپنے عذر کو پیش کیا، حالانکہ انھوں نے یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت طلب کرتے وقت اپنے باپ کی بات کے جواب میں کہا تھا: ﴿ لَىٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ⑭ ﴾ ''اگر اسے بھیڑیا کھا جائے، جبکہ ہم ایک (طاقتور) جماعت ہیں، تو بلاشبہ ہم تو تب بڑے نقصان میں پڑ گئے۔'' یعنی ہماری موجودگی میں جبکہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں، بھیڑیا اس پر حملہ کر کے اسے کھا جائے، پھر ہم تو بڑے عاجز و ناتواں اور بڑے خائب و خاسر ہو گئے۔

① تفسیر الطبری: 206/12. ② تفسیر الطبری: 207/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ

پھر جب وہ اسے لے گئے اور انھوں نے طے کرلیا کہ اسے کنویں کی تہ میں ڈال دیں، تب ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ تو انھیں ان کا یہ کام

هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿15﴾

ضرور بتائے گا جبکہ وہ نہیں سمجھتے ہوں گے ﴿15﴾

## تفسیر آیت:15

**یوسف علیہ السلام کو کنویں میں گرانا:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ باپ کی بات کا جواب دینے کے بعد جب وہ یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے گئے۔ ﴿وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ﴾ ”اور انھوں نے طے کرلیا کہ اس کو کنویں کی تہ میں ڈال دیں۔“ یہ ان کے فعل کی شناعت کو بیان کیا جارہا ہے کہ ان سب نے یوسف کو گہرے کنویں میں گرانے پر اتفاق کرلیا، حالانکہ باپ سے یوسف کو لیتے وقت انھوں نے بظاہر تاثر یہ دیا تھا کہ وہ اپنے باپ کی بہت عزت کرتے ہیں اور ان کے انبساط و انشراح قلب اور ان کی خوشنودی کے لیے یوسف کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب یوسف کو ان کے ساتھ روانہ کیا تو اسے گلے لگایا، بوسہ دیا اور اس کے لیے دعا فرمائی۔[1] سدی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ باپ کی آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہی باپ کے تمام اکرام واحترام کو فراموش کرکے انھوں نے گندی باتوں، غلیظ گالیوں اور مار پیٹ کی صورت میں یوسف علیہ السلام کو ایذا پہنچانی شروع کردی۔ اور اس کنویں کے پاس لے آئے جس میں انھیں گرانے کا انھوں نے فیصلہ کیا تھا۔ انھوں نے ایک رسی کے ساتھ باندھ کر اس کو اس کنویں میں لٹکا دیا، یوسف علیہ السلام ان میں سے جس کا سہارا لینے کی کوشش کرتے وہ آپ کے رخ انور پر طمانچے مارتا اور غلیظ گالیاں دیتا اور جب آپ کنویں کی دیواروں کو پکڑنے کی کوشش کرتے تو وہ آپ کے ہاتھوں پر مارتے۔ جس رسی کے ساتھ انھوں نے آپ کو باندھا تھا جب وہ کنویں کے نصف تک پہنچ گئی تو انھوں نے اس کو کاٹ دیا اور اس طرح آپ پانی میں گر گئے، پانی نے آپ کو ڈھانپ لیا مگر آپ جلد ہی پتھر کی اس چٹان پر چڑھ گئے جو کنویں کے درمیان میں تھی۔[2] اس چٹان کو ”راعوفہ“[3] کہا جاتا ہے۔

**اللہ تعالیٰ کی یوسف علیہ السلام کو تسلی:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿15﴾﴾ ”اور ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ (ایک وقت ایسا آئے گا کہ) تم انھیں ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو کچھ خبر نہ ہوگی۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم، اپنی رحمت وشفقت اور اس مشکل گھڑی میں آپ کے لیے آسانی پیدا کردینے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس مشکل گھڑی اور اس انتہائی نازک لمحے میں اس نے یوسف علیہ السلام کے دل کی تسکین اور ثابت قدمی

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم:2107/7. [2] تفسير الطبرى:209/12 نحوه مفصلا و تفسير ابن أبي حاتم:2109,2108/7.

[3] یہ لفظ حدیث اور لغت دونوں میں ”راعوفہ“ یعنی عین کے ساتھ اس مذکورہ معنی میں مستعمل ہے لیکن تفسیر ابن کثیر کے تمام نسخوں میں ”راغوفہ“ غین کے ساتھ ہے۔ واللہ أعلم.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ⑯ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ

اور وہ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے آئے ⑯ انھوں نے کہا: اے ہمارے ابا جان! بے شک ہم دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے تھے اور

عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ⑰ وَجَآءُوْ

یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا تو اسے بھیڑیا کھا گیا، اور آپ ہماری بات کا یقین کرنے والے نہیں اگرچہ ہم سچے ہی ہوں ⑰ اور وہ اس

عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ

کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی (لگا) لائے، اس (یعقوب) نے کہا: (حقیقت یہ نہیں) بلکہ تمھارے نفسوں نے تمھارے لیے ایک (بری) بات آراستہ

الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ⑱

کر دی ہے، لہٰذا صبر ہی بہتر ہے اور اس پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے جو تم بیان کرتے ہو ⑱

کے لیے ان کی طرف یہ وحی نازل فرمائی کہ غم کی اس گھڑی میں گھبراؤ نہیں، تم اس مشکل سے بہت خوبی و آسانی کے ساتھ نکل جاؤ گے اور تمھیں ان کے مقابلے میں فتح و نصرت حاصل ہوگی، تمھیں ان کے مقابلے میں بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ درجات نصیب ہوں گے اور ایک وقت ایسا ضرور آئے گا کہ تم انھیں ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑮﴾ ''اور ان کو کچھ خبر نہ ہوگی۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ان کو بتائیں گے کہ انھوں نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا جبکہ اس وقت یہ آپ کو جانتے پہچانتے ہی نہ ہوں گے۔ ①

## تفسیر آیات:16-18

**برادرانِ یوسف کا اپنے باپ کے ساتھ فریب:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب برادران یوسف نے آپ کو کنویں میں ڈال دیا تو رات کی تاریکی میں روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس آئے اور بظاہر حزن و ملال اور غم کا تاثر دینے لگے۔ اور ان کے خیال کے مطابق یوسف علیہ السلام جس صورت حال سے دوچار ہوئے اس پر معذرت کرتے ہوئے کہنے لگے: ﴿اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ﴾ یعنی ہم تیر اندازی میں مشغول ہوگئے۔ ﴿وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا﴾ ''اور ہم یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے۔'' یعنی کپڑوں اور دیگر ساز و سامان کے پاس، ﴿فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ﴾ ''تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔'' اور اسی بات کے ڈر اور خوف کا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اظہار فرمایا تھا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ⑰﴾ ''اور آپ ہماری بات کا یقین کرنے والے نہیں اگرچہ ہم سچے ہی ہوں۔'' یعنی اپنی بات کی تائید میں انھوں نے یہ بہت لطیف پیرایہ اختیار کیا اور کہنے لگے: ہم جانتے ہیں کہ اس حالت میں آپ ہماری بات کی تصدیق نہیں کریں گے کیونکہ اگر ہم آپ کے ہاں سچے ہوتے تو آپ ہم پر یہ الزام عائد کیوں کرتے کہ مجھے ڈر ہے کہ اسے بھیڑیا کھا جائے گا اور اب جب واقعی اسے بھیڑیا کھا گیا ہے تو آپ ہماری تکذیب کرنے میں معذور ہیں کیونکہ یہ ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا ہے۔ اور عجیب اتفاق ہے کہ آپ نے جو کہا تھا ہمارے ساتھ اسی طرح ہوا ہے۔

① تفسیر الطبری: 211,210/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ

اور ایک قافلہ آیا، پھر انھوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا تو اس نے اپنا ڈول لٹکایا۔ وہ (دیکھتے ہی) پکار اٹھا: واہ خوشخبری ہے! یہ تو لڑکا ہے۔ اور انھوں

بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ⑲ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا

نے اسے پونجی سمجھ کر چھپالیا، اور اللہ اسے خوب جانتا تھا جو وہ کررہے تھے ⑲ اور انھوں نے اسے معمولی سی قیمت (یعنی) گنتی کے چند درہموں میں

فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ⑳ ع 2 14 12

بیچ دیا، اور انھیں اس میں کوئی رغبت ہی نہ تھی ⑳

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ ﴾ ''اور اس کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا لہو بھی (لگا) لائے۔'' یعنی جھوٹ موٹ کا خون جو یوسف کا خون نہیں تھا۔ اپنے مکروفریب اور سازش کو سچ ثابت کرنے کے لیے ایک تدبیر انھوں نے یہ کی۔ بقول مجاہد، سدی اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر۔ کہ انھوں نے بکری کے ایک بچے کو ذبح کیا اور اس کے خون کو حضرت یوسف کی قمیص پر مل دیا۔ [1] اور تاثر دیا کہ یہ تھی وہ قمیص جو یوسف نے اس وقت پہنی ہوئی تھی جب بھیڑیے نے اسے کھایا، یہی وجہ ہے کہ اسے خون لگا ہوا ہے لیکن وہ قمیص پھاڑنی بھول گئے جس کی وجہ سے ان کا یہ ڈرامہ اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کو مطمئن نہ کرسکا بلکہ آپ نے ان کے کلام سے اعراض اور اپنے شکوک وشبہات کے اظہار کے لیے فرمایا: ﴿ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ ﴾ ''(حقیقت حال یوں نہیں ہے) بلکہ تم اپنے دل سے (یہ) بات بنالائے ہو، لہٰذا صبر ہی بہتر ہے۔'' یعنی میں تمھاری اس سازش پر جس پر تم سب متفق ہوگئے ہو، صبر جمیل کا مظاہرہ کروں گا حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے میرے اس غم واندوہ کو دور فرمادے۔ ﴿ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ⑱ ﴾ ''اور جو تم بیان کرتے ہو، اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔'' یعنی تم اس جھوٹی اور محال بات کو جو بیان کررہے ہو تو اس کے بارے میں میں اپنے اللہ ہی سے مدد کا طلب گار ہوں۔

## تفسیر آیات :20,19

**حضرت یوسف علیہ السلام کا کنویں سے نکال کر فروخت کیا جانا:** اب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جب یوسف کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا اور وہاں یکہ وتنہا چھوڑ دیا تو پھر کیا ہوا! ابوبکر بن عیاش کے بقول آپ اس کنویں میں تین دن رہے تھے۔ [2] اور محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ کنویں میں ڈالنے کے بعد سارا دن بھائی اس کنویں کے پاس بیٹھے رہے تاکہ یہ دیکھیں کہ اب یوسف کیا کرتا ہے یا اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ اس نے اس طرف ایک قافلہ بھیج دیا جس نے کنویں کے قریب پڑاؤ ڈالا اور انھوں نے پانی کے لیے اپنے سقّے کو بھیجا، اس نے پانی نکالنے کے لیے کنویں میں ڈول ڈالا۔ [3] تو حضرت یوسف علیہ السلام اس کے ساتھ لٹک گئے، اس نے آپ کو باہر نکال لیا اور آپ کو دیکھ کر خوشی ومسرت کا اظہار

① تفسیر الطبری :213/12 بالفاظ دیگر۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم :2107/7. ③ تفسیر ابن أبی حاتم :2113/7 مفصلاً .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرتے ہوئے کہا: ﴿يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ﴾ ''واہ خوشخبری ہے! یہ تو (نہایت حسین) لڑکا ہے۔''① ﴿وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ﴾ ''اور اس کو (قیمتی) سرمایہ سمجھ کر انھوں نے چھپا لیا۔'' عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس جملے کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی ہونے کے معاملے کو چھپایا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی خود اپنے معاملے کو چھپایا تاکہ بھائی انھیں قتل نہ کردیں اور انھوں نے اپنے فروخت ہو جانے کو پسند کیا۔ اس کے بھائیوں نے جب سقّے سے ان کا ذکر کیا تو اس نے کہا: ﴿يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ﴾ ''واہ خوشخبری ہے! یہ تو (نہایت حسین) لڑکا ہے'' جو فروخت ہو رہا ہے، بالآخر آپ کے بھائیوں نے آپ کو فروخت کر دیا۔②

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ⑲﴾ ''اور جو کچھ وہ کرتے تھے اللہ کو سب معلوم تھا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ برادرانِ یوسف اور خریدار کیا کر رہے ہیں۔ وہ اس صورت حال کے بدل دینے پر یقیناً قادر تھا لیکن اس نے حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی پہلے ہی سے اپنے فیصلے فرما رکھے ہیں، لہٰذا اس نے اس صورت حال میں کوئی تبدیلی پیدا نہ فرمائی تاکہ قضا و قدر کا فیصلہ ہی برقرار رہے۔ ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الأعراف 54:7) ''آگاہ رہو! سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے، وہی) اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔''

اس طرح ضمناً اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو بھی یہ تسلی دے رہا ہے کہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کی قوم آپ کے درپے آزار ہے۔ اور میں ان کی تمام سازشوں کو ناکام بنا دینے پر قادر ہوں لیکن میں نے کچھ وقت کے لیے انھیں مہلت دے رکھی ہے جبکہ انجام کار آپ کو ان کے مقابلے میں اسی طرح کامیابی و کامرانی اور حکومت نصیب ہوگی جس طرح میں نے یوسف کو ان کے بھائیوں کے مقابلے میں کامیابی و کامرانی اور حکومت سے سرفراز کیا تھا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ﴾ ''اور انھوں نے اسے معمولی سی قیمت (یعنی) گنتی کے چند درہموں میں بیچ ڈالا۔'' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یوسف کے بھائیوں نے انھیں نہایت تھوڑی سی قیمت کے ساتھ بیچ دیا۔ یہ مجاہد و عکرمہ کا قول ہے۔③ ﴿بَخْسٍ﴾ کے معنی کمی کے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝﴾ (الجن 13:72) ''اس کو نہ کسی نقصان کا خوف ہے اور نہ ظلم کا۔'' بہر حال اس کا مفہوم یہ ہے کہ بھائیوں نے آپ کو بہت ہی معمولی قیمت کے ساتھ بیچ دیا اور اس قیمت کا بھی انھیں کوئی لالچ نہ تھا اگر آپ کو ان سے بلا قیمت طلب کیا جاتا تو انھیں اس میں بھی کوئی دریغ نہ تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور ضحاک فرماتے ہیں: ﴿وَشَرَوْهُ﴾ کی ضمیر کا مرجع برادرانِ یوسف ہیں۔④ انھوں نے بہت ہی کم قیمت کے ساتھ آپ کو فروخت کر دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ﴾ ''گنتی کے چند درہم۔'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے آپ کو صرف بیس درہم میں فروخت کر دیا تھا۔⑤

① تفسیر ابن أبی حاتم:2113/7 عن قتادة نحوه. ② تفسیر الطبری:221/12. ③ تفسیر الطبری:225,224/12 والدر المنثور:18/4. ④ تفسیر الطبری:223,222/12. ⑤ تفسیر الطبری:225/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ

اور وہ شخص جس نے یوسف کو مصر میں خریدا تھا، اس نے اپنی بیوی سے کہا: اس کی رہائش اچھی رکھ، امید ہے کہ یہ ہمیں نفع دے یا یہ کہ ہم اسے بیٹا

وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۫ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى

بنالیں، اور اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین (مصر) میں جگہ دی، تاکہ ہم اسے باتوں کی تاویل (خوابوں کی تعبیر) سکھائیں، اور اللہ اپنے (ہر) کام پر

اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿21﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ

غالب ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿21﴾ اور جب یوسف اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے حکم اور علم دیا اور اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿22﴾

جزا دیتے ہیں ﴿22﴾

ابن عباس رضی اللہ عنہما، نوف بکالی، سدی، قتادہ اور عطیہ عوفی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔[1] عطیہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ پھر انھوں نے آپس میں دو، دو درہم بانٹ لیے۔[2] ﴿وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿20﴾﴾ ”اور انھیں ان (کے بارے) میں کوئی رغبت بھی نہ تھی۔“ ضحاک بیان کرتے ہیں، اس لیے کہ انھیں آپ کی نبوت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی قدر و منزلت کے بارے میں قطعاً کوئی علم نہ تھا۔[3]

## تفسیر آیات:22,21

**حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں:** اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنے لطف و کرم کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرما رہا ہے کہ اس نے اس شخص کو آپ کی حفاظت و نگہداشت پر مامور کر دیا جس نے مصر میں آپ کو خریدا تھا۔ اس نے آپ کا خاص خیال رکھا، عزت افزائی کی اور اپنے گھر والوں کو بھی حسن سلوک کی تلقین کی کیونکہ اس نے آپ میں رشد و بھلائی کی علامتوں کو محسوس کر لیا تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا: ﴿اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ﴾ ”اس کو عزت و احترام سے رکھو، عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔“ مصر میں جس شخص نے آپ کو خریدا وہ عزیز مصر، یعنی مصر کا وزیر تھا۔

**تین شخص بہت صاحب فراست تھے:** ابو اسحاق نے ابو عبیدہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تین شخص بہت ہی صاحب فراست تھے: (1) عزیز مصر کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا: ﴿اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ﴾ ”اس کو عزت و احترام سے رکھو۔“ (2) وہ عورت جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے باپ سے کہا تھا: ﴿يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫﴾ (القصص 26:28) ”میرے ابا جان! ان کو اجرت پر رکھ لیجیے۔“ اور (3) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنھوں نے اپنے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا۔[4]

① تفسیر الطبری :226,225/12. ② تفسیر الطبری :226/12. ③ تفسیر الطبری :227/12. ④ المستدرك للحاكم، معرفة الصحابة، ومن مناقب أمير المؤمنين عمر بن الخطاب ﷺ: 90/3 ، حديث: 4509 وتفسير ابن أبي حاتم: 2118/7 وتفسير الطبری : 229/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ

اور جس عورت کے گھر میں وہ (یوسف) تھا اس عورت نے اس کے جی سے پھسلایا، اور دروازے بند کر دیے اور بولی: لو آ جاؤ، یوسف نے کہا: اللہ کی

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْۤ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿23﴾

پناہ! وہ (عزیز مصر) تو میرا آقا ہے، اس نے مجھے اچھا ٹھکانا دیا، بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے ﴿23﴾

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح ہم نے یوسف کو ان کے بھائیوں سے نجات دی ﴿ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین میں جگہ دی۔'' یعنی سرزمین مصر میں۔ ﴿ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ﴾ ''اور غرض یہ تھی کہ ہم اسے (خواب کی) باتوں کی تعبیر سکھا دیں۔'' مجاہد اور سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی خوابوں کی تعبیر کے ہیں۔[1] ﴿ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ ﴾ ''اور اللہ اپنے ہر کام پر غالب ہے۔'' یعنی وہ جب کسی کام کا ارادہ فرما لیتا ہے تو اسے نہ کوئی ٹال سکتا ہے اور نہ کوئی اس کی مخالفت کر سکتا ہے کیونکہ وہ سب پر غالب ہے۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے اسے کر گزرتا ہے۔[2] ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿21﴾ ﴾ ''اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' یعنی وہ نہیں جانتے کہ وہ اپنے ارادہ و مشیت کے مطابق جو کرتا ہے اس کی مخلوق کے لیے اس میں حکمت اور لطف و کرم کے کیا کیا سامان ہیں۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ ﴾ ''اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا۔'' یعنی یوسف علیہ السلام کی عقل اور خلق کی تکمیل ہو گئی تو ﴿ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ ﴾ ''ہم نے اسے دانائی اور علم بخشا۔'' یعنی اللہ نے سارے لوگوں میں سے اسے نبوت و رسالت سے سرفراز کیا۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿22﴾ ﴾ ''اور ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' یعنی وہ اپنے عمل کے اعتبار سے نیک اور اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار تھا۔

## تفسیر آیت: 23

**عزیز کی بیوی کی حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت اور ان سے فریب کاری:** اللہ تعالیٰ عزیز مصر کی بیوی کا ذکر فرما رہا ہے کہ مصر میں جس کے گھر یوسف علیہ السلام تھے اور جس کے خاوند نے آپ کو عزت و اکرام سے رکھنے کی وصیت کی تھی، اس نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی کیونکہ آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر اسے آپ سے شدید محبت ہو گئی تھی۔ اس نے خوب بناؤ سنگھار کیا، دروازے بند کر دیے اور دعوتِ گناہ دیتے ہوئے کہا: ﴿ هَيْتَ لَكَ ؕ ﴾ ''لو آ جاؤ۔'' آپ نے نہایت سختی کے ساتھ گناہ کی اس دعوت کو مسترد کر دیا اور فرمایا: ﴿ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْۤ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ ﴾ ''اللہ کی پناہ! بے شک وہ (عزیز مصر) تو میرا آقا ہے، اس نے مجھے اچھا ٹھکانا دیا۔''

وہ لوگ آقا اور مالک کے لیے رب کا لفظ استعمال کرتے تھے، اسی لیے یوسف علیہ السلام نے بھی یہ لفظ استعمال فرمایا۔ معنی یہ ہے

[1] تفسیر الطبری: 230,229/12۔ [2] تفسیر الطبری: 230/12 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2118/7۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ

اور البتہ تحقیق اس (عورت) نے یوسف کا ارادہ کیا، اور وہ (یوسف) بھی اس کا ارادہ کر لیتا اگر وہ اپنے رب کی نشانی نہ دیکھ لیتا۔ اسی طرح (ہوا) تا کہ

وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿24﴾

ہم اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں، بے شک وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں میں سے تھا﴿24﴾

کہ تمھارے میاں میرے آقا ہیں، انھوں نے مجھے عزت واکرام سے رکھا ہے اور میرے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا ہے، لٰہذا میں ان کی بیوی کے ساتھ فحاشی کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ ﴿ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿23﴾ ﴾ ''بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔'' مجاہد، سدی اور محمد بن اسحاق وغیرہ کا یہی قول ہے۔[1]

**کچھ ﴿هَيْتَ﴾ کے بارے میں:** فرمان الٰہی: ﴿ هَيْتَ لَكَ ؕ ﴾ کے بارے میں قراء میں اختلاف ہے۔ بہت سے قراء نے اسے ھاء کے فتحہ، یاء کے سکون اور تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے آپ کو اپنے نفس کی دعوت دی تھی۔[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے عکرمہ کا قول نقل کیا ہے کہ ﴿ هَيْتَ لَكَ ؕ ﴾ حورانی زبان[3] کے الفاظ ہیں جو هَلُمَّ ''آیئے!'' کے معنی میں ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو معلق ذکر فرمایا ہے۔[4] کچھ دیگر قراء نے ان الفاظ کو [هِئْتُ لَكَ] ھاء کے کسرہ اور (یاء کے بجائے) ہمزہ مجزوم اور تاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ میں تیرے لیے تیار ہوں، یعنی یہ هِئْتُ لِلْأَمْرِ أَهِيءُ هَيْئَةً کے محاورے سے مشتق ہے۔ جن ائمہ سے یہ قراءت مروی ہے ان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو عبدالرحمٰن سُلَمی، ابو وائل، عکرمہ اور قتادہ رحمہم اللہ کے نام بطور خاص قابلِ ذکر ہیں۔ ان سب ائمہ نے اس کلمے کے یہی معنی بیان کیے ہیں کہ میں تمھارے لیے تیار ہوں۔[5]

عبداللہ بن اسحاق نے اسے [هَيْتِ] ھاء کے فتحہ اور تاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔[6] اور یہ ایک غریب قراءت ہے۔ بعض قرائے مکہ نے [هَيْتُ] ھاء کے فتحہ اور تاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔[7] ابو عبید مَعْمَر بن مُثَنّٰی کہتے ہیں: ﴿ هَيْتَ ﴾ سے تثنیہ، جمع اور مؤنث کے صیغے استعمال نہیں ہوئے بلکہ سب کے لیے ایک لفظ ﴿ هَيْتَ ﴾ ہی استعمال کرتے ہوئے (کاف خطاب کو بدل کر یہ) کہا جاتا ہے: [هَيْتَ لَكَ، هَيْتَ لَكُمَا، هَيْتَ لَكُمْ ، هَيْتَ لَكُنَّ] اور [هَيْتَ لَهُنَّ] وغیرہ۔[8]

## تفسیر آیت: 24

**﴿ هَمَّ بِهَا ﴾ سے مراد:** بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصد سے مراد دل میں آنے والے خیالات ہیں اور یہ معنی

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2122/7 وتفسیر الطبری: 238/12. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2121/7 وتفسیر الطبری: 235/12. ③ موجودہ شام کا وہ علاقہ جو دمشق کے جنوب میں قبلے کی سمت واقع تھا، حَوران کہلاتا تھا۔ یہاں کی مقامی زبان حورانی کہلاتی تھی۔ ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ ﴾ ...... (یوسف 23:12)، قبل الحدیث: 4692. ⑤ تفسیر الطبری: 236,235/12. ⑥ تفسیر الطبری: 236/12. ⑦ تفسیر الطبری: 236/12 وتفسیر البغوی: 483/2. ⑧ عام قرائے اہل مدینہ نے اسے [هِيتَ لك] ھاء کے کسرہ، یاء کے سکون اور تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ تفسیر الطبری: 237/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ط

اور وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے، اور اس (عورت) نے اس (یوسف) کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی، اور دونوں نے اس کے خاوند کو دروازے کے

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿25﴾

پاس پایا، تو وہ (جھٹ سے) بولی: اس کی کیا سزا ہے جو تیری بیوی سے برائی کا ارادہ کرے، سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے یا دردناک

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ج اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ

عذاب (دیا جائے) ﴿25﴾ یوسف نے کہا: اسی نے مجھے میرے جی سے پھسلایا۔ اور اس (عورت) کے خاندان میں سے ایک شاہد نے گواہی دی کہ

قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿26﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ

اگر اس (یوسف) کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو وہ (عورت) سچی ہے اور وہ (یوسف) جھوٹوں میں سے ہے ﴿26﴾ اور اگر اس (یوسف) کی قمیص پیچھے سے پھٹی

فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿27﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ

ہے تو وہ (عورت) جھوٹی ہے اور وہ (یوسف) سچا ہے ﴿27﴾ پھر جب اس (عزیز) نے یوسف کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی دیکھی تو وہ کہنے لگا: بے شک یہ

كَيْدِكُنَّ ط اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿28﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا سكتة وَاسْتَغْفِرِيْ

تمھارے (عورتوں کے) مکروفریب میں سے ہے، بے شک تمھارا مکر بہت بڑا (خطرناک) ہے ﴿28﴾ اے یوسف! اس (بات) سے درگزر کر، اور (بیوی

3 ع 9 13 لِذَنْۢبِكِ ج اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿29﴾ ع

سے کہا:) تو اپنے گناہ کی بخشش مانگ، بے شک تو ہی خطا کار ہے ﴿29﴾

امام بغوی نے بعض اہل تحقیق سے بیان کیے ہیں۔[1] پھر انھوں نے یہاں ایک حدیث بھی بیان کی ہے جسے امام عبدالرزاق نے معمر سے انھوں نے ہمام سے اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [ إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِحَسَنَةٍ فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا]، [ إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً، (إِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّآئِي)، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ سَيِّئَةً] ”جب میرا بندہ نیکی کا ارادہ کرلے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ لو اگر وہ اس ارادے کے مطابق نیک عمل سرانجام دے لے تو اسے دس گنا لکھ لو۔ اور جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے اور اس کے مطابق عمل نہ کرے تو پھر بھی ایک نیکی لکھ لو کیونکہ اس نے میرے ڈر کی وجہ سے اسے ترک کیا ہے، پھر اگر وہ برائی کے ارادے کو عملی جامہ پہنا دے تو اسے برائی کے مطابق ہی لکھو۔“[2] یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے اور بہت سے مختلف الفاظ سے مروی ہے جن میں مذکورہ بالا روایت کے الفاظ بھی ہیں۔[3]

[1] تفسیر البغوی:2/484,485. [2] اس حدیث کا پہلا حصہ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الأنعام، حدیث:3073، دوسرا حصہ صحیح ابن حبان، البر والإحسان، ذکر تفضل اللہ جل وعلا بکتبہ حسنۃ......:2/105، حدیث:381 اور قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، الإیمان، باب إذا همّ العبد بحسنة......، حدیث:129 کے مطابق ہیں۔

[3] صحیح البخاری، التوحید باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ط﴾ (الفتح 48:15)......، حدیث: 7501 و صحیح مسلم، الإیمان، باب إذاهم العبد بحسنة......، حدیث:129.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ آپ نے یہ قصد فرمایا کہ اس برے ارادے کی اسے سزا دیں۔

**اس آیت میں ﴿ بُرْهَانَ ﴾ کے معانی:** اور یہ برہان (نشانی) جسے آپ نے دیکھا تھا، اس کے بارے میں بھی کئی اقوال ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کوئی ایک ایسی نشانی دیکھ لی تھی جو آپ کو اس قصد سے منع کرتی تھی، ممکن ہے کہ آپ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی شکل وصورت دیکھ لی ہو، ہوسکتا ہے آپ نے کسی فرشتے کی شکل دیکھ لی ہو اور یہ بھی ممکن ہے آپ نے کوئی ایسی تحریر دیکھ لی ہو جو اس فعل شنیع سے ممانعت کے بارے میں ہو،[1] اس سلسلے میں کسی متعین چیز کے بارے میں کوئی قطعی دلیل نہیں ہے، لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ حسب ارشاد باری تعالیٰ اسے مطلق ہی رکھا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۭ ﴾ ''اسی طرح، تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں۔'' یعنی جس طرح نشانی دکھا کر انھیں ان کے قصد سے روک دیا، اسی طرح ہم نے انھیں دیگر تمام امور میں بھی برائی اور بے حیائی سے بچایا۔ ﴿ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ ''بے شک وہ ہمارے خالص بندوں میں سے تھے۔'' یعنی منتخب، پاک، پسندیدہ، چنیدہ اور نیکوکار بندوں میں سے تھے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

## تفسیر آیات:25-29

**عورت کا یوسف علیہ السلام کے پیچھے بھاگنا:** اللہ تعالیٰ اس وقت کی حالت کو بیان فرما رہا ہے جب دونوں دروازے کی طرف بھاگے۔ یوسف علیہ السلام اس عورت سے بھاگ رہے تھے اور عورت اس لیے بھاگ رہی تھی تاکہ آپ کو پکڑ کر گھر کے اندر لے جائے۔ عورت بھاگ کر آپ تک پہنچ گئی اور آپ کی قمیص پیچھے سے پکڑ کر زور سے کھینچی تو وہ بری طرح پھٹ گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی قمیص پھٹ کر نیچے گر گئی مگر آپ تیز بھاگتے رہے جبکہ عورت آپ کے پیچھے پیچھے تھی اور جب دروازے پر پہنچے تو دونوں کو عورت کا خاوند مل گیا اور عورت نے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے مکروفریب سے کام لیتے ہوئے فوراً حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگا دیا اور کہا: ﴿ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ''جو شخص تمھاری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے اس کی اس کے سوا کیا سزا ہے کہ اسے قید کیا جائے یا دردناک عذاب (دیا جائے۔)'' تو اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے حق کو بیان کرتے اور اس نے خیانت کا جو الزام لگایا اس سے اظہار براءت کرتے ہوئے فرمایا اور سچ فرمایا: ﴿ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ ﴾ ''اسی نے مجھے میرے نفس سے پھسلانا چاہا تھا۔'' اور مجھے پکڑنے کے لیے یہ میرے پیچھے بھاگی حتی کہ اس نے میری قمیص کو بھی پھاڑ ڈالا ہے۔

**دانشمندانہ فیصلہ:** ﴿ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ ﴾ ''عورت کے قبیلے میں سے ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہو تو عورت سچی ہے۔'' یعنی اپنی اس بات میں کہ یوسف علیہ السلام نے

[1] تفسیر الطبری: 250/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا

اور شہر میں عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس کے جی سے پھسلاتی ہے، اس کے دل میں (یوسف کی) محبت گھر کر گئی ہے۔ بے شک ہم

حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿30﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ

اسے کھلی گمراہی میں دیکھتی ہیں ﴿30﴾ چنانچہ جب اس (عورت) نے ان کی پرمکر باتیں سنیں تو اس نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور ان کے لیے مسندیں

وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ

تیار کیں، اور اس نے ان میں سے ہر ایک (عورت) کو ایک چھری دی اور (پھر یوسف سے) کہا: ان کے سامنے نکل آ۔ پھر جب انھوں نے اسے دیکھا

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا

تو انھوں نے اس (کی شان) کو بڑا خیال کیا اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور بولیں: [حَاشَ لِلّٰهِ] ''اللہ کی پناہ!'' یہ بشر نہیں، یہ تو نہایت معزز فرشتہ

مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿31﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ

ہے ﴿31﴾ اس نے کہا: یہی تو ہے وہ شخص جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں اور البتہ تحقیق میں نے ہی اسے اس کے جی سے پھسلایا تھا، لیکن

فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿32﴾ قَالَ رَبِّ

اس نے (خود کو) بچالیا، اور اگر اس نے وہ نہ کیا جو میں اس کو حکم دیتی ہوں تو اسے ضرور قید کیا جائے گا اور یقیناً وہ بے عزت ہونے والوں میں سے ہو

السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ

گا ﴿32﴾ یوسف نے کہا: اے میرے رب! مجھے قید خانہ اس سے زیادہ پسند ہے جس کی طرف وہ (عورتیں) مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو نے ان کا مکر مجھ سے

وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿33﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہوں گا ﴿33﴾ چنانچہ اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی، پھر اس نے اس

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿34﴾

سے ان (عورتوں) کا مکر دور کر دیا، بے شک وہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿34﴾

اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہا ہے کیونکہ اس طرح یوسف نے اسے دعوت دی ہو گی، عورت نے انکار کرتے ہوئے ان کے سینے پر مارا ہو گا جس سے اس کی قمیص پھٹ گئی ہو گی، لہٰذا عورت کی بات صحیح ہے۔ ﴿وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿27﴾﴾ ''اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہو تو عورت نے جھوٹ بولا اور وہ (یوسف) سچوں میں سے ہے۔'' اور یہ اس طرح ہوتا ہے، چنانچہ حقیقت میں بھی ایسا ہی ہوا تھا کہ جب یوسف بھاگے تو عورت نے پیچھے سے آپ کو پکڑنا چاہا اور کھینچنے کے لیے اس نے پیچھے سے آپ کی قمیص کو پکڑ لیا جس کی وجہ سے قمیص پھٹ گئی۔ اس شاہد کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ چھوٹا بچہ تھا یا بڑی عمر کا کوئی آدمی تھا۔ امام عبدالرزاق نے اس کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک باریش آدمی تھا۔[1] امام ثوری نے جابر از ابن ابوملیکہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ وہ بادشاہ کے خواص میں سے تھا۔[2]

① تفسیر عبدالرزاق :213/2، رقم:1302. ② تفسیر الطبری:254/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ، سدی اور محمد بن اسحاق رحمہم اللہ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے کہ وہ ایک آدمی تھا۔[1]

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں یہ روایت کیا ہے کہ وہ پنگوڑے کا ایک بچہ تھا۔[2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہلال بن یساف، حسن، سعید بن جبیر اور ضحاک رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے کہ وہ گھر کا ایک چھوٹا بچہ تھا۔[3] امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے۔[4]

**عزیز مصر کی تحقیق اور یوسف علیہ السلام کو پردہ پوشی کا حکم:** فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ﴾ ''پھر جب اس کی قمیص کو دیکھا (تو) پیچھے سے پھٹی تھی۔'' جب اس عورت کے خاوند نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یوسف سچا ہے اور یہ عورت اس الزام تراشی اور بہتان بازی میں جھوٹی ہے۔ ﴿قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ﴾ ''وہ کہنے لگا: بے شک یہ تمھارے (عورتوں کے) مکروفریب میں سے ہے۔'' یعنی یہ بے ہودہ الزام جس سے تم نے اس نوجوان کی عزت کو داغ دار کرنا چاہا یہ تمھارا ہی مکرو فریب ہے۔ ﴿اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝۲۸﴾ ''کچھ شک نہیں کہ تمھارے (عورتوں کے) فریب بڑے (بھاری) ہوتے ہیں۔'' پھر اس نے حضرت یوسف کو اس واقعے کے چھپانے کا حکم دیتے ہوئے کہا: ﴿يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ﴾ ''یوسف! اس بات سے درگزر کر۔'' یعنی اس سے درگزر کرو اور کسی سے اس واقعے کا ذکر نہ کرنا۔ ﴿وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ښ﴾ ''اور تو اپنے گناہ کی بخشش مانگ۔'' یہ اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بہت ہی نرم طبیعت کا مالک تھا یا اس نے عورت کو معذور سمجھا کہ وہ ایسی صورت حال سے دوچار ہوگئی کہ صبر نہ کرسکی، اس لیے اس نے کہا کہ تو اپنے گناہ کی بخشش مانگ کہ تو نے اس نوجوان کے ساتھ پہلے خود ہی برائی کا ارادہ کیا، پھر اس پر یہ الزام بھی لگا دیا جس سے وہ قطعی طور پر بری تھا۔ ﴿اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۝۲۹﴾ ''بے شک تو ہی خطا کار ہے۔''

## تفسیر آیات:30-34

**خبر شہر کی عورتوں تک پہنچ گئی:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی کی یہ خبر مصر میں پھیل گئی اور لوگوں نے اس موضوع پر باتیں کرنا شروع کر دیں۔ ﴿وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾ ''اور شہر میں عورتیں گفتگو کرنے لگیں'' خصوصاً سرداروں اور امراء کی عورتوں نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے عزیز مصر، جو کہ وزیر تھا، کی بیوی پر تنقید شروع کر دی اور اسے بہت معیوب قرار دیا کہ ﴿امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ﴾ ''عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس کے جی سے پھسلاتی ہے۔'' یعنی اسے اپنے نفس کی طرف دعوت دیتی ہے۔ ﴿قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ﴾ ''بے شک (اس کی) محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے۔'' یعنی اس کی محبت اس کے دل کے شغاف، یعنی غلاف تک پہنچ گئی ہے۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الشعف حب قاتل کو کہتے ہیں جبکہ الشغف محبت کا اس سے کچھ کم درجہ ہے اور شغاف دل کے حجاب کو

---

[1] تفسیر الطبری: 255,254/12. [2] تفسیر الطبری: 254/12. [3] تفسیر الطبری: 254,253/12. [4] تفسیر الطبری: 256/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہتے ہیں۔[1]

﴿ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾ ''بے شک ہم اسے دیکھتی ہیں کہ (وہ) صریح گمراہی میں ہے۔'' یعنی یہ صریح گمراہی ہے کہ وہ اپنے غلام سے اس قدر محبت کرتی اور اس سے برائی کرنا چاہتی ہے۔ ﴿ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ ﴾ ''پس جب اس (عورت) نے ان کی پرمکر باتیں سنیں۔'' بعض نے لکھا ہے کہ عورتوں نے یہ کہا تھا کہ محبت نے اسے دیوانہ کر دیا ہے۔ محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کے بارے میں سن لیا تھا، یہ آپ کا دیدار کرنا چاہتی تھیں اور یہ بات انھوں نے آپ کے دیدار کے لیے حربے کے طور پر کہی تھی۔[2] تو اس وقت ﴿ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ ﴾ ''اس (عزیز مصر کی بیوی) نے ان کے پاس (دعوت کا) پیغام بھیجا۔'' یعنی ضیافت کے لیے انھیں اپنے گھر بلایا۔

﴿ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً ﴾ ''اور ان کے لیے مسندیں تیار کیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، مجاہد، حسن اور سدی رحمہم اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ اس سے ایسی محفل مراد ہے جس میں فرشی نشستوں کے لیے بچھونے بچھائے گئے ہوں، گاؤ تکیے لگائے گئے ہوں اور ایسے کھانے سجائے گئے ہوں جنھیں چھریوں سے کاٹ کر کھایا جاتا ہو، سنگترہ وغیرہ۔[3] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا ﴾ ''اور ہر ایک کو ایک ایک چھری دی۔''

**عورتوں نے اپنے ہاتھ زخمی کر لیے:** یہ اس عورت کی طرف سے ایک چال تھی جو ان کی اس چال کے جواب میں تھی جو انھوں نے دیدار یوسف کے لیے اختیار کی تھی۔ ﴿ وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ ﴾ ''اور (یوسف سے) کہا کہ ان کے سامنے نکل آؤ۔'' اس نے حضرت یوسف کو ایک دوسری جگہ چھپا دیا تھا۔ ﴿ فَلَمَّا ﴾ ''پس جب'' یوسف علیہ السلام باہر تشریف لے آئے اور ﴿ رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ ﴾ ''عورتوں نے اس کو دیکھا تو اسے بہت بڑا جانا۔'' یعنی انھوں نے آپ کو بہت ہی عظیم الشان اور ایک بہت اعلیٰ قدر و منزلت کا انسان پایا اور رعب و دہشت کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو کاٹنا شروع کر دیا۔ مدہوشی کی اس کیفیت میں وہ سمجھ یہ رہی تھیں کہ پھلوں کو کاٹ رہی ہیں لیکن حقیقت میں چھریاں ان کے ہاتھوں پر چل رہی تھیں اور مراد یہ ہے کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں کو چھریوں سے زخمی کر لیا تھا، کئی ائمہ نے یہی تفسیر بیان کی ہے۔[4]

اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب عورتوں نے کھانا کھا لیا، سیر شکم ہو گئیں تو پھر اس نے ان کے آگے پھل رکھے اور ہر ایک کو پھل کاٹنے کے لیے ایک ایک چھری بھی دے دی اور کہا: کیا تم یوسف کو دیکھنا چاہتی ہو؟ تو ان عورتوں نے جواب دیا: ہاں! تو اس نے پیغام بھیج کر یوسف علیہ السلام کو باہر بلایا جب عورتوں نے دیکھا تو بے ساختہ اپنے ہاتھ کاٹ لیے، پھر اس نے کہا کہ اب آپ واپس چلے جائیں، اس سے اس کا مقصود یہ تھا کہ یہ عورتیں آتے ہوئے اور جاتے ہوئے آپ کے جمال کا دیدار کر لیں، آپ واپس تشریف لے جا رہے تھے اور چھریوں سے ان کے ہاتھ زخمی ہو رہے تھے، درد کے باعث جب

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 2131/7. [2] تفسیر الطبری: 263/12 وتفسیر البغوی: 489/2 . [3] تفسیر الطبری: 264,263/12. [4] تفسیر الطبری: 270,269/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انھوں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا تو اس نے ان سے کہا کہ تم نے تو ایک ہی نظر دیکھنے کے بعد اپنا یہ حال کر لیا ہے تو پھر مجھے میری بے قراریوں اور بے تابیوں پر ملامت کیوں؟

**عورتیں پکار اٹھیں:** ﴿وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۖ إِنْ هٰذَآ إِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴾ ''اور وہ (عورتیں بے ساختہ) بول اٹھیں کہ [حَاشَا لِلّٰهِ] یہ آدمی نہیں، یہ تو نہیں ہے مگر نہایت معزز فرشتہ۔'' پھر ان عورتوں نے اس سے کہا کہ یہ منظر دیکھنے کے بعد ہم آئندہ تمھیں کبھی ملامت نہیں کریں گی۔[1] انھوں نے آج تک ایسا کوئی انسان نہیں دیکھا تھا جو (حسن و جمال میں) حضرت یوسف جیسا یا آپ کے قریب قریب ہی ہو، اس لیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نصف حسن عطا کیا گیا تھا جیسا کہ واقعۂ معراج سے متعلق صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا۔ ان کے بارے میں آپ نے فرمایا: [وَإِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ] ''اور ان کو نصف حسن عطا کیا گیا ہے۔''[2]

امام مجاہد اور کئی اہل علم نے کہا ہے کہ ﴿حَاشَ لِلّٰهِ﴾ کے معنی ہیں مَعَاذَ اللّٰهِ.[3] ﴿مَا هٰذَا بَشَرًا ۖ إِنْ هٰذَآ إِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴾ ﴿قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۖ﴾ ''یہ آدمی نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ اس نے کہا: یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں۔'' اس نے گویا اپنا عذر پیش کرتے ہوئے کہا کہ اپنے جمال و کمال کے باعث یہ انسان اس قابل ہے کہ اس سے محبت کی جائے۔ ﴿وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۖ﴾ ''اور بے شک میں نے ہی اسے اس کے نفس سے پھسلایا تھا مگر یہ بچا رہا۔'' بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ ان عورتوں نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے ظاہری جمال کو دیکھ لیا تو اس نے ان سے آپ کے باطنی کمالات اور صفاتِ جمیلہ کا بھی ذکر کیا، مثلاً: اس بے پناہ حسن و جمال کے ساتھ بے حد عفت و پاک دامنی۔

**یوسف علیہ السلام کی قید کو ترجیح اور اللہ سے دعا:** پھر اس نے دھمکی دیتے ہوئے کہا: ﴿وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴾ ''اور اگر (یہ وہ کام) نہ کرے گا جو میں اسے کہتی ہوں تو اسے ضرور قید کر دیا جائے گا اور وہ یقیناً بے عزت ہونے والوں میں سے ہوگا۔''

اس موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان عورتوں کے شر اور مکر و فریب سے پناہ مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی: ﴿رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ﴾ ''میرے پروردگار! جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید زیادہ پسند ہے۔'' یعنی بدکاری ﴿وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ﴾ ''اور اگر تو مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا۔'' یعنی اگر تو نے مجھے میرے نفس کے سپرد کر دیا تو مجھے برائی سے بچنے کی قدرت نہیں ہے کیونکہ میں تو تیری طاقت و قوت اور توفیق و عنایت کے بغیر کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں، اس لیے تجھی سے مدد چاہتا اور تیری ذات گرامی پر بھروسا رکھتا ہوں، لہٰذا تو مجھے میرے نفس کے سپرد نہ فرما: ﴿اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ ﴿فَاسْتَجَابَ لَهٗ

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 2137/7 بالفاظ دیگر۔ [2] صحیح مسلم، الإیمان، باب الإسراء برسول اللہ ﷺ إلی السموات وفرض الصلوات، حدیث: 162. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 2136/7 وتفسیر الطبری: 273/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



4 ع 6 14

## ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿35﴾

پھر نشانیاں دیکھ لینے کے بعد ان لوگوں کو یہی سوجھا کہ وہ اس (یوسف) کو کچھ عرصے تک بہرحال قید رکھیں ﴿35﴾

رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿34﴾ ''تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔ تو اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان سے ان (عورتوں) کا مکر دور کر دیا، بے شک وہی خوب سننے (اور) خوب جاننے والا ہے۔''

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو عظیم الشان عصمت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ آپ نے بے حیائی کے اس کام کو نہایت سختی کے ساتھ رد کر دیا اور اس کے بجائے جیل جانے کو ترجیح دی۔ یہ مقامات کمال میں سے نہایت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مقام ہے کہ شباب، جمال اور کمال کے باوجود محض اللہ کے خوف اور اس سے ثواب کی امید کے باعث برائی کی اس دعوت کو رد کر کے قید کو پسند فرما لیا جبکہ دعوت بھی ایک ایسی عورت کی طرف سے تھی جو آپ کی مالکہ تھی، عزیز مصر کی بیوی تھی، حد درجہ خوبصورت تھی اور مال و دولت اور حکمرانی سے بہرہ ور تھی۔

صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[سَبْعَةٌ يُّظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ: إِمَامٌ عَادِلٌ، وَّشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُودَ إِلَيْهِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ، اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا (أُنْفِقَتْ) يَمِينُهٗ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ]

''سات قسم کے (سعادت مند) انسان ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا: (1) عدل کرنے والا حکمران (2) وہ نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں نشوونما پائی (3) وہ شخص جس کا دل مسجد سے معلق ہو جب اس سے نکلے حتی کہ اس میں واپس آ جائے (4) وہ دو شخص جو اللہ ہی کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں اور حب الٰہی کے باعث جمع اور جدا ہوتے ہیں (5) وہ شخص جو اس طرح خفیہ طور پر صدقہ کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہیں ہوتا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (6) وہ شخص جسے کسی صاحب منصب و جمال عورت نے (برائی کی) دعوت دی اور اس نے (اسے رد کرتے ہوئے) کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں (7) اور وہ شخص جس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔''[1]

### تفسیر آیت:35

[1] اس حدیث کے الفاظ بخاری و مسلم کی مختلف روایات کے مطابق ہیں لیکن لفظ [أُنْفِقَتْ] شعب الإيمان للبيهقي میں ہے۔ دیکھیے صحيح البخاري، الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة وفضل المساجد، حديث:660 و1423 و6806 وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة، حديث: 1031 وشعب الإيمان للبيهقي، الزكاة، فصل في الاختيار في صدقة التطوع:243/3، حديث:3439.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ

اور اس کے ساتھ قید خانے میں دو جوان بھی داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: بے شک میں خود کو دیکھتا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں، اور

الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا

دوسرا بولا: بے شک میں خود کو دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں، ان میں سے پرندے کھا رہے ہیں، تو ہمیں ان کی تعبیر بتا،

نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿36﴾

بے شک ہم تجھے نیک سمجھتے ہیں ﴿36﴾

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ

یوسف نے کہا: جو کھانا تمھیں (یہاں) ملتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمھیں ان کی تعبیر بتلا دوں گا۔ یہ ان چیزوں میں سے ہے جو میرے رب

رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿37﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ

نے مجھے سکھائیں۔ بے شک میں نے ان لوگوں کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں ﴿37﴾ اور میں نے اتباع

اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ

کی ہے اپنے باپ دادا، ابراہیم اور اسحق اور یعقوب کے دین کی۔ ہمارے لیے (جائز) نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں، یہ اللہ کا

فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿38﴾

ہم پر اور (سب) لوگوں پر فضل ہے، اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ﴿38﴾

**قید کا فیصلہ اور اس پر عمل درآمد:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ لوگوں نے مصلحت اسی بات میں دیکھی کہ آپ کو ایک مدت تک کے لیے جیل میں بھیج دیں۔ اور یہ فیصلہ انھوں نے نشانیوں کو دیکھ لینے کے باوجود کیا، انھیں معلوم ہوگیا تھا کہ آپ بالکل پاک ہیں اور آپ کی عفت و پاک دامنی کی کئی نشانیاں ظاہر ہو چکی تھیں۔ گویا کہ انھوں نے یہ فیصلہ اس لیے کیا کہ وہ بات مشہور ہوگئی تھی جس کی وجہ سے شبہ پیدا ہوا تھا کہ آپ نے عورت کو برائی پر مائل کرنا چاہا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. یہی وجہ ہے کہ اس مدت کے آخر میں بادشاہ نے جب آپ کو بلایا تو آپ نے اس وقت تک جیل سے نکلنے سے انکار فرما دیا تھا یہاں تک کہ آپ کی طرف منسوب جرم اور خیانت سے آپ کی براءت واضح نہ ہو جائے جسے آپ کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ اور جب اس معاملے کی تحقیق ہوئی اور آپ بے گناہ ثابت ہوئے تو آپ اس شان سے جیل سے باہر تشریف لائے کہ عفت و پاک بازی کا پیکر تھے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ.

### تفسیر آیت:36

**خواب کی تعبیر کے بارے میں دو قیدیوں کا سوال:** قتادہ کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک بادشاہ کا ساقی تھا اور دوسرا نانبائی۔[1] ان دونوں نے خواب دیکھے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کی تعبیر پوچھی۔

[1] تفسیر الطبری:280/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿39﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ

میرے قید خانے کے دو ساتھیو! بھلا کئی جدا جدا معبود بہتر ہیں یا ایک زبردست اللہ؟ ﴿39﴾ تم اس کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو وہ نام ہی تو ہیں جو

اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ

خود تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں۔ اس نے حکم دیا ہے کہ تم

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿40﴾

صرف اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا دین ہے، مگر اکثر لوگ علم نہیں رکھتے ﴿40﴾

## تفسیر آیات: 38,37

**تعبیر سے پہلے قیدیوں کو دعوتِ توحید:** حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ انھوں نے جو خواب بھی دیکھا ہو وہ اس کی تعبیر جانتے ہیں اور وقوع پذیر ہونے سے پہلے انھیں تعبیر بتا دیں گے، اسی لیے فرمایا: ﴿ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ ﴾ ”نہیں آئے گا تمھارے پاس کھانا جو تم دیے جاتے ہو مگر (اس کے تمھارے پاس آنے سے پہلے پہلے) میں اس کی تعبیر تم دونوں کو بتا دوں گا۔“ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے جو فرمایا: ﴿ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ ﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمھارے پاس نہیں آئے گا کھانا جو تم دونوں خواب میں دیے گئے ہو، ﴿ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ﴾ ”مگر میں تمھارے پاس اس (کھانے) کے آنے سے پہلے تم دونوں کو اس کی تعبیر بتا دوں گا۔“[1] سدی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔[2] پھر آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم سکھایا اور (عطا) فرمایا ہے، اس لیے کہ میں نے اللہ اور آخرت کے دن کے ساتھ کفر کرنے والے ان کافروں کی ملت سے اجتناب کیا ہے جو آخرت کے ثواب اور عذاب کو نہیں مانتے۔ ﴿ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ ﴾ ”اور میں اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے مذہب پر چلتا ہوں۔“ یعنی میں نے کفر اور شرک کے رستے کو چھوڑ دیا ہے اور میں اللہ کے ان رسولوں — صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ — کے راستے پر چلتا ہوں۔ اور یہی حال ہوتا ہے اس شخص کا جو راہ ہدایت پر چلے، پیغمبروں کے رستے کی اتباع کرے اور گمراہوں کے رستے سے اعراض کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت سے لبریز فرما دیتا ہے، اسے وہ علم عطا فرما دیتا ہے جو وہ نہیں جانتا اور اسے خیر و بھلائی کے کاموں کا امام، رشد و ہدایت کے رستے کا داعی بنا دیتا ہے۔ ﴿ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ ﴾ ”ہمارے لیے جائز ہی نہیں ہے کہ کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک بنائیں، یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر۔“ یہ توحید، یعنی اس بات کا اقرار کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا وہ فضل ہے جس سے اس نے ہمیں نوازا اور جس کے اختیار کرنے کا اس نے حکم دیا ہے اور لوگوں پر بھی یہ اللہ کا فضل ہے کہ ان کی طرف ہمیں داعی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿38﴾ ﴾ ”اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔“ کیونکہ وہ یہ

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2144/7. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 2144/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ

میرے قید خانے کے دو ساتھیو! تم دونوں میں سے ایک اپنے مالک کو شراب پلائے گا، اور دوسرا سولی دیا جائے گا اور اس کے سر میں سے پرندے

مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿41﴾

(گوشت) کھائیں گے۔ اس معاملے کا فیصلہ کیا جا چکا جس کی بابت تم مجھ سے پوچھتے ہو ﴿41﴾

نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جو رسولوں کو بھیجا ہے تو یہ اس کی کس قدر عظیم الشان نعمت ہے۔ بلکہ ﴿ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴾ (إبراهيم 28:14) ”انھوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا۔“

### تفسیر آیات: 40,39

**یوسف علیہ السلام کا نہایت واضح اندازِ دعوت:** پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں جوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے دعوت دی کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کو اختیار کریں اور ان تمام بتوں کو ترک کر دیں جنھیں ان کی قوم پوجتی ہے، آپ نے فرمایا: ﴿ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿39﴾ ﴾ ”بھلا متفرق رب بہتر ہیں یا ایک اللہ جو نہایت غالب ہے؟“ یعنی جس کے عزت وجلال اور عظمتِ اقتدار کے سامنے ہر چیز عاجز و درماندہ ہے، پھر آپ نے بیان فرمایا کہ جن بتوں کی وہ پوجا کرتے اور جنھیں الٰہ قرار دیتے ہیں یہ تو ان کی جہالت کی کرشمہ سازی ہے۔ انھوں نے ان بتوں کو ان ناموں سے از خود موسوم کر رکھا ہے۔ یہ باتیں انھوں نے اپنے آباء و اجداد سے سنی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ ﴾ ”اللہ نے ان کی کوئی سند نازل نہیں کی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کوئی دلیل اور برہان نہیں ہے، پھر آپ نے بیان فرمایا کہ حکم، تصرف، مشیت اور بادشاہت ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے، اس نے اپنے تمام بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ صرف اور صرف اسی کی ذات گرامی کی عبادت کریں، پھر فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ﴾ ”یہی نہایت سیدھا دین ہے۔“ یعنی یہ جو میں تمھیں دعوت دے رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کرو اور اسی کے لیے اخلاص کے ساتھ عمل بجا لاؤ تو یہی وہ سیدھا دین ہے جسے اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جسے وہ پسند فرماتا ہے اور جس کی اس نے دلیل و برہان بھی نازل فرمائی ہے۔

﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿40﴾ ﴾ ”اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اسی لیے اکثر لوگ مشرک ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف 103:12) ”اور بہت سے آدمی اگرچہ آپ کتنی ہی خواہش کریں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ جب آپ انھیں دین کی دعوت دینے سے فارغ ہو گئے تو ان کے خوابوں کی تعبیر بیان کرنا شروع کر دی اور فرمایا: (دیکھیے آیت:41)

### تفسیر آیت: 41

**دونوں قیدیوں کے خوابوں کی تعبیر:** آپ نے ان کے خوابوں کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ؗ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ

اور یوسف نے ان دونوں میں سے جس کے متعلق سمجھا تھا کہ وہ نجات پانے والا ہے اسے کہا: تو اپنے مالک سے میرا ذکر کرنا، پھر شیطان نے اسے

فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۟ؕ۴۲ع 5/7/15

اپنے مالک سے (یوسف کا) ذکر کرنا بھلا دیا، چنانچہ یوسف قید خانے میں کئی سال ٹھہرا رہا ﴿42﴾

﴿ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ﴾ ''میرے جیل کے رفیقو! تم دونوں میں سے ایک (جو پہلا خواب بیان کرنے والا ہے وہ) تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا۔'' یعنی جس نے یہ خواب دیکھا تھا کہ وہ شراب کے لیے انگور نچوڑ رہا ہے۔ آپ نے معین طور پر اس کا نام نہ لیا تا کہ دوسرا غم زدہ نہ ہو، اسی لیے مبہم انداز میں فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ﴾ ''اور جو دوسرا ہے وہ سولی دیا جائے گا پھر پرندے اس کا سر کھا جائیں گے۔'' یعنی وہ جس نے یہ خواب دیکھا ہے کہ وہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہے اور پرندے انھیں کھا رہے ہیں۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ فیصلہ ہو چکا ہے، لہٰذا لامحالہ اسی طرح ہو کر رہے گا کیونکہ خواب کی جب تک تعبیر نہ کی جائے وہ ایسے ہے جیسے پرندے کے پاؤں پر ہو اور جب اس کی تعبیر بیان کر دی جائے تو وہ تعبیر کے مطابق پورا ہو جاتا ہے۔ ثوری نے عمارہ بن قعقاع سے، انھوں نے ابراہیم سے اور انھوں نے عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں کے خواب سن کر یہ تعبیر بیان فرما دی تو وہ کہنے لگے کہ نہیں! ہم نے تو کوئی خواب ہی نہیں دیکھا تھا، اس پر آپ نے فرمایا: ﴿ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۟ؕ۴۱ ﴾ ''جس معاملے کے متعلق تم مجھ سے پوچھتے تھے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔''[1]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جھوٹا خواب بیان کرتا ہے، پھر اس کی تعبیر بیان کر دی جائے تو وہ تعبیر یقیناً رونما ہو کر رہتی ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ. اس حدیث شریف میں بھی ہے جسے امام احمد نے معاویہ بن حیدہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلرُّؤْيَا عَلٰى رِجْلِ طَائِرٍ مَّا لَمْ تُعَبَّرْ، فَإِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ] ''خواب کی جب تک تعبیر بیان نہ کی جائے وہ پرندے کے پاؤں پر ہوتا ہے اور جب اس کی تعبیر بیان کر دی جائے تو وہ تعبیر وقوع پذیر ہو جاتی ہے۔''[2]

## تفسیر آیت: 42

**حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے فرمایا......** حضرت یوسف علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ ساقی نجات پا جائے گا تو آپ نے اس سے علیحدگی میں تا کہ دوسرے کو یہ معلوم نہ ہو کہ اسے سولی پر لٹکایا جائے گا یہ فرمایا: ﴿ اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ﴾ ''تم اپنے آقا سے میرا ذکر کرنا۔'' یعنی اپنے آقا سے میرا قصہ بھی بیان کرنا۔ آقا سے مراد اس دور کا بادشاہ ہے مگر رہائی پانے کے بعد یہ شخص بادشاہ کے پاس آپ کا ذکر کرنا بھول گیا اور اس کے اس بھول جانے کا تعلق بھی شیطان کی دسیسہ کاریوں سے تھا تا کہ اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام جیل سے باہر نہ آ سکیں، لہٰذا درست بات یہی ہے۔ ﴿ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ ﴾

① تفسیر الطبری: 289/12. ② مسند أحمد: 10/4 عن أبی رزین العقیلی رضی اللہ عنہ. حدیث کی مفصل تخریج کے لیے دیکھیے یوسف، آیت: 5 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ

اور بادشاہ نے کہا: بے شک میں (خواب میں) سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جنھیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات سبز بالیاں اور دوسری

یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿43﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ

خشک۔ اے درباریو! اگر تم خواب کی تعبیر کر سکتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ (43) انھوں نے کہا: یہ پریشان خواب ہیں اور ہم (ایسے) خوابوں

اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿44﴾ وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ

کی تعبیر جاننے والے نہیں (44) اور وہ (شخص) جس نے دونوں (قیدیوں) میں سے نجات پائی تھی اسے (یوسف) مدت کے بعد یاد آیا، بولا: میں تمھیں

اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿45﴾ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ

اس کی تعبیر بتاؤں گا، لہٰذا تم مجھے (یوسف کے پاس) بھیجو (45) (اس نے جا کر کہا:) اے یوسف! اے بہت ہی سچے! ہمیں (اس خواب کی تعبیر) بتلائیے کہ

سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَی النَّاسِ

سات موٹی گائیں ہیں جنھیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات ہری بالیاں ہیں اور دوسری خشک، تاکہ میں لوگوں کی طرف لوٹوں تاکہ وہ جان

لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿46﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا

لیں (46) یوسف نے کہا: تم سات سال لگا تار کاشت کرو گے، چنانچہ تم جو (فصل) کاٹو تو وہ اس کی بالیوں ہی میں رہنے دو، سوائے تھوڑی (مقدار)

قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿47﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا

کے جو تم کھاؤ (47) پھر اس کے بعد سات سال سخت آئیں گے، وہ کھا جائیں گے اسے جو تم نے ان کے لیے آگے بھیجا (ذخیرہ کیا) ہوگا، سوائے تھوڑے سے

قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿48﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ﴿49﴾ ع 6 7 16

غلے کے جو تم (بطور بیج) محفوظ رکھو گے (48) پھر اس (قحط سالی) کے بعد ایک سال آئے گا، اس میں لوگوں پر بارش ہوگی اور وہ اس میں رس نچوڑیں گے (49)

"تو اپنے آقا سے ذکر کرنا شیطان نے اس (قید کے ساتھی) کو بھلا دیا۔" میں ضمیر کا مرجع یہی نجات پانے والا شخص ہے جیسا کہ مجاہد، محمد بن اسحاق اور دیگر کئی ایک اہل علم کا قول ہے۔[1]

لفظ بِضع کے بارے میں مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ تین سے نو تک کے عدد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔[2] وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام سات برس تک آزمائش میں مبتلا رہے، حضرت یوسف علیہ السلام سات سال تک جیل میں رہے اور بخت نصر کو بھی سات سال تک عذاب دیا گیا (وہ درندوں میں گھومتا رہا کیونکہ اس کے چہرے کو مسخ کر دیا گیا تھا۔)[3]

## تفسیر آیات:43-49

**شاہِ مصر کا خواب:** یہ بادشاہِ مصر کے اس خواب کا ذکر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قید خانے سے نہایت عزت واکرام کے ساتھ رہائی کا سبب بنا دیا تھا۔ بادشاہ نے جب یہ خواب دیکھا تو وہ اس سے بہت گھبرایا اور اس خواب اور اس

① تفسیر الطبری:293/12 وتفسیر ابن أبی حاتم:2149/7. ② تفسیر الطبری:294,293/12. ③ تفسیر الطبری: 293/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی تعبیر کے بارے میں پریشان ہوگیا۔ اس نے کاہنوں، نجومیوں، سرداروں اور امرائے سلطنت کو طلب کیا، انھیں اپنا خواب سنایا اور ان سے تعبیر پوچھی تو وہ تعبیر نہ بتا سکے اور معذرت کرتے ہوئے کہنے لگے: ﴿ اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ ﴾ ''یہ تو پریشان سے خواب ہیں۔'' یعنی آپ کا یہ خواب بہت سے ملے جلے اور پراگندہ خیالات پر مشتمل ہے۔ ﴿ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴾ ''اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔'' بلکہ اگر خواب پریشان خیالات سے پاک بھی ہوتا اور واقعی صحیح خواب ہوتا تو ہم پھر بھی تعبیر نہیں بتا سکتے تھے کیونکہ ہمیں خوابوں کی تعبیر کا کوئی علم نہیں ہے۔ اب ان دونوں جوانوں میں سے، جو قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھے، نجات پا جانے والے کو آپ کی یاد آئی، درحقیقت شیطان نے اسے بادشاہ کے پاس آپ کا ذکر کرنا بھلا دیا تھا اور اب ایک مدت کے بعد اسے آپ کی یاد آئی۔ بعض ائمہ نے ان الفاظ کو [بَعْدَ أَمَهٍ] بھی پڑھا ہے، یعنی بھول جانے کے بعد اسے اب یاد آیا تو اس نے بادشاہ اور تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا: ﴿ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴾ ''میں تمھیں اس (خواب) کی تعبیر بتاؤں گا، لہٰذا تم مجھے (یوسف کے پاس) بھیجو۔'' یعنی مجھے جیل خانے میں یوسف علیہ السلام کے پاس جانے کی اجازت دے دیجیے۔ ہوا یہ کہ انھوں نے اسے اجازت دے دی، یہ جیل خانے میں گیا اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کی: ﴿ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا ﴾ ''یوسف! اے انتہائی سچے شخص! ہمیں (اس خواب کی تعبیر) بتائیے۔'' پھر اس نے بادشاہ کا خواب آپ سے بیان کر دیا۔

**بادشاہ کے خواب کی تعبیر:** حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب سنتے ہی فوراً اس کی تعبیر بیان فرما دی اور نہ تو اس نوجوان کو کوئی سرزنش کی کہ وہ بادشاہ کے پاس آپ کا ذکر کرنا بھول کیوں گیا اور نہ ہی ایسی کوئی شرط عائد کی کہ پہلے مجھے جیل سے نکالا جائے، پھر اس کی تعبیر بتاؤں گا بلکہ خواب سنتے ہی آپ نے فرمایا: ﴿ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ ﴾ ''تم لوگ سات سال متواتر کاشت کرو گے۔'' یعنی متواتر سات سال تک خوب بارشیں ہوں گی اور سرسبزی و شادابی رہے گی۔ گایوں کی تعبیر آپ نے سالوں سے کی کیونکہ اس زمین میں انھی سے ہل چلائے جاتے ہیں جن سے پھل اور فصلیں پیدا ہوتی ہیں، سبز خوشوں سے پھل اور فصلیں مراد تھیں۔

**فصلوں کو محفوظ رکھنے کا عمدہ اور نایاب طریقہ:** پھر آپ نے ان سات سالوں کے لیے رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴾ ''چنانچہ تم جو (فصل) کاٹو تو اسے اس کی بالیوں ہی میں رہنے دینا، سوائے تھوڑی (مقدار) کے جو تم کھاتے ہو۔'' یعنی ان سرسبز و شاداب سالوں میں تم جو غلہ حاصل کرو اسے خوشوں ہی میں رہنے دو تاکہ وہ زیادہ دیر تک باقی رہے اور خراب نہ ہو۔ ہاں! البتہ کھانے کے لیے بالیوں سے حاصل کرتے رہو اور وہ بھی کفایت شعاری کے ساتھ تھوڑی تھوڑی مقدار میں اور اسراف سے کام نہ لو تاکہ بعد میں آنے والے قحط کے سات سالوں میں اس غلے کو استعمال کر سکو۔ سات دبلی گائیں جو سات موٹی گایوں کو کھا رہی تھیں، یہ آنے والے قحط کے انھیں سات سالوں کی طرف اشارہ تھا کیونکہ قحط زدہ سالوں میں وہی کھایا جاتا ہے جو خوشحالی کے سالوں میں جمع کیا گیا ہو، خواب میں مذکور خشک

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ

اور بادشاہ نے کہا: تم اسے میرے پاس لے آؤ، پھر جب اس (یوسف) کے پاس قاصد آیا تو اس نے کہا: تو اپنے مالک کے پاس لوٹ جا اور اس سے پوچھ کہ

النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿50﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ

ان عورتوں (کے معاملے) کی کیا حقیقت ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ بے شک میرا رب ان کا مکر خوب جانتا ہے﴿50﴾ بادشاہ نے (عورتوں

رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ

سے) کہا: تمھارا معاملہ کیا ہے جب تم نے یوسف کو اس کے جی سے پھسلایا تھا؟ وہ بولیں: [حَاشَ لِلّٰهِ!] ''اللہ کی پناہ!'' ہمیں اس (کی ذات) میں کوئی برائی

الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿51﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ

معلوم نہیں۔ عزیز (مصر) کی بیوی نے کہا: اب حق واضح ہوگیا ہے، میں نے ہی اسے اس کے جی سے پھسلایا تھا، اور بلاشبہ وہ سچوں میں سے ہے﴿51﴾ (یوسف

لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿52﴾

نے کہا:) یہ اس لیے کہ وہ (عزیز) جان لے کہ بے شک میں نے درپردہ اس کی خیانت نہیں کی تھی، اور یہ کہ بے شک اللہ خائنوں کا مکر نہیں چلنے دیتا﴿52﴾

بالیوں سے اسی طرف اشارہ تھا، پھر آپ نے وضاحت سے فرمایا کہ قحط کے ان سالوں میں کوئی چیز پیدا نہ ہوگی اور زمین میں وہ جو بیج ڈالیں گے، اس سے انھیں کچھ حاصل نہ ہوگا، اسی لیے فرمایا: ﴿يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ﴿48﴾﴾ ''جو (غلہ) تم نے ان کے لیے آگے بھیجا (جمع کر رکھا) ہوگا، وہ اس سب کو کھا جائیں گے، صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا جسے تم محفوظ رکھو گے۔'' پھر آپ نے خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا کہ قحط کے ان مسلسل سات سالوں کے بعد جو سال آئے گا، اس میں خوب بارش ہوگی، سرسبزی و شادابی پیدا ہو جائے گی اور لوگ حسبِ عادت تیل اور رس وغیرہ نچوڑنے لگیں گے۔

## تفسیر آیات:50-52

**حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی کے معاملے کی تحقیق:** اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بادشاہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب اسے اس کے خواب کی تعبیر بتائی گئی تو وہ بہت خوش ہوا، تعبیر کے بارے میں مطمئن ہوگیا اور اسے حضرت یوسف علیہ السلام کے شرف و فضل، علم، خوابوں کی تعبیر کے بارے میں مہارت، حسنِ اخلاق اور رعایا کے بارے میں ہمدردی و خیر خواہی کا علم ہوا تو کہنے لگا: ﴿ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ﴾ ''اس (یوسف) کو میرے پاس لے آؤ۔'' یعنی انھیں جیل خانے سے نکال کر یہاں میرے پاس لے آؤ۔ جب اس سلسلے میں بادشاہ کا قاصد آپ کے پاس گیا تو آپ نے اس وقت تک جیل سے نکلنے سے انکار فرما دیا جب تک بادشاہ اور اس کی رعایا اس الزام کی تحقیق نہ کرلیں جو عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے آپ کے پاک اور طاہر دامن پر لگایا گیا تھا جس کی کوئی حقیقت نہ تھی اور محض ظلم و زیادتی سے آپ کو جیل میں بھجوا دیا گیا تھا۔ اس لیے آپ نے قاصد سے فرمایا: ﴿ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ﴾ ''اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ۔'' سنت نبوی میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے اس طرز عمل کی تحسین کرتے ہوئے آپ کے فضل و شرف، علو منزلت اور صبر کی تعریف کی گئی ہے، صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ. چنانچہ مسند احمد اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ: ﴿ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ﴾...... الآية (البقرة2:260). وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلٰى رُكْنٍ شَدِيدٍ، وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ] ''حضرت ابراہیم کی نسبت شک میں ہم زیادہ مبتلا ہو سکتے ہیں، آپ نے بارگاہِ الٰہی میں جو یہ عرض کی: ﴿ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ ﴾ ''پروردگار! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ اللہ نے کہا: کیا تو (اس پر) ایمان نہیں لایا؟ ابراہیم نے کہا: کیوں نہیں! (ایمان تو رکھتا ہوں) لیکن میں قلبی اطمینان چاہتا ہوں۔'' (تو یہ شک کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اطمینان قلب کے لیے تھا۔) اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے وہ کسی مضبوط قلعے کی پناہ پکڑنا چاہتے تھے۔ اور اگر میں جیل میں اتنی مدت رہتا جتنی مدت یوسف رہے تو میں بلانے والے کی دعوت قبول کر لیتا۔''[1] مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں الفاظ یہ ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۖ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ﴾ ''ان سے پوچھو کہ ان عورتوں (کے معاملے) کی کیا حقیقت ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے؟ بے شک میرا پروردگار ان کے مکروں سے خوب واقف ہے۔'' کے بارے میں فرمایا: [لَوْ كُنْتُ أَنَا لَأَسْرَعْتُ الْإِجَابَةَ وَمَا ابْتَغَيْتُ الْعُذْرَ] ''اگر میں ہوتا تو جلدی سے اس پیشکش کو قبول کر لیتا اور عذر تلاش نہ کرتا۔''[2]

**بادشاہ اور زنانِ مصر:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُفَ عَنْ نَّفْسِهِ ۚ ﴾ ''(بادشاہ نے عورتوں سے) پوچھا کہ تمھارا معاملہ کیا ہے جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے پھسلانا چاہا تھا؟'' بادشاہ نے ان تمام عورتوں کو جمع کیا جنھوں نے عزیز مصر کی بیوی کے ہاں اپنے ہاتھوں کو کاٹ لیا تھا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا جبکہ روئے سخن اپنے وزیر، یعنی عزیز کی بیوی کی طرف بطور خاص تھا، ﴿ مَا خَطْبُكُنَّ ﴾ یعنی اس وقت کا تمھارا معاملہ اور اصل خبر کیا ہے، ﴿ إِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُفَ عَنْ نَّفْسِهِ ۚ ﴾ ''جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے پھسلانا چاہا تھا۔'' یعنی ضیافت کے دن، ﴿ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوٓءٍ ۚ ﴾ ''سب بول اٹھیں کہ اللہ کی پناہ! ہم نے اس میں کوئی برائی معلوم نہیں کی۔'' یعنی عورتوں نے بادشاہ کو جواب دیتے ہوئے کہا: اللہ کی پناہ! یوسف پر کوئی الزام ہو، ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں دیکھی تو اس وقت ﴿ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ ﴾ ''عزیز (مصر) کی بیوی نے کہا کہ اب سچی بات تو ظاہر ہو ہی گئی ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد وغیرہ نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب حق بات بالکل واضح، ظاہر اور نمایاں ہوگئی ہے۔[3] ﴿ أَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَإِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِينَ ﴾ ''(اصل یہ ہے کہ) میں نے اسے اس کے نفس سے پھسلانا چاہا تھا اور وہ بے شک سچا ہے۔'' یعنی اپنی اس بات میں کہ ﴿ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي ﴾ (یوسف12:26) ''اسی (عزیز مصر کی بیوی) نے مجھے میرے نفس سے پھسلانا چاہا تھا۔''

---

[1] اس حدیث کے الفاظ بخاری کی روایات کے مطابق ہیں، دیکھیے صحیح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قوله: ﴿ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ﴾ (الحجر15:51)...... ، حديث:3372و4694 وصحيح مسلم ، الإيمان، باب زيادة طمأنينة القلب بتظاهر الأدلة، حديث: 151 ومسند أحمد:326/2. [2] مسند أحمد:346/2 و 389. [3] تفسير الطبري: 310,309/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ ذٰلِكَ لِيَعۡلَمَ اَنِّيۡ لَمۡ اَخُنۡهُ بِالۡغَيۡبِ ﴾ ’’یہ اس لیے کہ وہ (عزیز) جان لے کہ بے شک میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کی (امانت میں) خیانت نہیں کی تھی۔‘‘ یعنی عورت نے کہا کہ میں اس بات کا اعتراف کرتی ہوں کہ میں نے اسے ورغلانا چاہا تھا لیکن حقیقت میں میں نے خیانت کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ بڑے جرم (بدکاری) ہی کا۔ ہاں! اس نوجوان کو ضرور مائل کرنا چاہا مگر اس نے مائل ہونے سے انکار کر دیا، لہٰذا میں اس کا اعتراف کرتی ہوں تاکہ میرے شوہر کو بھی معلوم ہو جائے کہ میں نے گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ ﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِيۡ كَيۡدَ الۡخَآئِنِيۡنَ ۝52 ﴾ ’’اور اللہ خیانت کرنے والوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔‘‘

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ

اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا، بے شک نفس تو برائی پر اکساتا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے، بے شک میرا رب

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿53﴾

غفور (اور) رحیم ہے﴿53﴾

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ

اور بادشاہ نے کہا: اسے میرے پاس لاؤ، میں اسے اپنی ذات کے لیے مخصوص کروں گا، پھر جب اس نے یوسف سے گفتگو کی تو کہا: یقیناً آج تو

لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ﴿54﴾ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ

ہمارے ہاں مرتبے والا، امین ہے﴿54﴾ (یوسف نے) کہا: مجھے زمین کے خزانوں (پیداوار) پر (نگران) مقرر کر دیجیے، بے شک میں خوب نگہبانی کرنے

عَلِیْمٌ ﴿55﴾

والا، خوب جاننے والا ہوں﴿55﴾

### تفسیر آیت:53

﴿ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ ...... ﴾ کا قائل کون تھا؟ ﴿ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ ﴾ یعنی اس عورت نے کہا کہ میں اپنے نفس کو پاک صاف نہیں کہتی، نفس بری بات کہتا اور بری خواہش رکھتا ہے، اسی وجہ سے میں نے اس کو مائل کرنا چاہا تھا کیونکہ ﴿ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ ﴾ ''بے شک نفس تو برائی پر اکساتا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔'' یعنی اسے برائی سے بچالے۔ ﴿ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿53﴾ ﴾ ''بے شک میرا پروردگار خوب بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' قصے کے سیاق اور کلام کے معنی کے مطابق یہی قول زیادہ مشہور، زیادہ لائق اور زیادہ مناسب ہے کہ یہ الفاظ عزیز مصر کی بیوی کے ہیں۔ امام ماوردی نے اپنی تفسیر میں یہی بیان کیا ہے۔[1] اور امام ابوالعباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس قول کی تائید میں ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے۔

اس سلسلے میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کلام ہے اور مفہوم یہ ہے کہ ﴿ ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ ﴾ ''(میں نے) یہ (بات) اس لیے (پوچھی ہے) کہ عزیز کو یقین ہو جائے کہ یقیناً میں نے اس کی خیانت نہیں کی'' یعنی اس کی بیوی کے بارے میں ﴿ بِالْغَیْبِ ﴾ ''اس کی پیٹھ پیچھے۔'' یعنی میں نے قاصد کو اس لیے لوٹا دیا ہے تاکہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں بے گناہ ہوں اور عزیز کو بھی معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی امانت میں خیانت نہیں کی کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے مکروں کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا۔ امام ابن جریر اور ابن ابوحاتم نے تو اس سلسلے میں صرف یہی ایک قول بیان کیا ہے۔[2] جبکہ زیادہ قوی اور نمایاں پہلا قول ہے کیونکہ سیاق کلام میں بادشاہ کی موجودگی میں عزیز مصر کی بیوی کی بات ذکر ہو رہی ہے، حضرت یوسف علیہ السلام تو اس وقت وہاں موجود ہی نہ تھے بلکہ اس کے بعد بادشاہ نے

[1] دیکھیے حاشیہ تفسیر الماوردی:48/3. [2] تفسیر الطبری:3/13 و تفسیر ابن أبي حاتم:2158/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ

اور اس طرح ہم نے یوسف کو زمین (مصر) میں اقتدار دیا، وہ اس میں جہاں چاہتا قیام کرتا، ہم اپنی رحمت سے جسے چاہیں نوازتے ہیں،

وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿56﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿57﴾ ع 7/8 1

اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے ﴿56﴾ اور یقیناً آخرت کا اجر بہتر ہے ان کے لیے جو ایمان لائے اور انھوں نے تقویٰ اختیار کیا ﴿57﴾

آپ کو اپنے پاس بلایا تھا۔

**تفسیر آیات: 55,54**

**بادشاہ کی نظر میں حضرت یوسف علیہ السلام کا مقام و مرتبہ:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت و پاک دامنی ثابت ہوگئی اور اسے معلوم ہوگیا کہ آپ پر لگایا گیا الزام بالکل جھوٹا ہے تو بادشاہ نے حکم دیا: ﴿ اِئْتُوْنِيْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ ﴾ ”اسے میرے پاس لاؤ، میں اسے اپنا مصاحب خاص بناؤں گا۔“ یعنی میں اسے اپنے خواص اور اہل مشورہ میں شامل کرلوں گا۔ ﴿ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ ﴾ ”پھر جب ان سے گفتگو کی“ یعنی بادشاہ جب آپ سے مخاطب ہوا تو اس نے آپ کے شرف و کمال کو جان لیا اور خَلق اور خُلق کی خوبیوں کو پہچان لیا تو آپ سے کہنے لگا: ﴿ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿54﴾ ﴾ ”یقیناً آج سے آپ ہمارے ہاں صاحب منزلت، امانت دار ہیں۔“ یعنی آپ ہمارے ہاں ایک امین انسان کی حیثیت سے بلند مقام و مرتبہ پر فائز رہیں گے۔

**بوقت ضرورت اپنی صلاحیتوں سے دوسروں کو آگاہ کرنا:** حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿55﴾ ﴾ ”مجھے زمین کے خزانوں (پیداوار) پر مقرر کر دیجیے، بے شک میں خوب حفاظت کرنے والا، خوب واقف بھی ہوں۔“ آپ نے اپنی تعریف خود بیان کی اور جب کسی انسان کی خوبیوں کے بارے میں معلوم نہ ہو تو اس کے لیے بوقت ضرورت اس طرح کا اظہار جائز ہے۔ آپ نے اپنی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ﴿ حَفِيْظٌ ﴾ یعنی خازن اور امین ہوں اور ﴿ عَلِيْمٌ ﴿55﴾ ﴾ اس منصب کے لیے صاحب علم و بصیرت بھی۔ آپ نے ملک کے خزانوں، یعنی غلے کے گوداموں پر تقرر کی یہ بات اس لیے فرمائی کیونکہ آپ کے علم میں تھا کہ آئندہ سالوں میں اس ملک میں قحط پڑنے والا ہے جیسا کہ آپ نے بادشاہ کے خواب کی تعبیر میں بھی فرمایا تھا، اس لیے آپ نے پسند فرمایا کہ غلے کے خزانوں اور ذخیروں کے استعمال میں حد درجہ احتیاط، تدبر اور دانش مندی سے کام لیا جائے۔ آپ کی اس کام میں مہارت، دلچسپی اور آپ کے اعزاز و اکرام کے باعث آپ کی اس پیشکش کو قبول کرلیا گیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(دیکھیے آیات: 57,56)

**تفسیر آیات: 57,56**

**مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی حکومت:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ ﴾ ”اور اس طرح ہم نے یوسف کو زمین (مصر) میں جگہ دی وہ اس میں جہاں چاہتے رہتے تھے۔“ سدی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿58﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

اور یوسف کے بھائی (غلہ لینے) آئے اور اس کے پاس پہنچے، تو اس نے انھیں پہچان لیا اور وہ اسے نہیں پہچانتے تھے ﴿58﴾ اور جب اس نے ان کا

بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْٓ اُوْفِی الْكَیْلَ وَاَنَا خَیْرُ

سامان تیار کروایا تو کہا: میرے پاس اپنا پدری بھائی (بنیامین) لانا، کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں پورا ماپ (غلہ) دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز

الْمُنْزِلِیْنَ ﴿59﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿60﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ

ہوں۔ ﴿59﴾ پھر اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو تمھارے لیے میرے پاس کوئی ماپ (غلہ) نہیں، اور نہ تم میرے قریب آنا ﴿60﴾ انھوں نے کہا: ہم

عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿61﴾ وَقَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ

عنقریب اس کے باپ کو اس کے بارے میں آمادہ کریں گے اور یقیناً ہم (یہ) کرنے والے ہیں ﴿61﴾ اور یوسف نے اپنے خادموں سے کہا: ان کی

یَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓی اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿62﴾

پونجی (نقدی) ان کے سامان میں رکھ دو تاکہ جب وہ اپنے اہل وعیال کی طرف پلٹیں تو اسے پہچان لیں، شاید وہ واپس آئیں ﴿62﴾

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے لکھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ جس طرح چاہتے تصرف کرتے تھے۔[1] امام ابن جریر نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تنگی اور اسیری کے بعد اب آپ آزاد تھے اور جہاں چاہتے آتے جاتے تھے۔[2] ﴿نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿56﴾﴾ ''ہم اپنی رحمت جس پر چاہتے ہیں کرتے ہیں اور ہم نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔'' یعنی یوسف نے جو اپنے بھائیوں کی طرف سے دی گئی تکلیف اور عزیز مصر کی بیوی کے سبب قید پر صبر کیا تو ہم نے ان کے اس صبر اور اس نیک عمل کو ضائع نہیں کیا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں سلامتی اور اپنی نصرت و تائید کے ساتھ سرفراز فرمایا۔

فرمایا: ﴿وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿56﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿57﴾﴾ ''اور ہم نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے یقیناً ان کے لیے آخرت کا اجر بہت بہتر ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے نبی یوسف علیہ السلام کے لیے آخرت میں جو بے پایاں اور عظیم الشان اجر وثواب تیار فرما رکھا ہے وہ دنیا کی اس حکومت واقتدار سے بدرجہا بہتر اور افضل ہے جیسا کہ سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ○﴾ (صٓ 38:39،40) ''یہ ہماری بخشش ہے، لہٰذا (لوگوں پر) احسان کرو یا رکھ چھوڑو، (تم سے) کچھ حساب نہیں اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔''

الغرض! شاہِ مصر ریان بن ولید نے یوسف علیہ السلام کو اس شخص کی جگہ منصبِ وزارت پر فائز کر دیا جس نے آپ کو مصر میں

[1] تفسیر الطبری:9/13. [2] تفسیر الطبری:8/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خریدا اور جس کی بیوی نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا اور یہ بادشاہ یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام بھی ہو گیا تھا۔ یہ امام مجاہد کا قول ہے۔[1]

## تفسیر آیات:58-62

**بلادِ مصر قحط کی لپیٹ میں:** سدی، محمد بن اسحاق اور دیگر کئی مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ برادرانِ یوسف کے مصر میں آنے کا سبب یہ تھا کہ یوسف علیہ السلام جب مصر میں منصبِ وزارت پر فائز ہوئے، سرسبزی و شادابی کے سات سال گزر گئے اور ان کے بعد قحط کے سات سالوں کا آغاز ہو گیا تو اس قحط نے تمام بلادِ مصر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا حتی کہ یہ بلادِ کنعان تک پہنچ گیا۔ ان دنوں یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد بلادِ کنعان ہی میں رہتی تھی۔ قحط کے اس زمانے میں یوسف علیہ السلام نے غلے کے بارے میں بہت احتیاط سے کام لیا۔ سارے غلے کو خوب احسن انداز میں جمع کیا۔ غلے کی فروخت سے بہت زیادہ قیمت اور بے شمار قیمتی اور نفیس تحائف بھی جمع ہو گئے کیونکہ غلے کی خریداری کے لیے تمام علاقوں سے لوگ آپ کے پاس آتے تھے اور اپنے اہل و عیال کے لیے آپ سے غلہ حاصل کرتے تھے۔ آپ ایک آدمی کو سال بھر کے لیے ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ نہیں دیتے تھے۔ اور قحط کے اس دور میں آپ خود بھی اس قدر احتیاط فرماتے کہ سیر ہو کر کھانا نہ کھاتے بلکہ آپ، بادشاہ اور فوج کے تمام سپاہیوں نے معمول یہ بنا لیا تھا کہ دوپہر کے وقت صرف ایک لقمہ کھاتے تاکہ قحط کے ان سات سالوں میں لوگوں کی ضرورت کو پورا کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ بلاشبہ آپ کا وجودِ مسعود اہل مصر کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے باعث رحمت تھا۔

**برادرانِ یوسف کی مصر میں آمد:** غلے کے حصول کے لیے جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں آپ کے بھائی بھی تھے جو اپنے باپ کے حکم سے اس مقصد کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے کیونکہ انھیں یہ خبر موصول ہوئی تھی کہ عزیز مصر لوگوں کو قیمتاً کھانے پینے کا سامان فروخت کرتا ہے۔ انھوں نے اپنے ساتھ کچھ سامان لیا تاکہ اس کے عوض کھانے پینے کی چیزیں خرید لیں۔ اس سلسلے میں دس بھائی مصر آئے تھے جبکہ یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی بنیامین کو یعقوب علیہ السلام نے اپنے پاس ہی رکھ لیا تھا کیونکہ یوسف علیہ السلام کے بعد ان سے آپ کو بہت محبت تھی۔ جب یہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ اپنی شان و شوکت اور ریاست و سیاست میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے انھیں دیکھتے ہی پہچان لیا جبکہ یہ لوگ آپ کو نہ پہچان سکے کیونکہ انھوں نے جب آپ کو چھوڑا تھا اس وقت آپ بہت چھوٹی عمر کے تھے۔ انھوں نے قافلے والوں کے ہاتھ آپ کو بیچ دیا اور وہ نہیں جانتے تھے کہ اہل قافلہ آپ کو کہاں لے جائیں گے۔ اور اس بات کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ایک دن آپ اس قدر بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مقام و مرتبہ پر فائز ہوں گے، اس لیے وہ آپ کو پہچان نہ سکے مگر آپ نے انھیں خوب پہچان لیا۔

---

[1] تفسیر البغوی:499/2 و تفسیر الطبری:9/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا

پھر جب وہ اپنے باپ کے پاس لوٹے تو بولے: اے ہمارے ابا جان! (آیندہ) ہمارے لیے ماپ (غلہ) ممنوع ٹھہرا ہے، لہٰذا تو ہمارے ساتھ

لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿63﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ

ہمارے بھائی کو بھیج کہ ہم ماپ (غلہ) لائیں اور بے شک ہم اس کے محافظ ہیں ﴿63﴾ اس (یعقوب) نے کہا: کیا میں تمھیں اس کی بابت امین سمجھ لوں

حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿64﴾

جیسے پہلے اس کے بھائی کی بابت میں نے تمھیں امین سمجھا تھا؟ چنانچہ اللہ ہی بہتر محافظ ہے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ﴿64﴾

سدی اور دیگر نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے جب ان سے گفتگو فرمائی تو تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے فرمایا: میرے ملک میں کیسے آنا ہوا؟ انھوں نے جواب دیا: اے عزیز! ہم غلہ حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں، آپ نے فرمایا: کہیں تم جاسوس تو نہیں؟ انھوں نے جواب دیا: اللہ کی پناہ! آپ نے فرمایا: کہاں سے آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم بلادِ کنعان سے آئے ہیں اور ہمارے باپ اللہ کے نبی یعقوب علیہ السلام ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا ان کے اور بیٹے بھی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، ہم بارہ بھائی تھے، ہم میں سب سے چھوٹا بھائی جنگل میں ہلاک ہو گیا تھا، ہمارے والد کو اس سے سب سے زیادہ پیارا تھا، ان کا دوسرا حقیقی بھائی موجود ہے، انھیں والد صاحب نے تسلی کے لیے اپنے پاس ہی رکھا ہوا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کی مہمانی اور خوب عزت افزائی کی جائے۔[1]

**حسن تدبیر:** ﴿وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ﴾ ”اور جب یوسف نے ان کے لیے ان کا سامان تیار کروا دیا۔“ یعنی انھیں پورے پورے وزن کا غلہ دے دیا اور ان کا سامان لدوا دیا تو فرمایا کہ آئندہ اپنے اس بھائی کو بھی لے کر آنا جس کا تم نے ذکر کیا تھا تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ سچ ہے۔ ﴿اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْۤ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿59﴾﴾ ”کیا تم نہیں دیکھتے کہ بے شک میں ماپ پورا دیتا ہوں اور مہمان داری بھی خوب کرتا ہوں۔“ یہ آپ نے انھیں دوبارہ آنے کی ترغیب کے لیے فرمایا، پھر بطور ترہیب یہ بھی فرمایا: ﴿فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿60﴾﴾ ”پھر اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو تمھارے لیے میرے پاس کوئی ماپ نہ ہو گا اور میرے قریب نہ آنا۔“ یعنی جب تم دوبارہ آئے اور اپنے ساتھ اپنے اس بھائی کو نہ لائے تو پھر تمھیں میرے ہاں سے کوئی غلہ نہیں ملے گا۔ ﴿قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿61﴾﴾ ”انھوں نے کہا: ہم اس کے باپ کو اس کے بارے میں ضرور آمادہ کریں گے اور بے شک ہم ضرور کرنے والے ہیں۔“ یعنی ہم اسے یہاں لانے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے اور اس سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے تاکہ آپ کو ہماری بات کی صداقت کا یقین ہو جائے۔

﴿وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ﴾ ”اور (یوسف نے) اپنے خدام سے کہا کہ ان کا سرمایہ رکھ دو“ یعنی جسے وہ غلہ

[1] تفسير الطبري: 10/13 سدی اور ابن اسحاق سے بالفاظ دیگر منقول ہے وتفسير ابن أبي حاتم: 2163,2162/7 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ

اور جب انھوں نے اپنا سامان کھولا تو اپنی پونجی پائی جوانھیں لوٹا دی گئی تھی۔ وہ بولے: اے ہمارے ابا جان! ہمیں (اور) کیا چاہیے؟ یہ ہماری پونجی ہمیں

بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ

لوٹا دی گئی ہے، اور ہم اپنے اہل وعیال کے لیے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے، اور ہم ایک اونٹ کا ماپ (غلہ) زیادہ لائیں گے، یہ

يَّسِيْرٌ ﴿65﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ

ماپ (غلہ ملنا) تو بہت آسان ہے ﴿65﴾ اس (یعقوب) نے کہا: میں اسے تمھارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا حتی کہ تم مجھے اللہ کا پختہ عہد دو کہ تم اسے ضرور

اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿66﴾

میرے پاس لاؤ گے، سوائے اس کے کہ تم گھیر لیے جاؤ۔ پھر جب انھوں نے اسے اپنا پختہ عہد دیا تو وہ بولا: جو کچھ ہم کہتے ہیں اللہ اس پر ضامن ہے ﴿66﴾

خریدنے کے لیے اپنے ساتھ لائے تھے، ﴿فِيْ رِحَالِهِمْ﴾ ''ان کے کجاووں میں۔'' یعنی سامان کے بوروں میں اس انداز سے کہ انھیں معلوم نہ ہو ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿62﴾﴾ ''شاید کہ وہ پھر لوٹ آئیں۔'' یعنی اسی سرمائے کے ساتھ۔ کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے یہ اس خدشے کے پیش نظر کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے پاس اور کوئی سرمایہ ہی نہ ہو جس کے ساتھ غلہ حاصل کرنے کے لیے وہ دوبارہ آئیں۔

### تفسیر آیات: 64,63

**یعقوب علیہ السلام سے بنیامین کو ساتھ لے جانے کا مطالبہ:** اللہ تعالیٰ نے برادرانِ یوسف کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس آگئے تو ﴿قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ﴾ ''کہنے لگے کہ اے ہمارے ابا جان! ہمارے لیے غلے کی بندش کر دی گئی ہے۔'' یعنی اگر آپ نے ہمارے ساتھ ہمارے بھائی بنیامین کو نہ بھیجا تو آئندہ ہمارے لیے غلے کی ممانعت کر دی گئی ہے، لہٰذا آپ اسے ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ ہم آئندہ بھی غلہ حاصل کر سکیں اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔ بعض قراء نے اسے ﴿نَكْتَلْ﴾ کے بجائے يَكْتَلْ بھی پڑھا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ (بنیامین) غلہ لائے۔ ﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿63﴾﴾ ''اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔'' یعنی آپ اس کے بارے میں غم نہ کریں وہ بہت جلد واپس آجائے گا، اسی طرح انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں بھی یہی کہا تھا: ﴿اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○﴾ (یوسف 12:12) ''آپ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے کہ خوب (میوے) کھائے اور کھیلے کودے اور یقیناً ہم اس کے نگہبان ہیں۔''

اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ﴾ ''کیا میں اس کے متعلق تمھارا اعتبار کرلوں جیسے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا؟'' یعنی اس کے ساتھ بھی تم اسی طرح کا سلوک کرنا چاہتے ہو جس طرح پہلے اس کے بھائی کے ساتھ کر چکے ہو اور اسے بھی مجھ سے غائب کر کے میرے اور اس کے درمیان جدائی ڈالنا چاہتے ہو؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ﴾ ''چنانچہ اللہ ہی بہتر نگہبان ہے۔'' بعض قُراء نے ﴿ حِفْظًا ﴾ کو[ حِفْظًا] پڑھا ہے۔ ﴿ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ ''اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' یعنی وہ میرے ساتھ بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ وہ میرے بڑھاپے، کمزوری اور بیٹے کی جدائی کی وجہ سے مجھ پر ضرور رحم فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ میرے بیٹے کو مجھ سے ضرور ملائے گا اور میری پریشانی کو دور فرمائے گا کیونکہ وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

## تفسیر آیات:66,65

**سرمائے کا غلے سے برآمد ہونا:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ برادرانِ یوسف نے جب اپنے سامان کو کھولا تو دیکھا کہ ان کے سرمائے کو واپس کر دیا گیا ہے۔ یہ وہی سرمایہ تھا جس کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خدام کو حکم دیا تھا کہ ان کا سرمایہ ان کے سامان (غلے) میں رکھ دو۔ اور جب انھوں نے اس سرمائے (غلے کی قیمت) کو اپنے سامان میں موجود پایا تو ﴿ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ﴾ ''کہنے لگے: اے ابا جان! ہمیں (اور) کیا چاہیے؟'' ﴿ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ﴾ ''یہ ہماری پونجی بھی ہمیں واپس کر دی گئی ہے۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس کے بعد اور کیا چاہیے کہ ہماری پونجی بھی ہمیں واپس کر دی گئی ہے اور انھوں نے ہمیں غلہ بھی پورا پورا دیا ہے۔[1] ﴿ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا ﴾ ''اور ہم اپنے اہل وعیال کے لیے (پھر) غلہ لائیں گے۔'' یعنی اگر آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تو ہم اپنے اہل وعیال کے لیے اور غلہ لے آئیں گے۔ ﴿ وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ﴾ ''اور اپنے بھائی کی نگہبانی کریں گے اور ایک اونٹ کا ماپ (غلہ) زیادہ لائیں گے۔'' اس لیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک شخص کو اتنا غلہ دیتے تھے جسے ایک اونٹ اٹھا سکے۔

برادرانِ یوسف کہنے لگے: ﴿ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴾ ''یہ ماپ (غلہ ملنا) تو بہت آسان ہے۔'' یہ جملہ کلام کی تکمیل اور تحسین کے لیے کہا ہے۔ یعنی ان کا بھائی جو غلہ لے گا، اس کے مقابلے میں یہ بہت تھوڑا ہے، یہ اس کے برابر نہیں ہے۔ ﴿ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ''(یعقوب نے) کہا: جب تک تم مجھے اللہ کا پختہ عہد نہ دو، میں اسے ہرگز تمھارے ساتھ نہیں بھیجوں گا۔'' یعنی تم قسم کھا کر پختہ عہد و پیمان کرو: ﴿ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ﴾ ''تم اس کو ضرور میرے پاس (صحیح وسالم) لے آؤ گے سوائے اس کے کہ تم گھیر لیے جاؤ۔'' یعنی بے بس ہو جاؤ تو مجبوری ہے یا پھر تم سب مغلوب ہو جاؤ اور اس کی خلاصی پر قادر نہ رہو۔ ﴿ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ ﴾ ''پھر جب انھوں نے ان سے پختہ عہد کر لیا'' تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے مزید تاکید کے طور پر فرمایا: ﴿ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴾ ''جو قول قرار ہم کر رہے ہیں اس کا اللہ ضامن ہے۔'' ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بنیامین کو بھیجنے پر اس لیے آمادہ ہوئے کہ غلے کے حصول کے لیے اسے بھیجنا ایک مجبوری تھی اور غلے کے بغیر چارۂ کار نہ تھا، اس لیے مجبوراً اسے ان کے ساتھ بھیجنا پڑا۔[2]

---

[1] تفسير الطبرى:15/13. [2] تفسير ابن أبي حاتم:2167/7 نحوه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ

اور اس نے کہا: اے میرے بیٹو! تم ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے داخل ہونا، اور میں تمھیں اللہ

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿67﴾

(کے حکم) سے ذرا بھی کفایت نہیں کر سکتا۔ حکم تو اللہ ہی کا ہے، اسی پر میں نے توکل کیا ہے، اور توکل کرنے والوں کو اسی پر توکل کرنا

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا

چاہیے ﴿67﴾ اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے انھیں حکم دیا تھا، وہ انھیں اللہ (کے حکم) سے ذرا بھی نہیں بچا

حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

سکتا تھا، مگر یعقوب کے دل میں ایک حاجت (خواہش) تھی سو وہ پوری کر چکا، اور بلاشبہ ہمارے تعلیم دینے کی وجہ سے وہ صاحب علم

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿68﴾ ع 8 11 2

تھا، اور لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے ﴿68﴾

## تفسیر آیات: 68,67

**یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے ایک تدبیر:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اجازت دے دی کہ بنیامین کو اپنے ساتھ مصر لے جائیں، پھر انھوں نے حکم دیا کہ وہ سب کے سب مصر کے ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہوں بلکہ شہر میں داخلے کے لیے مختلف دروازوں کو استعمال کریں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب، مجاہد، ضحاک، قتادہ، سدی اور دیگر کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ آپ کا یہ اقدام انھیں نظر بد سے بچانے کے لیے تھا۔[1] اس وجہ سے کہ وہ سب کے سب بہت خوبصورت، تندرست وتوانا اور جوانانِ رعنا تھے۔ آپ نے خدشہ محسوس فرمایا کہ کہیں لوگ انھیں نظر ہی نہ لگا دیں کیونکہ نظر برحق ہے۔ نظر بد تو شہسوار کو گھوڑے سے نیچے گرا دیتی ہے۔ اس تدبیر کے باوجود انھوں نے یہ بھی فرمایا: ﴿وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ﴾ ''اور میں تمھیں اللہ کے مقابلے میں ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔'' یعنی میری یہ تدبیر اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور اس کی تقدیر کو نہیں ٹال سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ جو ارادہ فرما لیتا ہے اس کی نہ خلاف ورزی کی جا سکتی ہے اور نہ اسے ٹالا جا سکتا ہے۔ ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿67﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ﴾ ''بے شک حکم اسی کا ہے، میں اسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اہل توکل کو اسی پر بھروسا رکھنا چاہیے۔ اور جب وہ ان مقامات سے داخل ہوئے جہاں سے (داخل ہونے کے لیے) باپ نے ان سے کہا تھا تو وہ انھیں اللہ کے مقابلے میں ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ہاں، وہ یعقوب کے دل کی خواہش تھی جو انھوں نے پوری کی۔'' یعنی یہ تو انھوں نے نظر بد سے بچانے کے لیے ایک تدبیر کی تھی۔

[1] تفسیر الطبری: 18,17/13 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2168/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا

اور جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے (سگے) بھائی (بنیامین) کو اپنے پاس جگہ دی (اور) کہا: بے شک میں تیرا بھائی ہوں، لہٰذا تو اس کا غم

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿69﴾

نہ کر جو کچھ وہ کرتے رہے ﴿69﴾

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا

پھر جب یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے سامان میں ایک پیالہ رکھ دیا، پھر ایک پکارنے والے نے پکارا: اے قافلے والو! یقیناً تم

الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿70﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿71﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ

چور ہو ﴿70﴾ وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر بولے: تم کیا چیز گم پاتے ہو؟ ﴿71﴾ انھوں نے کہا: ہم بادشاہ کا پیالہ گم پاتے ہیں، اور جو شخص اسے لائے اس کے

الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿72﴾

لیے اونٹ بھر (غلہ) ہے اور میں اس کا ضامن ہوں ﴿72﴾

﴿ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ ﴾ ''اور بے شک وہ صاحب علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم سکھایا تھا۔'' قتادہ اور ثوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آپ اپنے علم کے مطابق عمل کرنے والے بھی تھے۔[1] اور امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ صاحب علم تھے، اس لیے کہ انھیں ہم نے سکھایا تھا۔[2] ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿68﴾ ﴾ ''اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

### تفسیر آیت :69

**حضرت یوسف علیہ السلام کی بنیامین کو تسلی:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جب برادرانِ یوسف بنیامین کے ساتھ، جو حضرت یوسف کے حقیقی بھائی تھے، ان کے پاس آئے تو انھوں نے ان کی بے حد عزت افزائی کرتے ہوئے انھیں شاہی مہمان خانے میں ٹھہرایا اور ان پر صلہ رحمی، حسن سلوک اور نوازشات کی انتہا کر دی۔ اور اپنے بھائی بنیامین کو خلوت میں اپنے بارے میں بتا دیا اور آپ جن حالات سے گزر کر اس مقام و مرتبے پر پہنچے اس سے بھی مطلع فرما دیا اور انھیں خوب یاد دلا دیا کہ وہ ان کے حقیقی بھائی ہیں اور فرمایا: ﴿ فَلَا تَبْتَىِٕسْ ﴾ ''لہٰذا تو اس کا غم نہ کر۔'' یعنی اس پر جو انھوں نے میرے ساتھ کیا تھا، نیز آپ نے حکم دیا کہ ابھی ان سے اپنے معاملے کو مخفی رکھنا اور جو باتیں میں نے تمھیں بتائی ہیں ان کے بارے میں انھیں نہ بتانا، نیز آپ نے فرمایا کہ وہ آپ کو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر کریں گے تاکہ آپ نہایت تعظیم اور اعزاز و اکرام کے ساتھ میرے پاس ہی رہیں۔

### تفسیر آیات :72-70

**برادرانِ یوسف، بنیامین کو بھائی کے پاس چھوڑنے پر کیسے مجبور ہوئے؟** حضرت یوسف نے جب اپنے بھائیوں کا

[1] تفسیر الطبری :20,19/13. [2] تفسیر الطبری :19/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿73﴾ قَالُوْا فَمَا

وہ بولے: اللہ کی قسم! یقیناً تمھیں علم ہے کہ ہم اس ملک میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں﴿73﴾ انھوں نے کہا: پھر اس (چور) کی کیا سزا ہے

جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿74﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ

اگر تم جھوٹے ہوئے؟﴿74﴾ وہ بولے: اس کی سزا یہ ہے (کہ) جس کے سامان میں وہ (پیالہ) پایا جائے وہی شخص اس کا بدلہ ہے۔ ہم ظالموں کو اسی

نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿75﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ

طرح سزا دیتے ہیں﴿75﴾ چنانچہ یوسف اپنے بھائی کے بورے سے پہلے ان کے بوروں کی تلاشی لینے لگا، پھر اس نے اپنے بھائی کے بورے سے وہ

اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ

(پیالہ) نکال لیا، اسی طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی، وہ اس بادشاہ کے قانون کی رو سے تو اپنے بھائی کو پکڑنے کا مجاز نہ تھا مگر یہ کہ اللہ

اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿76﴾

چاہے۔ ہم جس کے چاہیں درجے بلند کرتے ہیں۔ اور ہر صاحب علم کے اوپر ایک زیادہ علم والا ہے﴿76﴾

سامان تیار کر دیا اور ان کے اونٹوں کو غلے سے لاد دیا تو کسی خادم کو حکم دیا کہ وہ پیالے کو بنیامین کے سامان میں رکھ دے۔ وہ برتن اکثر ائمۂ تفسیر کے بقول چاندی کا اور بعض کے بقول سونے کا تھا۔ ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، ضحاک اور عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آپ اسی پیالے سے پانی پیا کرتے تھے۔[2] اور اس وقت کے بہترین قیمتی اناج کو اس کے ساتھ ماپ کر دیا کرتے تھے۔[3] شعبہ نے ابو بشر سے، انھوں نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بادشاہ کا پیالہ چاندی کا بنا ہوا تھا، وہ اس میں پانی پیا کرتے تھے اور یہ صراحی کی طرح تھا۔[4] اسے بنیامین کے سامان میں اس طرح خفیہ طور پر رکھ دیا گیا تھا کہ کسی کو علم نہ ہو سکا۔ اور جب قافلہ آبادی سے باہر گیا تو ایک منادی نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا: ﴿اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿70﴾﴾ ''اے قافلے والو! یقیناً تم تو چور ہو۔'' وہ منادی کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھنے لگے: ﴿مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿71﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ﴾ ''تم کیا چیز گم پاتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم بادشاہ کا پیالہ گم پاتے ہیں۔'' یعنی بادشاہ کا وہ پیالہ گم ہو گیا ہے جس سے وہ غلہ ماپ کر دیتے ہیں۔ ﴿وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ﴾ ''اور جو شخص اس کو لے آئے اس کے لیے ایک بارِ شتر (انعام) ہے۔'' یہ بدل کے طور پر ہوگا۔ ﴿وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿72﴾﴾ ''اور میں اس کا ضامن ہوں۔'' یہ ضمانت و کفالت کے باب سے ہے۔

## تفسیر آیات:73-76

**سابقہ شرائع میں چوری کی سزا:** جب ان لوگوں نے چوری کا الزام لگایا تو برادرانِ یوسف نے انھیں جواب دیتے ہوئے کہا: ﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿73﴾﴾ ''اللہ کی قسم! تم کو معلوم ہے کہ ہم (اس) زمین

---

[1] تفسير الطبري:22/13. [2] تفسير الطبري:22/13. [3] تفسير البغوي:504/2 عن عكرمة رحمه الله نحوه . [4] تفسير ابن أبي حاتم:2173/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں اس لیے نہیں آئے کہ خرابی کریں اور نہ ہم چور ہیں۔‘‘ یعنی جب سے ہماری تمھاری جان پہچان ہوئی ہے تم بھی ہمارے بارے میں یہ جانتے ہو۔ انھوں نے یہ اس لیے کہا کہ انھوں نے انھیں اچھی سیرت کا مالک پایا تھا۔ اور وہ انھیں یہ بتانا چاہتے تھے کہ یہ ہمارے عادات و خصائل ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم خرابی یا چوری کریں۔ یہ سن کر خدام بولے: ﴿ فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿74﴾ ﴾ ’’پھر اگر تم جھوٹے نکلے (چوری ثابت ہوئی) تو اس کی سزا کیا ہے؟‘‘ ﴿ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿75﴾ ﴾ ’’انھوں نے کہا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں وہ (پیالہ) دستیاب ہو تو وہی اس کا بدل قرار دیا جائے۔ ہم ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں۔‘‘ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں یہی حکم تھا کہ چور کو اس شخص کے سپرد کر دیا جائے جس کی اس نے چوری کی ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس تدبیر سے مقصود بھی یہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بھائی کے سامان سے پہلے ان کے سامان کو دیکھنا شروع کیا۔ یعنی توریے کے طور پر پہلے ان لوگوں کے سامان کی تلاشی لی گئی، ﴿ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ ﴾ ’’پھر اس نے اپنے بھائی کے بورے میں سے اس (پیالے) کو نکال لیا۔‘‘ اور ان کے اپنے اعتراف اور اعتقاد کے مطابق ان سے بنیامین کو لے لیا۔

**یہ تدبیر درحقیقت اللہ کی طرف سے تھی:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ ﴾ ’’اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی۔‘‘ اور یہ ایک محبوب اور اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے مطابق تدبیر تھی کیونکہ یہ ایک مطلوب حکمت و مصلحت پر مبنی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ ﴾ ’’وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو پکڑنے کا مجاز نہ تھا۔‘‘ یعنی بادشاہ کے حکم کے مطابق وہ بنیامین کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے۔ ضحاک وغیرہ کا یہی قول ہے۔[1] اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی کہ بھائیوں نے بھی اس بات کا اعتراف کر لیا جو ان کی شریعت کا حکم تھا اور آپ بھی اسے خوب جانتے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ ﴾ ’’ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ ...... ﴾ الآیة (المجادلة58:11) ’’جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا......۔‘‘

**ہر صاحب علم سے بڑھ کر صاحب علم موجود ہے:** ﴿ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿76﴾ ﴾ ’’اور ہر صاحبِ علم کے اوپر ایک بہت زیادہ علم والا ہے۔‘‘ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہوتا ہے حتی کہ یہ سلسلہ اللہ ذوالجلال تک پہنچ جاتا ہے۔[2] امام عبدالرزاق نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھے، آپ نے ایک بہت عجیب بات بیان فرمائی جس سے ایک شخص نے بہت تعجب کا اظہار کیا اور کہا: الحمد للہ! ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے بری بات کہی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات تو علیم ہے اور وہ

[1] تفسیر ابن أبي حاتم :2176/7 وتفسیر الطبري :33/13. [2] تفسیر الطبري :36/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ

انھوں نے کہا: اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے ایک بھائی نے بھی چوری کی تھی، چنانچہ یوسف نے یہ (بات) اپنے دل میں چھپائی

يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿77﴾

اور ان پر ظاہر نہ کی (اور دل میں) کہا: تم بدترین درجے پر ہو، اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کرتے ہو ﴿77﴾

قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ

انھوں نے کہا: اے عزیز! بے شک اس کا باپ بہت بوڑھا ہے، چنانچہ آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو پکڑ لیں۔ بے شک ہم آپ کو احسان کرنے

مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿78﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ

والوں میں سے دیکھتے ہیں ﴿78﴾ یوسف نے کہا: اللہ پناہ دے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی اس کے سوا کسی اور کو پکڑیں، تب تو بے شک

اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿79﴾ ع 9 11 3

ہم ظالم ہوئے ﴿79﴾

ہر علم والے سے بڑھ کر ہے۔ (1) سماک نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ شخص اس سے بڑا عالم ہے اور وہ اس سے بڑا عالم ہے مگر اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہر علم والے سے بڑھ کر عالم ہے۔ (2) عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ (3) قتادہ کہتے ہیں کہ ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے حتیٰ کہ علم کا یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اس کی ذات گرامی سے اس کا آغاز ہوا تھا۔ علماء کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے علم عطا ہوا ہے اور اس کی طرف علم لوٹ جائے گا۔ عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) کی قراءت میں اس طرح ہے: [وَفَوْقَ كُلِّ عَالِمٍ عَلِيمٌ]. (4)

### تفسیر آیت: 77

**برادرانِ یوسف کا آپ علیہ السلام پر چوری کا الزام:** جب برادرانِ یوسف نے دیکھا کہ پیالہ بنیامین کے سامان سے برآمد ہو گیا ہے تو کہا: ﴿اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ﴾ ”اگر اس نے چوری کی ہے تو تحقیق اس کے بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی۔“ انھوں نے عزیز کے سامنے اپنے آپ کو بنیامین کے ساتھ مشابہت سے دور رکھنا چاہا اور یہ ذکر کیا کہ ان کے بھائی، یعنی یوسف علیہ السلام نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ﴾ ”تو یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں مخفی رکھا۔“ یعنی اس بات کو جو اس کے بعد ہے اور وہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿77﴾﴾ ”تم بدترین درجے پر ہو اور جو تم بیان کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔“ یعنی جس کا تم ذکر کر رہے ہو۔ آپ نے یہ بات اپنے دل میں

(1) تفسیر عبدالرزاق: 220/2، رقم: 1329. (2) تفسیر الطبری: 35/13. (3) تفسیر الطبری: 36/13. (4) تفسیر الطبری: 36/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ

پھر جب وہ اس سے ناامید ہوگئے تو الگ ہوکر مشورہ کیا۔ ان کے بڑے نے کہا: کیا تمھیں علم نہیں کہ بے شک تمھارے باپ نے تم سے اللہ کا

عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ

پختہ عہد لیا ہے؟ اور اس سے پہلے یوسف کی بابت تم کوتاہی کر چکے ہو؟ چنانچہ میں تو اس سرزمین کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا حتی کہ میرا باپ مجھے اجازت

حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿80﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ

دے یا اللہ میرے لیے فیصلہ کر دے، اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ﴿80﴾ تم اپنے باپ کے پاس واپس جاؤ اور کہو: اے ہمارے ابا جان!

فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿81﴾

بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی، اور ہم نے وہی گواہی دی تھی جو ہمیں علم تھا، اور ہمیں غیب کی خبر نہ تھی ﴿81﴾ اور آپ اس بستی (والوں) سے پوچھ

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿82﴾

لیں جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے بھی جس میں ہم آئے ہیں، اور بے شک ہم سچے ہیں ﴿82﴾

کہی اور ان کے سامنے اس کا اظہار نہ کیا اور یہ اسلوب ''اضمار قبل الذکر''[1] کے قبیل سے ہے۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دل میں اسی بات کو مخفی رکھا: ﴿ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿77﴾ ﴾.[2]

**تفسیر آیات: 79,78**

**بھائیوں کی تجویز:** جب یہ بات طے پا گئی کہ اب بنیامین کو ان سے لے لیا جائے گا اور یوسف علیہ السلام کے پاس اسے رہنا پڑے گا جیسا کہ بھائیوں نے پہلے خود ہی اس بات کا اعتراف واقرار کر لیا تھا، لہٰذا انھوں نے اب منت وسماجت سے کام لینا شروع کر دیا، ﴿ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا ﴾ ''وہ کہنے لگے کہ اے عزیز! بے شک اس کے والد بہت بوڑھے ہیں۔'' یعنی وہ ان سے بہت محبت کرتے اور اپنے گم شدہ بچے کی جگہ ان سے قرار پاتے ہیں۔ ﴿ فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ ﴾ ''تو آپ (اس کو چھوڑ دیجیے اور) اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو پکڑ لیجیے۔'' جو اس کے بدلے آپ کے پاس رہے۔ ﴿ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿78﴾ ﴾ ''بے شک ہم دیکھتے ہیں کہ آپ احسان کرنے والوں سے ہیں۔'' یعنی عدل وانصاف سے کام لینے والے اور نیکی کو قبول کرنے والے ہیں۔ ﴿ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ ﴾ ''(یوسف نے) کہا کہ اللہ کی پناہ! اس سے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا کسی اور کو پکڑ لیں۔'' یعنی جیسا کہ خود تم نے بھی کہا اور اس قانون کا اعتراف کیا ہے۔ ﴿ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿79﴾ ﴾ ''بلاشبہ (اگر ایسا کریں) تب تو ہم ظالم ہوں گے۔'' یعنی گناہ گار کے بجائے کسی بے گناہ کو پکڑ لیں۔

[1] عام طور پر ضمیر کسی سابقہ اسم کی طرف لوٹتی ہے لیکن کبھی ضمیر کو اس کے اسم سے پہلے ہی ذکر کر دیا جاتا ہے، نحوی اصطلاح میں اس کو ''اِضمار قبل الذکر'' کہتے ہیں۔ [2] تفسیر الطبری:40/13 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## تفسیر آیات:80-82

**بھائیوں کا آپس میں مشورہ:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب برادرانِ یوسف بنیامین کی خلاصی کے سلسلے میں مایوس ہو گئے جبکہ وہ اپنے باپ سے پختہ عہد و پیمان کر کے آئے تھے کہ وہ انھیں ضرور اپنے ساتھ واپس لے کر آئیں گے مگر اب ان کی واپسی ان کے لیے بہت مشکل ہو گئی اور وہ مایوس ہو گئے تو ﴿ خَلَصُوْا نَجِيًّا ﴾ ''الگ ہو کر مشورہ کیا۔'' یعنی لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر آپس میں اس سلسلے میں صلاح مشورہ کرنے لگے۔ ﴿ قَالَ كَبِيْرُهُمْ ﴾ ''سب سے بڑے نے کہا'' ان کے سب سے بڑے بھائی رُوبیل اور بقول بعض یہوذا تھے۔ بھائیوں نے جب یوسف کے قتل کا ارادہ کیا تو انھوں نے ہی یہ مشورہ دیا تھا کہ قتل نہ کرو بلکہ انھیں کسی اندھے کنویں میں ڈال دو، اب انھوں نے کہا: ﴿ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ''کیا تم نہیں جانتے کہ تمھارے والد نے تم سے اللہ کا پختہ عہد لیا ہے۔'' کہ تم اسے ضرور ان کے پاس واپس لے کر جاؤ گے۔ پہلے تم نے ان کے لیے یوسف کو گم کر دیا اور اب بنیامین کو واپس لے جانا تمھارے لیے مشکل ہو رہا ہے۔ ﴿ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ ﴾ ''تو میں تو اس جگہ سے نہیں جاؤں گا۔'' یعنی اس شہر سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا ﴿ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ ﴾ ''یہاں تک کہ والد (صاحب) مجھے اجازت دیں'' یعنی مجھے خوشی سے واپس آنے کی اجازت دے دیں، ﴿ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ﴾ ''یا اللہ میرے لیے کوئی اور فیصلہ کر دے۔'' یعنی مجھے تلوار استعمال کرنے کا موقع مل جائے یا مجھے (اللہ) اپنے بھائی کو ساتھ لے آنے کی کوئی اور تدبیر سکھا دے۔ ﴿ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴾ ''اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔''

پھر اس نے اپنے بھائیوں کو حکم دیا کہ واپس جاؤ اور والد کو ساری صورت حال بتاؤ تا کہ انھیں معلوم ہو جائے کہ یہ بنیامین کو واپس نہ لانے میں معذور تھے، نیز معذرت کرتے ہوئے اور اپنی بے گناہی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ بھی کہو: ﴿ وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴾ ''اور ہم غیب (کی باتوں) کے (جاننے اور) یاد رکھنے والے تو نہیں تھے۔'' قتادہ و عکرمہ رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ آپ کا بیٹا چوری کرے گا۔ [1] عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہوا تھا کہ بنیامین نے ان کی کوئی چیز لی ہے بلکہ یہ پوچھا تھا کہ چور کی سزا کیا ہے؟ [2]

﴿ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا ﴾ ''اور آپ اس بستی (والوں) سے پوچھ لیں جس میں ہم (ٹھہرے) تھے۔'' کہا گیا ہے کہ اس بستی سے مراد مصر ہے اور یہ قتادہ کا قول ہے۔ [3] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مصر کے علاوہ اور بستی مراد ہے۔ ﴿ وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ﴾ ''اور اس قافلے سے بھی جس میں ہم آئے ہیں'' کہ ہم سچے اور امین ہیں اور ہم نے بنیامین کی حفاظت و نگہداشت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ ﴿ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ ''اور ہم یقیناً (اس بیان میں) بالکل سچے ہیں۔'' یعنی جو ہم نے آپ کو خبر دی کہ بنیامین نے چوری کر لی اور وہ چوری کے جرم میں پکڑا گیا ہے۔

[1] تفسیر الطبری:49/13. [2] تفسیر ابن أبی حاتم:2183/7. [3] تفسیر الطبری:50/13 و تفسیر ابن أبی حاتم:2183/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ

اس (یعقوب) نے کہا: (حقیقت یہ نہیں) بلکہ تمھارے لیے تمھارے دلوں نے ایک (بری) بات آراستہ کر دی ہے، چنانچہ صبر ہی بہتر ہے۔ شاید اللہ ان سب کو

اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿83﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ

میرے پاس لے آئے، بے شک وہی علیم و حکیم ہے ﴿83﴾ اور وہ ان سے پھرا اور بولا: ہائے افسوس یوسف پر! اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں، پس وہ

الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿84﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ

غم سے بھرا ہوا تھا ﴿84﴾ بیٹے بولے: اللہ کی قسم! آپ یوسف کو سدا یاد کرتے رہیں گے، حتی کہ آپ (غم سے گھل کر) مرنے کے قریب ہو جائیں یا ہلاک ہونے

الْهٰلِكِيْنَ ﴿85﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿86﴾

والوں میں سے ہو جائیں ﴿85﴾ اس نے کہا: میں تو اپنی پریشانی اور غم کا شکوہ اللہ ہی سے کرتا ہوں، اور میں اللہ کی طرف سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ﴿86﴾

## تفسیر آیات:83-86

**افسوس ناک خبر سننے کے بعد اللہ کے نبی کا جواب:** حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ المناک خبر سن کر بھی وہی بات فرمائی جو اس وقت فرمائی تھی جب یہ یوسف علیہ السلام کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لے آئے تھے: ﴿ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ ﴾ ''بلکہ (یہ) ایک بات تمھارے لیے تمھارے نفسوں نے آراستہ کر دی ہے، چنانچہ صبر ہی بہتر ہے۔'' محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ لوگ جب یعقوب علیہ السلام کے پاس واپس آئے اور انھوں نے انھیں ساری صورت حال بتائی تو انھوں نے انھی کو مورد الزام ٹھہرایا اور گمان یہ کیا کہ انھوں نے بنیامین کے ساتھ بھی اسی طرح کیا ہے جس طرح اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا، پھر فرمایا: ﴿ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ ﴾ [1]

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ جب ان کی اس کرتوت کو بھی ان کے پہلے فعل سے وابستہ قرار دیا تو اس کے بارے میں بھی وہی حکم لگا دیا جو ان کے پہلے فعل کے بارے میں لگایا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ ﴾ ، پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس امید کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے تینوں بیٹوں یوسف، ان کے بھائی بنیامین اور رُوبیل (یا یہوذا) کو ضرور ان کے پاس لوٹا دے گا۔ رُوبیل از خود دیارِ مصر میں رہ گیا تھا تاکہ وہ امر الٰہی کا انتظار کرے اور اس کا والد اسے خوشی سے واپس آنے کی اجازت دے دے یا کسی خفیہ طریقے سے اپنے بھائی کو حاصل کر کے واپس لے جانے میں کامیاب ہو جائے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے امید وابستہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ ﴾ ''شاید کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے، بے شک وہ خوب جاننے والا ہے۔'' یعنی میرے حال کو جانتا ہے۔ ﴿ الْحَكِيْمُ ﴿83﴾ ﴾ ''(اور) بڑی حکمت والا ہے۔'' یعنی اس کے تمام افعال اور قضا و قدر کے فیصلے حکمت پر مبنی ہیں۔ ﴿ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ ﴾ ''اور وہ ان سے پھرا اور بولا: ہائے افسوس یوسف پر!'' یعنی اپنے بیٹوں سے منہ موڑ لیا اور یوسف کے بارے میں ان کا وہی پرانا غم تازہ ہو گیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى

[1] تفسیر الطبری: 51/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ

اے میرے بیٹو! تم جاؤ اور یوسف اوراس کے بھائی کو ڈھونڈو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ کی رحمت

مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿87﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا

سے تو کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں ﴿87﴾ پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے اہل وعیال

وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

کو تکلیف پہنچی ہے اور ہم ناقص پونجی لائے ہیں، چنانچہ آپ ہمیں پورا ماپ دیں اور ہم پر صدقہ خیرات کریں، یقیناً اللہ صدقہ

يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿88﴾

خیرات کرنے والوں کو جزا دیتا ہے ﴿88﴾

یُوْسُفَ ﴾ ''ہائے افسوس یوسف پر!'' اب ان دونوں بیٹوں کے غم نے بھولے ہوئے پہلے غم کی یادیں تازہ کر دیں۔

عبدالرزاق نے ثوری از سفیان عُصفُری کی سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ اس امت کے سوا کسی اور امت کو غم کے موقع پر ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ (البقرۃ 156:2) پڑھنا نہیں سکھایا گیا۔ دیکھو! حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس شدید غم کے موقع پر یہ الفاظ نہیں پڑھے بلکہ یہ کہا: ﴿ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿84﴾ ﴾ ''ہائے افسوس یوسف پر! اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں تو وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔''[1] قتادہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ شدت غم کے باعث آپ نے خاموشی اختیار فرما لی اور مخلوق میں سے کسی کے پاس اس کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔[2] اور ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿84﴾ ﴾ کے معنی ہیں کہ آپ انتہائی غمگین اور افسردہ خاطر رہتے تھے۔[3]

**بیٹوں کا باپ سے اظہارِ ہمدردی:** اس وقت باپ کی یہ حالت دیکھ کر ان کے بیٹوں پر بھی رقت طاری ہو گئی اور انھوں نے ازراہِ نرمی وشفقت کہا: ﴿ تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ ﴾ ''اللہ کی قسم! آپ سدا یوسف کو یاد کرتے رہیں گے۔'' اگر آپ یوسف کو (اسی طرح) یاد کرتے رہے، یعنی اس قدر تسلسل کے ساتھ یاد ﴿ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا ﴾ ''یہاں تک کہ آپ (غم میں گھل کر) مرنے کے قریب ہو جائیں گے''، یعنی ضعف وناتوانی میں مبتلا ہو جائیں گے، ﴿ اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿85﴾ ﴾ ''یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' اگر آپ کی یہی حالت رہی تو ہمیں ڈر ہے کہیں آپ جان ہی سے نہ گزر جائیں۔

بیٹوں کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ﴾ ''میں تو اپنے غم واندوہ کا شکوہ صرف اللہ ہی سے کرتا ہوں۔'' یعنی میں غم وفکر کی جس کیفیت میں مبتلا ہوں اس کا اظہار صرف اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا ہوں۔ ﴿ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿86﴾ ﴾ ''اور میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔'' یعنی

① تفسير عبدالرزاق: 222/2 ، رقم: 1333 وتفسير الطبري: 53/13. ② تفسير ابن أبي حاتم: 2187/7 وتفسير الطبري: 54/13 نحوه. ③ تفسير الطبري: 53/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿89﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ

اس نے کہا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم نادان تھے ﴿89﴾ وہ بولے: کیا واقعی تو

يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ

ہی یوسف ہے؟ اس نے کہا: (ہاں) میں ہی یوسف ہوں، اور یہ میرا بھائی ہے۔ یقیناً اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ بے شک جو

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿90﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا

شخص تقویٰ اختیار کرے اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ﴿90﴾ انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! یقیناً اللہ نے تجھے ہم پر فضیلت

لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿91﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿92﴾

دی، اور بلاشبہ ہم ہی خطا کار تھے ﴿91﴾ یوسف نے کہا: تم پر آج کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھاری مغفرت کرے اور وہ ارحم الراحمین ہے ﴿92﴾

اللہ تعالیٰ سے مجھے ہر خیر کی امید ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس سے آپ کا اشارہ اس طرف تھا کہ یوسف نے جو خواب دیکھا تھا وہ سچا ہے۔[1] اور اللہ تعالیٰ اسے ایک نہ ایک دن ضرور ظاہر کرے گا۔

## تفسیر آیات: 87,88

**یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی تلاش کا حکم:** اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ انھوں نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ زمین میں پھیل جائیں اور یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی بنیامین کو تلاش کریں۔ یہاں تَحَسُّس (تلاش کرنا) کا لفظ استعمال ہوا ہے جو خیر کے کام تلاش کرنے کے لیے جبکہ تَجَسُّس (ڈھونڈنا) کا لفظ شر کے کام ڈھونڈنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انھیں ترغیب اور بشارت دی اور حکم دیا کہ وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، یعنی اپنے اس مقصود و مطلوب کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے اپنی امید کو منقطع نہ کریں کیونکہ اللہ کی رحمت سے تو کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

**بھائی، یوسف علیہ السلام کے دربار میں:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ﴾ ''پھر جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوگئے'' یعنی جب وہ مصر چلے گئے اور یوسف علیہ السلام کے ہاں داخل ہوئے تو ﴿قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ﴾ ''کہنے لگے کہ عزیز! ہمیں اور ہمارے اہل و عیال کو بڑی تکلیف پہنچی ہے۔'' یعنی قحط سالی اور قلت طعام کی وجہ سے۔ ﴿وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ﴾ ''اور ہم تھوڑا سا سرمایہ لائے ہیں۔'' یعنی کھانے پینے کا سامان خریدنے کے لیے ہمارے پاس سرمایہ تو ہے لیکن بہت قلیل۔ مجاہد، حسن اور دیگر کئی ایک ائمۂ تفسیر نے اس کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔[2]

اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ (انھوں نے کہا:) ﴿فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ﴾ ''چنانچہ آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا غلہ دیجیے۔'' یعنی اس قلیل سرمایے کے ساتھ بھی ہمیں اتنا ہی غلہ دے دیجیے جتنا آپ ہمیں پہلے دیا کرتے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ کو اس طرح پڑھا ہے: [فَأَوْقِرْ رِكَابَنَا وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا] ''آپ ہماری سواریوں کو

[1] تفسیر الطبری:60/13. [2] تفسیر الطبری:69/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غلے سے بھر دیجیے اور ہم پر خیرات کیجیے۔''[1] ابن جریج نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ آپ ہم پر خیرات کیجیے کہ ہمارا بھائی ہمیں واپس دے دیجیے۔[2] سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کسی نبی پر صدقہ حرام تھا؟ انھوں نے جواب دیا: کیا تم نے یہ ارشاد باری تعالیٰ نہیں سنا: ﴿ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴾ ''چنانچہ آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا غلہ دیجیے اور ہم پر خیرات کیجیے، یقیناً اللہ خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے۔'' اسے امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔[3]

**تفسیر آیات:89-92**

**حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو اپنے بارے میں بتانا:** اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ جب ان کے بھائیوں نے ان کے سامنے یہ ذکر کیا کہ انھیں بے حد تکلیف و مشقت، کھانے کی قلت اور شدید قحط سالی کا سامنا ہے تو آپ نے خیال فرمایا کہ آپ کے والد گرامی اپنے دو بیٹوں کے فراق کی وجہ سے کس قدر غم و اندوہ میں مبتلا ہوں گے جبکہ آپ (یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو مخاطب کیا۔) مالی فراوانی، خوشحالی اور حکومت و اقتدار کی نعمتوں سے بہرہ ور ہیں تو آپ پر رقت طاری ہو گئی اور والد گرامی اور بھائیوں کے ساتھ رحمت و شفقت کے جذبات میں تلاطم پیدا ہو گیا، دل فگار اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمانے لگے: ﴿ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴾ ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ جب تم نادان تھے تو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا۔'' یعنی یوسف اور ان کے بھائی میں کس طرح جدائی ڈال دی تھی اور تم اس وقت نادان تھے اور جہالت و نادانی نے تمھیں اس سنگین جرم کے ارتکاب پر آمادہ کر دیا تھا۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اب بھائیوں سے اپنا تعارف اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرایا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے ان کی آمد کے پہلے دو موقعوں پر اپنے معاملے کو ان سے مخفی رکھا تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ اور جب صورت حال بہت تنگ ہو گئی اور معاملے میں شدت پیدا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس تنگی کو کشادگی سے بدل دیا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ ﴾ (الانشراح 94:5,6) ''پھر بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ (اور) بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ بات سن کر بھائی کہنے لگے: ﴿ ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ ﴾ ''کیا تم ہی یوسف ہو؟'' حضرت اُبی بن کعب نے ان الفاظ کو اس طرح پڑھا ہے: [أَوَ أَنْتَ یُوسُفُ] اور ابن محیصن نے: [إِنَّكَ لَأَنْتَ یُوسُفُ] پڑھا ہے۔[4] لیکن پہلی قراءت ہی زیادہ مشہور ہے کیونکہ استفہام استعظام (عظیم جاننے) پر دلالت کرتا ہے، یعنی انھیں اس بات سے بہت تعجب ہوا کہ وہ دو سال سے بھی زیادہ عرصے سے ان کے پاس آ رہے ہیں اور انھوں نے انھیں نہ پہچانا جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے انھیں پہچان لیا لیکن اپنے معاملے کو ان سے مخفی رکھا تھا، اس لیے انھوں نے استفہام کے انداز میں پوچھا: ﴿ ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ

---

[1] تفسیر الطبری: 68/13. [2] تفسیر الطبری: 72/13. [3] تفسیر الطبری: 71/13. [4] تفسیر الطبری: 73/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



10 عٓ 14 4 اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿93﴾

تم میری یہ قمیص لے جاؤ، پھر اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائیں گے، اور تم اپنے تمام اہل و عیال کو میرے پاس لے آؤ ﴿93﴾

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿94﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ

اور جب قافلہ (مصر سے) چلا تو ان کے باپ نے کہا: بے شک میں یوسف کی مہک پاتا ہوں اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ کہو ﴿94﴾ (ان کے پاس موجود لوگ)

اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿95﴾

بولے: اللہ کی قسم! بلاشبہ آپ اپنی قدیم غلطی پر ہیں ﴿95﴾

﴿ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ ﴾ ”کیا تم ہی یوسف ہو؟ انھوں نے کہا: (ہاں!) میں ہی یوسف ہوں اور (بنیامین کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے:) یہ میرا بھائی ہے۔“

**عفو و درگزر کی درخشندہ مثال:** فرمان الٰہی ہے: ﴿ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ ﴾ ”یقیناً اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔“ یعنی لمبی جدائی اور عرصۂ دراز کے بعد ہمیں یکجا کر دیا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿90﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا ﴾ ”یقیناً جو شخص اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے تو بے شک اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ وہ بولے: اللہ کی قسم! یقیناً اللہ نے تجھے ہم پر فضیلت بخشی ہے۔“ انھوں نے آپ کے فضل و شرف، حسن و جمال، اخلاق، مالی خوشحالی، حکومت و اقتدار بلکہ نبوت کا بھی اعتراف کیا اور اس بات کا بھی اقرار کیا کہ انھوں نے آپ سے برا سلوک کیا اور آپ کے حق میں بہت بڑی غلطی کی تھی۔ آپ نے فرمایا: ﴿ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ﴾ ”آج کے دن تم پر کچھ عتاب (و ملامت) نہیں ہے۔“ آج کے بعد تم سے کوئی باز پرس ہو گی نہ تمھیں کوئی سرزنش کی جائے گی اور میرے ساتھ تم نے جو ناروا سلوک کیا اس کا آئندہ کبھی تم سے ذکر بھی نہیں کیا جائے گا، پھر اس پر مستزاد یہ کہ آپ نے ان کی مغفرت کے لیے دعا بھی فرمائی:

﴿ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿92﴾ ﴾ ”اللہ تم کو معاف کر دے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔“

### تفسیر آیات:93-95

**حضرت یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کرنا:** حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا: ﴿ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ ﴾ ”تم میری یہ قمیص لے جاؤ، پھر اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائیں گے۔“ حضرت یعقوب علیہ السلام کثرت سے رونے کی وجہ سے نابینا ہو گئے تھے۔ ﴿ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿93﴾ ﴾ ”اور تم اپنے تمام اہل و عیال کو میرے پاس لے آؤ۔“ یعنی یعقوب کے تمام بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ۔

﴿ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ ﴾ ”اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان کے والد کہنے لگے“ اپنے ان بیٹوں سے جو ان کے پاس موجود تھے: ﴿ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿94﴾ ﴾ ”بے شک اگر تم مجھ سے یہ نہ کہو کہ بہک گیا ہے تو میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں۔“ یعنی اگر مجھے کم عقل اور بوڑھا نہ سمجھو۔

امام عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب قافلہ روانہ ہوا تو ہوا چل پڑی اور اس ہوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

پھر جب بشارت دینے والا آیا، اس نے وہ (قمیص) اس کے چہرے پر ڈالی تو وہ (یعقوب) پھر سے بینا ہو گیا، اس (یعقوب) نے کہا: کیا میں نے تم

لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿96﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا

سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ﴿96﴾ انھوں نے کہا: اے ہمارے ابا جان! ہمارے لیے ہمارے

ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ﴿97﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

گناہوں کی مغفرت مانگیں، بے شک ہم ہی خطا کار تھے ﴿97﴾ اس (یعقوب) نے کہا: عنقریب میں اپنے رب سے تمھارے لیے مغفرت مانگوں گا،

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿98﴾

بے شک وہی خوب بخشنے والا (اور) خوب رحم کرنے والا ہے ﴿98﴾

نے حضرت یعقوب علیہ السلام تک حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو کو پہنچا دیا تو فرمایا: ﴿ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿94﴾ ﴾ ’’بے شک اگر تم مجھ سے یہ نہ کہو کہ (بوڑھا) بہک گیا ہے تو میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں۔‘‘ اور اس طرح انھوں نے آٹھ دن کی مسافت سے یوسف علیہ السلام کی خوشبو کو محسوس کر لیا۔[1] سفیان ثوری اور شعبہ رحمہما اللہ وغیرہ نے بھی ابوسنان سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿94﴾ ﴾ ’’اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ کہو۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عطاء، قتادہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اگر تم مجھے بیوقوف قرار نہ دو۔[3] مجاہد اور حسن رحمہما اللہ نے اس کے یہ معنی بھی بیان کیے ہیں کہ اگر تم مجھے سٹھیایا ہوا بوڑھا نہ سمجھو۔[4] مگر انھوں نے یہ سن کر کہا: ﴿ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿95﴾ ﴾ ’’بلاشبہ آپ اپنی قدیم غلطی میں ہیں۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ابھی تک اپنی قدیم غلطی میں مبتلا ہیں۔[5] قتادہ نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ یوسف علیہ السلام سے یعقوب علیہ السلام کو اس قدر محبت تھی کہ اسے ابھی تک نہ بھولے تھے اور نہ ہی غم کو دور کر سکے تھے۔ بہر حال انھوں نے اپنے باپ سے بہت سخت بات کہی تھی، انھیں زیب نہیں دیتا تھا کہ اپنے والد اور اللہ کے نبی سے اس انداز میں بات کرتے۔ سدی وغیرہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔[6]

## تفسیر آیات:96-98

**یہوذا قمیص لے کر پہنچ گیا:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک نے کہا ہے کہ اس آیت میں بشیر کے معنی قاصد کے ہیں۔[7] مجاہد اور سدی کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے یہ ڈاک لانے والا ان کا اپنا بیٹا یہوذا ہی تھا۔[8] سدی نے لکھا ہے کہ یہوذا قمیص لے کر اس لیے آیا کیونکہ یہی وہ شخص تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کی اس قمیص کو لے کر آیا تھا جس پر جھوٹ موٹ کا

[1] تفسیر عبدالرزاق:224/2، رقم:1343. [2] تفسیر الطبری:77,76/13. [3] تفسیر الطبری:79,78/13. [4] تفسیر الطبری:81,80/13. [5] تفسیر الطبری:82/13. [6] تفسیر الطبری:82/13. [7] تفسیر الطبری:83/13 . [8] تفسیر الطبری:83/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

چنانچہ جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا: تم مصر میں داخل ہو جاؤ دراں حالیکہ تم امن سے ہو، اگر

اٰمِنِيْنَ ﴿99﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ

اللہ نے چاہا ﴿99﴾ اور اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر اونچا بٹھایا، اور سب اس کے آگے سجدے میں گر گئے اور یوسف نے کہا: اے میرے ابا جان!

مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ

یہ میرے پہلے کے خواب کی تعبیر ہے۔ بلاشبہ میرے رب نے اسے سچا کر دیا ہے، اور تحقیق اس نے مجھ پر احسان کیا جب اس نے مجھے قید سے نکالا

مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا

اور تمھیں دیہات سے (یہاں) لے آیا، اس کے بعد کہ شیطان نے (ورغلا کر) میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان پھوٹ ڈال دی تھی، بے شک

يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿100﴾

میرا رب نہایت باریک بینی سے جو چاہے تدبیر کرتا ہے، بے شک وہی علیم وحکیم ہے ﴿100﴾

خون لگایا گیا تھا اور اب اس طرح گویا اس جرم کا کفارہ ادا کرنا چاہتا تھا، اس لیے اب بھی وہی یوسف علیہ السلام کی قمیص کو لے کر آیا جسے اس نے جب اپنے باپ کے چہرے پر ڈالا تو ان کی بینائی لوٹ آئی۔[1] تب یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا: ﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿96﴾ ﴾ ''کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے؟'' یعنی میں یہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک دن ضرور یوسف سے ملاقات کرائے گا اور میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ ﴿ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿94﴾ ﴾ ''بے شک اگر تم یہ نہ کہو کہ (بوڑھا) بہک گیا ہے تو میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں۔''

**برادرانِ یوسف کی ندامت:** اس وقت انھوں نے اپنے باپ کے سامنے ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ﴿ يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿97﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿98﴾ ﴾ ''اے ہمارے ابا جان! ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت مانگیے، بے شک ہم ہی خطا کار تھے۔ انھوں نے کہا کہ عنقریب میں اپنے پروردگار سے تمھارے لیے بخشش مانگوں گا، بے شک وہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' یعنی جو اس کے حضور توبہ کرے وہ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابراہیم تیمی، عمرو بن قیس اور ابن جریج رحمہم اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ نے سحری کے وقت تک ان کے لیے دعا کو مؤخر کر دیا تھا (کیونکہ سحری کا وقت دعا کی قبولیت کا خاص وقت ہے۔)[2]

## تفسیر آیات: 100,99

**والدین کا استقبال:** ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آمد اور بلادِ مصر کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے نوازنے کا ذکر فرمایا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو یہ حکم دیا تھا کہ تم تمام اہل وعیال

[1] تفسير الطبري: 83/13 نحوه . [2] تفسير الطبري: 85/13 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو میرے پاس لے آؤ تو اس پیغام پر سب نے رخت سفر باندھ لیا اور بلاد کنعان سے بلادِ مصر روانہ ہو گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اس قافلے کے پہنچ جانے کی خبر ملی تو آپ استقبال کے لیے شہر سے باہر تشریف لے آئے، بادشاہ نے بھی تمام امراء واکابر کو یہ حکم دے دیا تھا کہ وہ بھی یوسف علیہ السلام کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کا استقبال کریں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خود بادشاہ بھی استقبال کے لیے باہر آیا تھا اور یہی بات قرین صواب معلوم ہوتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝ﭣ ﴾ ''اور کہا کہ تم مصر میں داخل ہو جاؤ، اللہ نے چاہا تو امن سے (رہو گے۔)''

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ بات اس وقت کہی جب وہ سب مصر میں پہنچے اور انھیں اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ مصر میں داخل ہو جاؤ یعنی اب مصر میں امن وسکون کے ساتھ رہو کہ اب تکلیف، پریشانی اور قحط کی مصیبت کا دور گزر چکا ہے۔

**یوسف علیہ السلام اپنے والدین کو تخت پر بٹھاتے ہیں:** فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ ﴾ ''اس نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی۔'' سدی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ والدین سے مراد یوسف علیہ السلام کے والد گرامی اور خالہ ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ تو بہت عرصہ پہلے وفات پا گئی تھیں۔[1] محمد بن اسحاق اور ابن جریر نے لکھا ہے کہ آپ کے والد اور والدہ دونوں ہی زندہ تھے۔ اور بقول ابن جریر اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ آپ کی والدہ فوت ہو گئیں تھیں، قرآن مجید سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ بھی حیات تھیں۔[2] امام ابن جریر کی اس بات کی تائید قرآن مجید کے سیاق سے بھی ہو رہی ہے: ﴿ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ ﴾ ''اور اس نے اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے لکھا ہے کہ اس کے یہی معنی ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے والدین کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔[3]

**خواب کی سچی تعبیر:** ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ ﴾ ''اور سب اس (یوسف) کے آگے سجدے میں گر پڑے۔'' یعنی آپ کے والدین اور باقی بھائی جو تعداد میں گیارہ تھے، آپ کے آگے سجدے میں گر گئے۔ ﴿ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ ﴾ ''اور (اس وقت یوسف نے) کہا: اے میرے ابا جان! یہ میرے پہلے کے خواب کی تعبیر ہے۔'' اور ان الفاظ میں اپنے باپ سے بیان کیا تھا: ﴿ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا ﴾ (یوسف 4:12) (جیسا کہ اس سورۂ مبارکہ کے آغاز میں گزر چکا ہے۔)

**کیا تعظیمی سجدہ شریعت محمدیہ میں جائز ہے؟** ان کی شریعت میں یہ بات جائز تھی کہ وہ جب کسی بڑے انسان کو سلام کرتے تو اس کے لیے سجدۂ تعظیمی بجا لاتے تھے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت تک یہ جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں اسے حرام قرار دے دیا گیا ہے اور سجدے کو صرف اور صرف رب سبحانہ وتعالیٰ کی ذات گرامی کے

---

[1] تفسیر الطبری :89/13 وتفسیر ابن أبی حاتم:2201,2200/7. [2] تفسیر الطبری:88/13. [3] تفسیر الطبری : 89,88/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لیے خاص قرار دے دیا گیا ہے۔ امام قتادہ اور دیگر ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ کے اقوال کا بھی یہی خلاصہ ہے۔[1]

حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لے گئے تو انھوں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے مذہبی پیشواؤں کو سجدہ کرتے ہیں، لہٰذا واپسی پر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا: [مَا هٰذَا يَا مُعَاذُ؟] ''اے معاذ! یہ کیا ہے؟'' انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے مذہبی پیشواؤں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، آپ نے فرمایا: [لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا] ، [لِعِظَمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا] ''اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے کیونکہ شوہر کا اپنی بیوی پر بہت زیادہ حق ہے۔''[2] غرضیکہ ان کی شریعت میں یہ سجدہ جائز تھا، اسی لیے وہ یوسف علیہ السلام کے لیے سجدے میں گر گئے (جبکہ شریعت محمدی میں اس طرح کا سجدۂ تعظیمی بھی حرام ہے بلکہ کسی دوسرے انسان کے سامنے جھکنا بھی جائز نہیں ہے۔)

اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ ﴾ ''اے میرے ابا جان! یہ ہے تعبیر میرے پہلے کے خواب کی، میرے پروردگار نے اسے سچ کر دیا ہے۔'' اور یہ ہے میرے معاملے کا انجام اور معاملے کے انجام ہی کو تعبیر قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ ﴾ (الأعراف 53:7) ''کیا (یہ) لوگ اس کے وقوع کے منتظر ہیں جس دن اس کا انجام آئے گا؟'' یعنی ان لوگوں سے خیر و شر کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ قیامت کے دن پورا ہو جائے گا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ ﴾ ''تحقیق میرے پروردگار نے اسے سچ کر دیا ہے۔'' یعنی خواب کو اس نے صحیح اور سچ ثابت کر دیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ ﴾ ''اور تحقیق اس نے مجھ پر احسان کیا جب مجھے جیل سے نکالا اور تمھیں گاؤں سے (یہاں) لایا۔'' یعنی جنگل سے۔ ابن جریج وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے خاندان کے لوگ بادیہ نشین تھے اور مال مویشی پال کر گزارہ کیا کرتے تھے۔[3] اور سرحدِ شام پر فلسطین کے علاقے عَرَبات میں رہتے تھے۔[4]

﴿ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ ﴾ ''اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال دیا تھا۔ بے شک میرا پروردگار باریک بینی سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔'' یعنی جب

---

[1] تفسیر الطبری:90/13 و تفسیر البغوی:515/2. [2] پہلا حصہ [ماهذا يا معاذ؟] سنن ابن ماجه، النكاح، باب حق الزوج على المرأة، حديث:1853 ، دوسرا حصہ جامع الترمذی، الرضاع، باب ماجاء في حق الزوج على المرأة، حديث: 1159 اور تیسرا حصہ مجمع الزوائد، علامات النبوة، باب في معجزاته......:556/8، حدیث:14153 و الترغیب والترهیب، النكاح وما يتعلق......، ترغيب الزوج في الوفاء......:675,674/2، حدیث:2893 کے مطابق ہے۔ [3] تفسیر الطبری: 94/13. [4] تفسیر الطبری:93/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

اے میرے رب! تحقیق تو نے مجھے کچھ حکومت دی ہے اور مجھے باتوں (خوابوں) کی تعبیر سکھائی ہے، اے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو

وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿101﴾

ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے، تو مجھے اسلام پر موت دے اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا ﴿101﴾

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ

یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں، یہ ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور آپ ان (برادرانِ یوسف) کے پاس نہیں تھے جب انھوں نے اپنی ایک بات

يَمْكُرُوْنَ ﴿102﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿103﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ

پر اتفاق کیا تھا اور وہ مکر کر رہے تھے ﴿102﴾ اور اکثر لوگ، اگرچہ آپ حرص کریں، ایمان لانے والے نہیں ﴿103﴾ اور آپ اس (تبلیغ) پر ان (مشرکین مکہ)

اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿104﴾ ع 11 11 5

سے کوئی اجر نہیں مانگتے۔ یہ (قرآن) تو تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے ﴿104﴾

وہ کسی کام کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اس کے اسباب مہیا فرما کر اسے آسان بنا دیتا ہے۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ﴾ ”بے شک وہی نہایت علم والا ہے۔“ اور اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ ﴿الْحَكِيْمُ ﴿100﴾﴾ ”نہایت حکمت والا ہے۔“ اس کے تمام اقوال وافعال، قضا وقدر سے متعلق اس کے تمام فیصلے اور اس کے تمام اختیارات اور ارادے حکمت پر مبنی ہیں۔

**تفسیر آیت:101**

**اسلام پر خاتمے کی دعا اور ایک اشکال کا جواب:** یہ حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کی دعا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے والدین اور اپنے بھائیوں سے ملا کر ان پر اپنی نعمتوں کا اتمام فرما دیا اور نبوت وحکومت سے سرفراز فرمایا تو انھوں نے اپنے رب تعالیٰ سے یہ دعا کی: اے اللہ! جس طرح تو نے مجھے دنیا میں اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے اسی طرح آخرت کی ابدی اور سرمدی نعمتوں سے بھی شاد کام فرمانا اور جب دنیا سے اٹھانا تو حالتِ اسلام میں اٹھانا، یہ امام ضحاک کا قول ہے۔[1] اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا۔ نیک بندوں سے مراد ان کے بھائی انبیائے کرام اور مرسلین عظام علیہم السلام ہیں۔

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دعا عین اپنی وفات کے وقت کی ہو جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت اپنی انگلی اوپر اٹھاتے اور یہ دعا فرماتے تھے: [(اَللّٰهُمَّ) فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى] ”اے اللہ! مجھے رفیقِ اعلیٰ (انبیاء وصالحین) کے ساتھ ملا دے۔“ یہ تین مرتبہ فرمایا۔[2] اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ انھوں نے یہ دعا اپنی زندگی ہی میں کی ہو کہ جب ان کے لیے پیغامِ اجل آئے اور پیمانۂ عمر لبریز

[1] تفسیر الطبری:13/96. [2] صحیح البخاری، فضائل أصحاب النبیﷺ، باب، حدیث:3669 وصحیح مسلم، السلام، باب استحباب رقیة المریض، حدیث:2191، البتہ [اللّٰھم] کے لیے دیکھیے صحیح البخاری، حدیث:6348.
اور یہ دونوں احتمالات دراصل اس اعتراض کا جواب ہیں کہ موت کی دعا کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہو جائے تو اللہ تعالیٰ انھیں اسلام پر فوت کرے اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔

### تفسیر آیات :102-104

**یہ واقعات وحی الٰہی میں سے ہیں:** اللہ تعالیٰ نے جب اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حضرت یوسف علیہ السلام اور برادرانِ یوسف کا یہ قصہ سنایا اور بتایا کہ اس نے کس طرح اپنے بندے یوسف علیہ السلام کو رفعت و سربلندی عطا فرمائی، فتح و نصرت سے نوازا اور حکومت و اقتدار سے سرفراز فرمایا، حالانکہ ان کے بھائیوں نے ان سے بہت برا سلوک کیا اور انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا تھا۔ ان تمام حالات و واقعات کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) ﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ﴾ ''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔'' اور یہ واقعات ہم آپ ہی کو سکھاتے ہیں کیونکہ ان میں آپ اور آپ کے مخالفین کے لیے عبرت و نصیحت کے بہت سے سامان ہیں۔

**نبی علیہ السلام ہر جگہ حاضر ناظر نہیں:** ﴿ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ ﴾ ''آپ ان کے پاس تو نہ تھے'' یعنی وہاں حاضر اور موجود نہ تھے، ﴿ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ ﴾ ''جب انھوں نے اپنی بات پر اتفاق کیا تھا'' کہ یوسف کو اندھے کنویں میں ڈال دیں۔ ﴿ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴾ ''اور وہ فریب کر رہے تھے۔'' لیکن ہم نے آپ کی طرف وحی بھیج کر اور قرآن نازل کر کے اس واقعے سے آپ کو مطلع کیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ...... ﴾ الآیة (آل عمرٰن 44:3) ''اور جب وہ لوگ اپنے قلم (بطور قرعہ) ڈال رہے تھے، آپ ان کے پاس نہیں تھے......'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ (القصص 44:28) ''اور آپ اس وقت (طور کی) مغربی جانب نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا اور نہ ہی آپ حاضر ہونے والوں میں سے تھے۔'' ﴿ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ (القصص 46:28) ''اور آپ طور کی جانب نہیں تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) پکارا تھا بلکہ (آپ کا بھیجا جانا) آپ کے پروردگار کی رحمت ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴾ (القصص 45:28) ''اور نہ ہی آپ مدین والوں میں رہنے والے تھے کہ ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرتے۔ ہاں، ہم ہی تو پیغمبر بھیجنے والے تھے۔''

**اکثریت کیسے لوگوں کی ہوتی ہے؟** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ماضی کے ان واقعات سے اس لیے مطلع فرمایا ہے کہ ان میں لوگوں کے لیے عبرت بھی ہے اور دین و دنیا کی نجات کا سامان بھی لیکن اس کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لائے: ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اور بہت سے آدمی اگرچہ آپ (کتنی ہی) خواہش کریں، ایمان لانے والے نہیں ہیں۔'' اور اسی وجہ سے فرمایا: ﴿ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ (الأنعام 116:6) ''اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر آپ ان کا کہنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَ كَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿105﴾

اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں کہ وہ ان پر سے گزرتے ہیں اور ان سے بے دھیانی کرتے ہیں ﴿105﴾ اور ان کے اکثر اللہ پر (اس طرح)

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿106﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ

ایمان لاتے ہیں کہ وہ مشرک ہی ہوتے ہیں ﴿106﴾ کیا پھر وہ بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب کی کوئی آفت آ جائے، یا اچانک ان پر قیامت

عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿107﴾

آ جائے، اور انھیں خبر بھی نہ ہو ﴿107﴾

مان لیں گے تو وہ آپ کو اللہ کا رستہ بھلا دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○﴾ ''کچھ شک نہیں کہ اس میں (اللہ کی قدرت کی) نشانی ہے مگر وہ اکثر ایمان والے نہیں ہیں۔'' (الشعراء 26:8) اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

پھر فرمایا: ﴿ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ ﴾ ''اور آپ ان سے اس (خیر خواہی) کا کچھ صلہ بھی نہیں مانگتے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ ان سے اس ہمدردی و خیر خواہی اور رشد و بھلائی کی اس دعوت کا کوئی صلہ بھی تو نہیں مانگتے بلکہ آپ یہ تمام کام اس کی رضا کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی و خیر خواہی کے جذبے سے سرانجام دے رہے ہیں۔ ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿104﴾ ﴾ ''یہ (قرآن) تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔'' یعنی وہ اس سے ہدایت و نصیحت حاصل کر کے دنیا و آخرت کی نجات کے طلب گار بن جائیں۔

## تفسیر آیات: 105-107

**لوگوں کا نشانیوں پر غور نہ کرنا:** اللہ تعالیٰ نے اکثر لوگوں کی غفلت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور توحید کے ان دلائل پر غور نہیں کرتے جنھیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا فرمایا ہے، مثلاً: چمکتے دمکتے نجوم و کواکب، ستارے اور سیارے، گردش کرتے ہوئے افلاک، زمین کے مختلف قطعات، سرسبز و شاداب باغات، مضبوط و مستحکم پہاڑ، رواں دواں دریا و سمندر اور ان کی تلاطم خیز موجیں، بڑے بڑے صحرا اور جنگل اور بے شمار زندہ و مردہ چیزیں، حیوانات، نباتات، شکلوں اور صورتوں میں ملتے جلتے مگر ذائقوں، خوشبوؤں، رنگوں اور فوائد کے اعتبار سے مختلف انواع و اقسام کے پھل۔ پس پاک ہے وہ ذات گرامی جو واحد ہے، تمام مخلوقات کا خالق ہے، صرف اس کی ذات پاک کے لیے بقا و دوام ہے، وہ سب سے بے نیاز ہے، اسماء و صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿106﴾ ﴾ ''اور وہ اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر (اس کے ساتھ) شرک کرتے ہیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کا ایمان یہ ہے کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آسمانوں کو کس نے پیدا کیا؟ زمین کو کس نے پیدا کیا؟ پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا؟ تو جواب دیتے ہیں کہ اللہ نے پیدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیا ہے۔اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔[1] مجاہد، عطاء، عکرمہ، شعبی، قتادہ، ضحاک اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[2] صحیح حدیث میں ہے کہ مشرکین اپنے تلبیے میں یہ الفاظ بھی کہا کرتے تھے: لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ...... إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ ''میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو تیرے لیے ہے، اس کا بھی تو ہی مالک ہے اور جس کا وہ مالک ہے اس کا بھی (تو ہی مالک ہے)۔''[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ (لقمٰن13:31) ''بے شک شرک تو بڑا بھاری ظلم ہے۔'' اور یہی شرک اعظم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کی بھی عبادت کی جائے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: [أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ] ''تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔''[4] امام حسن بصری رحمہ اللہ آیت کریمہ: ﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ منافق لوگ ہیں جو لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرتے ہیں اور اس دکھاوے اور ریا کاری کی وجہ سے مشرک بن جاتے ہیں۔[5] ان کا اشارہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرف ہے: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ۡ ﴾ (النسآء142:4) ''بے شک منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے؟) وہ انھی کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے اٹھنے لگتے ہیں تو سست و کاہل ہو کر اٹھتے ہیں (صرف) لوگوں کو دکھانے کے لیے اور اللہ کو یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم۔''

**شرک کی ایک مخفی صورت:** شرک کی ایک بہت مخفی صورت بھی ہے کہ اس کے کرنے والے کو یہ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ شرک کا ارتکاب کر رہا ہے جیسا کہ حماد بن سلمہ نے عاصم بن ابوالنجود سے اور انھوں نے عروہ[6] سے روایت کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک مریض کے پاس گئے تو آپ نے اس کے بازو پر ایک تسمہ بندھا ہوا دیکھا، آپ نے اسے توڑ دیا اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ ''اور وہ اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر (اس کے ساتھ) شرک کرتے ہیں۔''[7] اور حدیث میں ہے: [مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ] ''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے شرک کیا۔'' اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کیا اور حسن قرار دیا ہے۔[8] اور اس حدیث

[1] تفسير الطبری:100/13. [2] تفسير الطبری:103,102/13. [3] صحيح مسلم، الحج، باب التلبية وصفتها ووقتها، حديث:1185. [4] صحيح البخاری، التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ﴾ (البقرة22:2)......، حديث: 7520 و صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح ......، حديث:86. [5] تفسير ابن أبی حاتم:2208,2207/7. [6] انھیں عزرہ بھی کہا جاتا ہے، دیکھیے تقريب التهذيب:19/2. [7] تفسير ابن أبی حاتم:2208/7. [8] جامع الترمذی، النذور والأيمان، باب ماجاء فی أن من حلف بغير الله فقد أشرك، حديث:1535.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِيۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيۡ وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: یہی میری راہ ہے، میں (تمھیں) اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور وہ لوگ جنھوں نے میری اتباع کی، بصیرت پر ہیں۔ اور اللہ

وَمَآ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿108﴾

پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ﴿108﴾

میں ہے جسے امام احمد اور ابوداود وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ] ”بلاشبہ جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے اور باہمی محبت پیدا کرنے کے لیے تعویذ وغیرہ لینا شرک ہے۔“[1] اور امام احمد اور ابوداود کی ایک دوسری روایت میں ہے: [اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ وَّمَا مِنَّا إِلَّا، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ] ”بدشگونی شرک ہے اور ہم میں سے ہر ایک کے دل میں بدشگونی پیدا ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ توکل کی وجہ سے اسے دور فرما دیتا ہے۔“[2]

**مشرکوں کو تنبیہ:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَفَاَمِنُوۡۤا اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ غَاشِيَةٌ مِّنۡ عَذَابِ اللّٰهِ ......﴾ الآیۃ ”کیا یہ اس (بات) سے بے خوف ہیں کہ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر ان کو ڈھانپ لے......۔“ یعنی آیا یہ مشرک اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ عذابِ الٰہی نازل ہو کر ان کو اس طرح ڈھانپ لے کہ عذاب کی آمد کا انھیں علم ہی نہ ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿اَفَاَمِنَ الَّذِيۡنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنۡ يَّخۡسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ يَاۡتِيَهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ۝ اَوۡ يَاۡخُذَهُمۡ فِيۡ تَقَلُّبِهِمۡ فَمَا هُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ ۝ اَوۡ يَاۡخُذَهُمۡ عَلٰى تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۝﴾ (النحل 16:45-47) ”کیا جو لوگ بری بری چالیں چلتے ہیں اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر عذاب آ جائے جہاں سے ان کو خبر ہی نہ ہو یا وہ ان کو نقل و حرکت کرتے پکڑ لے، تو وہ اس (اللہ) کو عاجز نہیں کر سکتے، یا جب ان کو عذاب کا ڈر پیدا ہو گیا ہو تو ان کو پکڑ لے۔ پس بے شک آپ کا پروردگار بہت شفقت کرنے والا (اور) نہایت مہربان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿اَفَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰۤى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا بَيَاتًا وَّهُمۡ نَآئِمُوۡنَ ۝ اَوَ اَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰۤى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا ضُحًى وَّهُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ۝ اَفَاَمِنُوۡا مَكۡرَ اللّٰهِ فَلَا يَاۡمَنُ مَكۡرَ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ۝﴾ (الأعراف 7:97-99) ”کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو واقع ہو اور وہ (بے خبر) سو رہے ہوں؟ اور کیا اہل شہر اس سے نڈر ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے نازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں؟ کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر کا ڈر نہیں

[1] سنن أبي داود، الطب، باب في تعليق التمائم، حديث:3883 و سنن ابن ماجه، الطب، باب تعليق التمائم، حديث: 3530 و مسند أحمد:381/1 واللفظ له . [2] سنن أبي داود، الكهانة والتطير، باب في الطيرة، حديث:3910 و مسند أحمد:389/1 واللفظ له عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ، البتہ یہ الفاظ: [ومامنا...... بالتوكل] بہت سے ائمہ حدیث نے مدرج قرار دیے ہیں، یعنی یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اپنے الفاظ ہیں۔ دیکھیے فتح الباري:213/10 ، حدیث:5754 کے ذیل میں اور مسند أحمد (الموسوعة الحديثية):214/6.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

اور آپ سے پہلے ہم نے مرد ہی (رسول بنا کر) بھیجے، ان کی طرف ہم وحی کرتے تھے (اور) وہ بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے۔ کیا پھر وہ

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ

زمین میں نہیں چلے پھرے کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے، اور پرہیز گاروں کے لیے آخرت کا گھر ہی بہتر ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿109﴾

کیا پھر تم سمجھتے نہیں؟ ﴿109﴾

رکھتے؟ اللہ کی تدبیر سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہوں۔“

### تفسیر آیت :108

**رسول اللہ ﷺ کا رستہ، طریقہ اور سنت:** اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو، جنھیں اس نے تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے، مخاطب کرتے ہوئے یہ حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں کو یہ بتا دیں کہ آپ کا رستہ، یعنی طریقہ، مسلک اور سنت یہ ہے کہ آپ اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور آپ یہ دعوت الی اللہ بصیرت، یقین اور برہان کی بنیاد پر دیتے ہیں۔ اور جو شخص بھی آپ کی پیروی کرے، آپ نے اس کے سپرد بھی یہ کام کیا ہے کہ وہ بھی اسی بات کی طرف دعوت دے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے بصیرت و یقین اور برہانِ عقلی و شرعی کے ساتھ دعوت دی تھی۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾ ”اور اللہ پاک ہے۔“ یعنی میں اللہ تعالیٰ کو منزہ پاک، جلیل، عظیم اور مقدس سمجھتا ہوں اس بات سے کہ اس کا کوئی شریک، نظیر، عدیل، ساجھی، بیٹا، باپ، بیوی، وزیر یا مشیر ہو، اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پاک ان تمام باتوں سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (بنيٓ إسرآءيل 44:17) ”ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں، سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ بہت حوصلے والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔“

### تفسیر آیت :109

**تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر اور مرد تھے:** اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے تمام کے تمام انبیاء کو مردوں میں سے ہی بھیجا ہے کسی بھی عورت کو اس نے نبیہ نہیں بنایا جیسا کہ اس آیت کریمہ کے سیاق سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنات بنی آدم میں سے کسی بھی عورت کی طرف وحی تشریع نہیں بھیجی۔ اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے، شیخ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رحمہ اللہ نے بھی اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک بیان کیا ہے کہ عورتوں میں سے کوئی نبیہ نہیں ہوئی۔ ہاں، البتہ کئی عورتیں مقام صدیقیت پر ضرور فائز تھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اشرف ترین خاتون حضرت مریم بنت عمران کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ط ﴾ (المآئدۃ5:75) ''مسیح ابن مریم تو ایک رسول ہی ہیں، تحقیق ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے اور ان کی والدہ صدیقہ (نہایت راست باز) تھیں، وہ دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے سب سے بلند مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مقامِ صدیقیت پر فائز تھیں اگر وہ نبیہ ہوتیں تو ان کے مقام شرف وعظمت کے تذکرے میں ان کے مقام نبوت پر فائز ہونے کو بیان کیا جاتا مگر نص قرآن کی روشنی میں آپ نبیہ نہیں بلکہ صدیقہ (ولیہ) تھیں۔

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے مرد ہی (رسول بنا کر) بھیجے تھے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان کا تعلق آسمان والوں سے نہیں تھا جیسا کہ تم کہتے ہو۔[1] (بلکہ ان کا تعلق تو اہل زمین سے تھا، یعنی وہ فرشتے نہیں بلکہ انسان تھے۔) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کی تائید حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ط ﴾ (الفرقان20:25) ''اور (اے نبی!) ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں، بلاشبہ وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔'' نیز فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ○ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ○ ﴾ (الأنبیآء21:8،9) ''اور ہم نے ان (نبیوں) کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے، پھر ہم نے ان کے بارے میں (اپنا) وعدہ سچا کر دکھایا، چنانچہ انھیں اور جس کو ہم نے چاہا نجات دی اور ہم نے حد سے نکل جانے والوں کو ہلاک کر دیا۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ (الأحقاف46:9) ''کہہ دیجیے کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں ہوں۔'' ارشاد الٰہی ہے: ﴿ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ط ﴾ ''بستیوں کے رہنے والوں میں سے۔'' بستیوں سے یہاں شہر مراد ہیں یہ مراد نہیں کہ وہ کوئی بادیہ نشین یا دیہاتی لوگ تھے جو طبیعت اور اخلاق کے اعتبار سے بہت درشت ہوتے ہیں۔

**سابقہ لوگوں سے عبرت حاصل کی جائے:** ارشاد الٰہی ہے: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''کیا پھر وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟'' یعنی جنھوں نے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کی تکذیب کی ہے۔ ﴿ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط ﴾ ''پس وہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا'' یعنی ان قوموں کا جنھوں نے انبیائے کرام کی تکذیب کی تھی ان کا انجام کیا ہوا، اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور اسی طرح (کا عذاب) ان کافروں کو ہوگا جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ ...... ﴾ الآیة (الحج 22:46) ''کیا پھر وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ ان کے دل (ایسے) ہوتے کہ جن سے سمجھ سکتے ......'' یعنی جب انھوں نے یہ خبر سنی تو انھیں اس حقیقت کو جان لینا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ہلاک کر دیا تھا اور اپنے مومن بندوں ہی کو اس نے نجات عطا

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم :2210/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ

حتی کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور وہ (لوگ) گمان کرنے لگے کہ انھیں خلاف واقعہ خبر دی گئی ہے تو ان (انبیاء ورسل) کے پاس ہماری مدد آ پہنچی، پھر

نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿110﴾

نجات ملی اسے جسے ہم نے چاہا اور مجرم قوم سے ہمارا عذاب ٹالا نہیں جاتا﴿110﴾

فرمائی تھی اور اپنی مخلوق کے بارے میں اس کی ہمیشہ یہی سنت رہی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ﴾ ''اور پرہیز گاروں کے لیے آخرت کا گھر بہت اچھا ہے۔'' یعنی جس طرح ہم نے دنیا کی زندگی میں اپنے مومن بندوں کو نجات عطا فرمائی، اسی طرح آخرت میں بھی ہم نے ان کے لیے نجات لکھ دی ہے جو کہ دنیا کی نجات سے بھی بدر جہا بہتر ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝﴾ (المؤمن 52,51:40) ''یقیناً ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی،) جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہے۔''

یہاں گھر کی اضافت آخرت کی طرف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ ﴾ ''اور آخرت کا گھر'' جیسے کہا جاتا ہے: صَلَاةُ الْأُولٰى ''پہلی نماز'' مَسجِدُ الْجَامِعِ ''جامع مسجد'' عَامُ الْأَوَّلِ ''پہلا سال'' بَارِحَةُ الْأُولٰى ''پہلی رات'' يَوْمُ الْخَمِيسِ ''جمعرات کا دن۔''

## تفسیر آیت:110

**انبیائے کرام علیہم السلام کو مشکل اوقات میں نصرت سے نوازا جاتا تھا:** اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا ہے کہ مشکل حالات اور نازک اوقات میں اس کی طرف سے اس کے رسولوں علیہم السلام پر فتح و نصرت نازل ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ﴾ (البقرۃ 214:2) ''اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا دیے گئے یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے، (سب) پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔''

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ كُذِبُوْا ﴾ میں دو قراءتیں ہیں:[1] ایک تشدید کے ساتھ [قَدْ كُذِّبُوا] ہے، اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی طرح پڑھا کرتی تھیں۔ امام بخاری نے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ یہ لفظ ﴿ كُذِبُوْا ﴾ ہے یا [كُذِّبُوا؟] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ [كُذِّبُوا] (تشدید کے ساتھ) ہے۔ میں نے عرض کی کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو تو یقین تھا کہ ان کی قوموں نے ان کی تکذیب کی ہے تو پھر ظن کا

---

[1] ان دونوں قراءتوں کا مطلب سامنے رکھنا بعد والی عبارت سمجھنے میں معاون ثابت ہوگا، لہٰذا [كُذِّبُوا] کا مطلب ہے ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو جھٹلایا گیا۔ ﴿ كُذِبُوْا ﴾ کا مطلب ہے ان سے جھوٹ بولا گیا یا ان کے ساتھ خلاف واقعہ بات کی گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لفظ کیوں استعمال ہوا ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں، میری عمر کی قسم! انھیں واقعی یقین حاصل تھا۔ (کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہے) میں نے (دوبارہ) عرض کی: (شاید کہ) ﴿ وَظَنُّوٓا اَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُوۡا ﴾ ''اور وہ خیال کرنے لگے کہ انھیں خلاف واقعہ خبر دی گئی ہے۔'' (کذبوا بغیر شدّ ہی کے) ہو؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: مَعَاذَ اللّٰہِ! رسول اپنے رب کے ساتھ ایسا گمان نہیں کیا کرتے تھے (کہ ان کی نصرت کا وعدہ پورا نہیں ہو رہا، گویا ان کو خلاف واقعہ خبر دی گئی ہے۔) میں نے عرض کی: تو پھر اس آیت کا مفہوم کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس سے مراد انبیائے کرام کے وہ پیروکار ہیں جو اپنے رب کے ساتھ ایمان لائے اور ان کی انھوں نے تصدیق کی مگر جب ابتلاء و آزمائش کا دور طول اختیار کر گیا اور فتح و نصرت کی آمد میں تاخیر ہو گئی ﴿ حَتّٰۤى اِذَا اسۡتَيۡـَٔسَ الرُّسُلُ ﴾ ''یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے۔'' یعنی اپنی قوم کے ان لوگوں سے جنھوں نے ان کی تکذیب کی تھی اور رسولوں نے گمان یہ کیا کہ اب ان کے پیروکار بھی ان کی تکذیب کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس فتح و نصرت آ گئی۔[1]

عروہ نے کہا کہ میں نے عرض کی کہ لفظ تخفیف کے ساتھ ﴿ كُذِبُوۡا ﴾ تو نہیں ہے؟ تو فرمانے لگیں: مَعَاذَ اللّٰہِ![2]

ابن جریج نے کہا کہ مجھے ابن ابوملیکہ نے خبر دی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے تخفیفا ﴿ كُذِبُوۡا ﴾ پڑھا ہے۔ عبداللہ بن ابوملیکہ نے بیان کیا کہ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام نے یہ گمان اس لیے کیا کہ پیغمبر بھی بشر تھے، پھر انھوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿ حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ ۝ ﴾ (البقرۃ 2:214) ''یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے، سب پکار اٹھے کہ کب اللہ کی مدد آئے گی۔ دیکھو! بے شک اللہ کی مدد قریب (ہی آیا چاہتی) ہے۔''[3]

ابن جریج نے کہا ہے کہ مجھ سے ابن ابوملیکہ نے کہا کہ مجھے عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ خبر دی ہے کہ انھوں نے اس رائے سے اختلاف کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدہ بھی فرمایا اس کے بارے میں آپ کو یقین تھا کہ وہ وعدہ بہر صورت پورا ہو کر رہے گا اور تادم واپسیں اس یقین سے سرشار رہے لیکن بات یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام بھی ابتلاء و آزمائش میں مبتلا ہوتے رہے حتی کہ انھوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے شاید ان کی تکذیب کر دی ہے۔ ابن ابوملیکہ نے حدیث عروہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ ان الفاظ کو [وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا] ''پڑھا کرتی تھیں، یعنی تشدید کے ساتھ باب تکذیب (تفعیل) سے۔[4]

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا اسۡتَيۡـَٔسَ الرُّسُلُ ﴾ (یوسف 12:110)، حدیث: 4695. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا اسۡتَيۡـَٔسَ الرُّسُلُ ﴾ (یوسف 12:110)، حدیث: 4696 یہ گزشتہ حدیث کی ایک اور سند سے الفاظ ہیں اور ان کا مقام وہاں ہے جہاں مذکورہ حدیث کے ترجمے میں قوسین میں ''شاید کہ'' کا اضافہ ہے۔ وضاحت کے لیے دیکھیے صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالی: ﴿ لَقَدۡ كَانَ فِىۡ يُوۡسُفَ ...... ﴾ (یوسف 12:7)، حدیث: 3389. [3] تفسیر الطبری: 112/13. [4] تفسیر الطبری: 113/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دوسری قراءت تخفیف کے ساتھ ﴿ كُذِبُوْا ﴾ ہے اور اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ امام سفیان ثوری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے کہ یہ لفظ ﴿ كُذِبُوْا ﴾ بغیر شدّ کے ہے۔ یعنی وہ بات جسے آپ اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں۔ [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ جب رسول اس بات سے مایوس ہو گئے کہ قوم ان کی دعوت پر لبیک کہے اور قوم نے یہ گمان کیا کہ رسول نے ان سے جھوٹ بولا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت ان کے شامل حال ہو گئی۔ [2] ﴿ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ ﴾ ''پھر جسے ہم نے چاہا بچا دیا۔''

ابن جریر نے ابراہیم بن ابوحُرّہ جزری سے روایت کیا ہے کہ ایک قریشی نوجوان نے حضرت سعید بن جبیر سے پوچھا کہ ابوعبداللہ! ان الفاظ: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا ﴾ کو کس طرح پڑھا جائے کیونکہ میں جب ان الفاظ پر آتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس سورت ہی کو نہ پڑھوں۔ انھوں نے فرمایا: ہاں، ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ جب رسول اپنی قوم کی طرف سے تصدیق سے مایوس ہو گئے اور جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا تھا انھوں نے یہ خیال کیا کہ رسولوں نے جھوٹ بولا ہے۔ یہ جواب سن کر ضحاک بن مزاحم نے کہا: میں نے جیسا منظر آج دیکھا ہے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی اہل علم نے توقف کیا ہو، بہر حال آپ کا یہ جواب اس قدر صحیح تھا کہ اگر اس طرح کے جواب کے لیے یمن تک بھی سفر کرنا پڑے تو یہ سفر بہت کم ہو گا۔ پھر امام ابن جریر نے ایک دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ مسلم بن یسار نے سعید بن جبیر سے اس کے بارے میں سوال کیا تو پھر بھی انھوں نے یہی جواب دیا تھا، انھوں نے یہ جواب سنا تو کھڑے ہو کر سعید کو گلے لگا لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مشکل کو دور فرمائے جیسا کہ آپ نے میری مشکل کو دور کر دیا ہے۔ [3] کئی ایک مختلف سندوں کے ساتھ حضرت سعید بن جبیر سے اس آیت کی یہی تفسیر مروی ہے۔ امام مجاہد بن جبر اور دیگر کئی ائمۂ سلف سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ [4]

یہ تفسیر کرنے والے پھر مختلف ہو گئے ہیں، ان میں سے بعض نے ﴿ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا ﴾ کی ضمیر کا مرجع پیغمبروں پر ایمان لانے والے ان کے پیروکاروں کو قرار دیا ہے اور بعض نے اس کا مرجع کافروں کو قرار دیا ہے، یعنی کافروں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں نے جھوٹ بولا ہے کہ ان سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے، یعنی انھوں نے اسے تخفیف کے ساتھ [کَذَبُوا] پڑھا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ابن جریر نے تمیم بن حَذلم سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس آیت کریمہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے سنا کہ جب رسول اپنی قوم کے ان پر ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور جب معاملے میں تاخیر ہو گئی تو ان کی قوم نے گمان کیا کہ رسولوں نے جھوٹ بولا ہے، یعنی انھوں

[1] تفسیر الطبری:112/13. [2] تفسیر الطبری:108/13. [3] تفسیر الطبری:110,109/13. [4] تفسیر الطبری:

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ

البتہ یقیناً ان کے قصوں میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ (قرآن) گھڑی ہوئی بات نہیں، بلکہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق اور ہر چیز

12 ع 7 6 الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿111﴾ ع

کی تفصیل ہے اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ﴿111﴾

نے بھی اسے تخفیف کے ساتھ [ کَذَبُوا ] ہی پڑھا ہے۔ ①

**تفسیر آیت : 111**

**عقل مندوں کے لیے عبرت:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رسولوں کی اپنی قوم کے ساتھ اس خبر میں اور اس بات میں کہ ہم نے مومنوں کو کس طرح نجات دی اور کافروں کو کس طرح ہلاک کیا، ﴿ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ ﴾ ”عقل مندوں کے لیے عبرت ہے۔“ ﴿ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى ﴾ ”یہ قرآن) ایسی بات نہیں ہے جو (اپنے دل سے) بنائی گئی ہو۔“ یعنی یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل نہ فرمایا ہو اور اسے از راہ کذب و افترا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ ﴿ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾ ”بلکہ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق (کرنے والا) ہے۔“ یعنی اس سے پہلے آسمان سے نازل ہونے والی کتابوں میں جو صحیح باتیں ہیں، قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے اور ان میں جو تحریف اور تغیر و تبدل رونما ہو چکا ہے اس کی نفی کرتا ہے، نیز سابقہ آسمانی کتابوں میں بیان کردہ احکام کو منسوخ قرار دیتا یا انھیں برقرار رکھتا ہے۔

﴿ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ”اور ہر چیز کی تفصیل ہے۔“ یعنی قرآن مجید میں حلال و حرام اور مستحب و مکروہ کی تفصیل موجود ہے، علاوہ ازیں اس میں طاعات، واجبات اور مستحبات کا حکم ہے، محرمات و مکروہات کی ممانعت ہے، واضح امور اور مستقبل کے اجمال و تفصیلی مخفی امور کی نشان دہی ہے، نیز اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء و صفات اور مخلوقات کی مشابہت سے اس کے پاک ہونے کا تذکرہ ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿111﴾ ﴾ ”اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔“ یعنی مومنوں کے دل قرآن کی ہدایت سے سرشار ہو کر سرکشی سے رشد و بھلائی کی طرف اور ضلالت و گمراہی سے راستی کی طرف آ جاتے ہیں اور قرآن کے ساتھ وہ اپنے رب تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں اس کی رحمت کے طلب گار ہوتے ہیں۔ ہم بھی اللہ رب ذوالجلال کے حضور دست بدعا ہیں کہ وہ محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں دنیا میں بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرمائے اور آخرت کے دن میں بھی جب سفید، روشن اور تروتازہ چہرے کامیابی و کامرانی سے ہم کنار ہوں گے اور سیاہ چہرے ناکام و نامراد ہوں گے۔

سورۂ یوسف کی تفسیر مکمل ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ الْمُسْتَعَانُ.

---

① تفسیر الطبری: 111/13 تخفیف کے ساتھ ساتھ انھوں نے کُذِبُوا ”ان سے جھوٹ بولا گیا“ مجہول کے بجائے معروف کَذَبُوا ”انھوں نے جھوٹ بولا“ پڑھا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# تفسیر سورۂ رعد

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ ؕ وَالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَـقُّ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ①

الٓمّٓرٰ، (اے نبی!) یہ کتاب کی آیات ہیں، اور جو آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف نازل کیا گیا وہی حق ہے، اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ①

اَللّٰهُ الَّذِىۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجۡرِىۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ يُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّكُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ②

اللہ وہ ذات ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان بلند کیے، تم انھیں دیکھتے ہو، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، اور سورج اور چاند کو کام پر لگایا، ہر ایک مقررہ مدت کے لیے چل رہا ہے۔ وہ کام کی تدبیر کرتا ہے، (اپنی) نشانیاں تفصیل سے بیان کرتا ہے، تاکہ تم اپنے رب سے ملاقات پر یقین کر لو ②

## تفسیر آیت: 1

بعض سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات ہیں، ان کے بارے میں سورۂ بقرہ کے شروع میں تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔ اور ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ ہر وہ سورت جسے حروف مقطعات سے شروع کیا گیا ہے، اس میں قرآن مجید کی تائید و حمایت کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ اس بات میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے نازل فرمایا ہے، اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ ؕ ﴾ یہ کتاب الٰہی، یعنی قرآن مجید کی آیات ہیں، پھر اس پر عطف صفات ڈالتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ ﴾ ''اور جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے۔'' اے محمد (ﷺ!) ﴿ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَـقُّ ﴾ ''آپ کے رب کی طرف سے حق ہے۔'' اس میں ﴿ الۡحَـقُّ ﴾ عربی گرامر کے اعتبار سے خبر ہے اور اس کا مبتدا پہلے گزر چکا ہے جو یہ: ﴿ وَالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ﴾ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے:** اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ ”اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔“ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے: ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف 103:12) ”اور اکثر لوگ، اگرچہ آپ (کتنی ہی) حرص کریں، ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ یعنی اس بیان، روشنی اور وضاحت کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے کیونکہ وہ مخالفت، دشمنی اور نفاق میں مبتلا ہیں۔

### تفسیر آیت:2

**اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت کا بیان:** اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت اور عظیم سلطنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس کے اذن اور امر کے ساتھ بلند و بالا آسمان ستونوں کے بغیر کھڑے ہیں بلکہ اس نے اپنے اذن، امر اور تسخیر کے ساتھ انھیں زمین سے اس قدر دور فاصلے پر رکھا ہے کہ نہ اسے چھوا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی حدود کا ادراک ہو سکتا ہے۔ آسمانِ دنیا، زمین اور اس کے گرد و پیش کے پانی اور ہوا کا اس کے تمام اطراف و جوانب سے احاطہ کیے ہوئے ہے اور چاروں طرف سے یکساں طور پر زمین سے بلند ہے اور ہر طرف سے آسمان اور زمین کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر ہے اور اس کا اپنا قُطر بھی اتنا ہی ہے، پھر دوسرا آسمان ہے جو پہلے آسمان اور اس کی تمام اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہے، دونوں آسمانوں کے درمیان کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کی مسافت کا ہے اور اس کا اپنا قطر بھی پانچ سو سال کی مسافت کا ہے، الغرض! اسی طرح تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں آسمان کا حال ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ ...... ﴾ الآیۃ (الطلاق 12:65) ”اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور ان کی مثل زمینیں بھی......“

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ﴾ ”ستونوں کے بغیر تم انھیں دیکھتے ہو۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن، قتادہ اور کئی ایک اہل علم سے مروی ہے کہ آسمانوں کے ستون تو ہیں لیکن نظر نہیں آتے۔[1] ایاس بن معاویہ کہتے ہیں کہ آسمان زمین پر قبے کی طرح، یعنی بلا ستون ہے۔ قتادہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] اور سیاق سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ ﴾ (الحج 65:22) ”اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اذن کے بغیر زمین پر (نہ) گرے۔“ سے بھی یہی ظاہر ہے، لہٰذا ﴿ تَرَوْنَهَا ﴾ ”تم انھیں دیکھتے ہو“ ستونوں کی نفی کی تاکید کے لیے ہے، یعنی آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کیا گیا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور بلا شبہ یہ معنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے حوالے سے نہایت مناسب ہیں۔

**استواء:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ ”پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔“ سورۂ اعراف میں استواء کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے[3] کہ اللہ ذوالجلال کی ذات گرامی عرش پر مستوی ہے، اس پر کیفیت بیان کیے بغیر، نیز تشبیہ، تعطیل اور تمثیل کے بغیر اسی طرح ایمان لایا جائے گا جیسا کہ قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عُلُوًّا كَبِيرًا.

---

① تفسیر الطبری: 122/13. ② تفسیر الطبری: 123/13. ③ دیکھیے، آیت: 54 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ

اور وہی ہے جس نے زمین پھیلائی اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں، اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے دو دو جوڑے بنائے،

فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ③

وہ دن کو رات سے ڈھانپتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں ③ اور زمین میں

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ

باہم ملے ہوئے قطعات ہیں، اور انگوروں کے باغ اور کھیتیاں اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے کئی تنوں والے اور ایک تنے

يُّسْقٰى بِمَاۗءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

والے، جو ایک ہی پانی سے سیراب کیے جاتے ہیں، اور ہم ان کے بعض کو بعض پر پھل میں فضیلت دیتے ہیں۔ بے شک اس میں

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ④

ان لوگوں کے لیے البتہ نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں ④

**تسخیرِ شمس وقمر:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ﴾ ''اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا، ہر ایک طے شدہ مدت کے لیے چل رہا ہے۔'' کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ سورج اور چاند دونوں چلتے رہیں گے یہاں تک کہ قیامت کے آنے سے ان کا خاتمہ ہو جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ﴾ (یٰس 38:36) ''اور سورج اپنے ٹھکانے (پر پہنچنے) کے لیے چلتا رہتا ہے۔'' یہ قول بھی ہے کہ اس سے مراد سورج اور چاند کا ٹھکانا ہے جو عرش کے نیچے اور دوسری طرف سے زمین کے بطن کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ سورج، چاند اور دیگر تمام کواکب جب یہاں پہنچتے ہیں تو اس وقت وہ عرش سے سب سے زیادہ دور ہوتے ہیں کیونکہ صحیح بات جو دلائل سے ثابت ہے یہ ہے کہ عرش قبہ ہے اس طرف سے جو عالم سے ملا ہوا ہے اور وہ باقی افلاک کی طرح محیط نہیں ہے، کیونکہ عرش الٰہی کے تو پائے بھی ہیں اور اس کے حاملین بھی ہیں جو اسے اٹھائے ہوئے ہیں اور گول فلک اس طرح نہیں ہو سکتا جیسا کہ اس سلسلے میں وارد آیات کریمہ اور احادیث صحیحہ پر غور کرنے سے واضح ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

شمس و قمر کا بطور خاص اس لیے ذکر کیا کیونکہ یہ ان ساتوں کواکبِ سیار میں سے سب سے زیادہ نمایاں ہیں جو تمام ثوابت (وہ کواکب جو سیار نہیں) میں سے اشرف و اعظم ہیں۔ جب ان کو اس نے مسخر کر رکھا ہے تو دیگر تمام کواکب تو بالاولیٰ اس کے قبضۂ تسخیر میں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ ﴾ (حٰمٓ السجدة 37:41) ''تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے، اگر تم واقعی اس کی عبادت کرتے ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کی صراحت کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ (الأعراف 54:7) ''اور اس نے سورج، چاند اور ستاروں کو (پیدا کیا)، سب اس کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں، دیکھو! سب

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے، یہ) اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔''

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ② ﴾ ''وہ نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔'' یعنی وہ ان آیتوں اور نشانیوں کو خوب کھول کھول کر بیان فرماتا ہے جو اس بات کی دلیل ہیں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مخلوق کو جب وہ چاہے گا دوبارہ اسی طرح پیدا کر دے گا جس طرح اس نے اسے پہلی دفعہ پیدا فرمایا تھا۔

## تفسیر آیات:4,3

**زمین میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں:** اللہ تعالیٰ نے پہلے عالم عُلوی کا ذکر کیا اور اب اس نے عالم سفلی سے متعلق اپنی قدرت و حکمت اور اس کی مضبوطی و استحکام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ ﴾ ''اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا۔'' یعنی اسے وسعت دے کر طول و عرض میں پھیلا دیا، بلند و بالا پہاڑوں کے ساتھ اسے مضبوطی اور استحکام بخشا اور اس میں نہروں، ندیوں اور چشموں کا سلسلہ جاری فرما دیا تاکہ مختلف انواع و اقسام کے رنگوں، شکلوں، ذائقوں اور خوشبوؤں والے ان پھلوں کے لیے پانی کا انتظام کیا جا سکے جنھیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں پیدا فرمایا ہے۔ ﴿ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ﴾ ''اور اس (زمین) میں ہر طرح کے میووں کی دو دو قسمیں بنائیں۔'' یعنی ہر شکل کے پھلوں کی دو دو قسمیں ہیں۔

﴿ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ ﴾ ''وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔'' یعنی اس نے ہر ایک کو دوسرے کے پیچھے لگا دیا ہے اور وہ اس کے پیچھے چلا آتا ہے، یعنی رات جاتی ہے تو دن آ جاتا ہے اور دن چلا جاتا ہے تو رات آ جاتی ہے، یعنی جس طرح مقامات اور ان میں رہنے والوں میں اس کا ارادہ اور تصرف کارفرما ہے، اسی طرح زمانوں اور اوقات میں بھی اسی کا ارادہ اور تصرف ہی کارفرما ہے۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ③ ﴾ ''یقیناً غور کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، حکمتوں اور اس کے دلائل میں غور کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ ﴾ ''اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے قطعات ہیں۔'' زمین کے ٹکڑے باہم ملے ہوئے ہیں اور ان میں سے کچھ زرخیز ہیں جن میں ایسی ایسی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو لوگوں کے لیے بہت منفعت بخش ہیں اور زمین کے کچھ ٹکڑے نمکین اور شورزدہ ہیں کہ ان میں کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، ضحاک اور کئی ایک ائمۂ سلف سے اسی طرح مروی ہے۔[1] زمین کے ٹکڑوں کے رنگوں کا اختلاف بھی اس آیت میں داخل ہے، مثلاً: کسی مٹی کا رنگ سرخ ہے، کسی کا سفید، کسی کا پیلا، کسی کا سیاہ، اس طرح کوئی زمین پتھریلی ہے، کوئی میدانی ہے، کوئی ریتلی ہے، کوئی سخت ہے اور کوئی نرم مگر زمین کے یہ سارے ٹکڑے اپنی ان مختلف خصوصیات کے باوجود آپس میں ملے ہوئے ہیں، یہ سب باتیں اس فاعل مختار کے وجود گرامی پر دلالت کرتی ہیں جس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ پروردگار۔

[1] تفسیر الطبری: 128,127/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ۚ اُولٰٓئِكَ

اور اگر آپ تعجب کریں تو ان کا یہ کہنا عجیب تر ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم البتہ نئی پیدائش میں ہوں گے؟ یہی

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، اور یہی ہیں کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے، اور یہی دوزخ والے ہیں،

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑤

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے⑤

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ وَجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ ﴾ ''اور انگور کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت۔'' اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ﴿ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ ﴾ کا عطف ﴿ وَجَنّٰتٌ ﴾ پر ہو، تو اس صورت میں یہ دونوں لفظ مرفوع ہوں گے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ان کا عطف ﴿ اَعْنَابٍ ﴾ پر ہو تو اس صورت میں یہ مجرور ہوں گے، لہٰذا قراءت کے اماموں نے انھیں دونوں طرح پڑھا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ ﴾ ''بعض تنوں والے ہیں اور بعض کا صرف ایک تنا ہوتا ہے۔'' ﴿ صِنْوَانٌ ﴾ سے مراد وہ بہت سے تنے ہیں جو اگنے کی ایک ہی جگہ پر جمع ہو گئے ہوں، جیسے انار، انجیر اور کھجور کے بعض درختوں کے ہوتے ہیں اور بعض درختوں کے تنے اتنے نہیں ہوتے جیسے دیگر سارے درخت ہوتے ہیں، اسی محاورے کے مطابق آدمی کے چچا کو [صِنْوُ أَبِيهِ] ''باپ کی مثل''، یعنی باپ کا سگا بھائی کہا جاتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: [أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ؟] ''کیا تمھیں معلوم نہیں کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔''①

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ ﴾ ''ایک ہی پانی سے سیراب کی جاتی ہیں اور ہم ان کے بعض کو بعض پر پھل میں فضیلت دیتے ہیں۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا ہے: [اَلدَّقَلُ وَالْفَارِسِيُّ، وَالْحُلْوُ، وَالْحَامِضُ] ''بعض کھجوریں بہت ردی قسم کی ہوتی ہیں اور بعض عمدہ قسم کی، بعض (پھل) میٹھے ہوتے ہیں اور بعض کھٹے۔'' امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔②

یعنی یہ اختلاف پھلوں اور فصلوں کی جنسوں، شکلوں، رنگوں، ذائقوں، پتوں اور پھولوں میں ہے کہ ایک پھل بے حد میٹھا ہے تو دوسرا بے حد کھٹا، ایک بہت کڑوا ہے تو دوسرا کسیلا، اور ایک بہت میٹھا تو دوسرا دونوں کا مرکب ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پھل کا ذائقہ دوسرے سے نہیں ملتا اور کسی کا رنگ زرد، کسی کا سرخ، کسی کا سفید، کسی کا سیاہ اور کسی کا نیلا ہوتا ہے اور اسی طرح پھولوں کی بھی مختلف شکلیں، مختلف رنگ اور مختلف خوشبوئیں ہیں، حالانکہ رنگوں، شکلوں، ذائقوں اور منافع کے اس بے حد اختلاف کے باوجود یہ سب کے سب ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں، تو ان باتوں میں نصیحت حاصل کرنے والے کے

① صحیح مسلم، الزکاة، باب فی تقدیم الزکاة ومنعها، حدیث:983. ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الرعد، حدیث:3118.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ

اور وہ آپ سے بھلائی (رحمت) سے پہلے برائی (عذاب) جلدی چاہتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے (عذاب کی) مثالیں گزر چکی ہیں،

رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑥

اور بے شک آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود البتہ انھیں بخشنے والا ہے، اور یقیناً آپ کا رب البتہ سخت سزا دینے والا ہے ⑥

لیے قدرتِ الٰہی کی کتنی ہی نشانیاں ہیں اور یہ اس فاعل ومختارِ حقیقی کی عظمت کی کتنی بڑی دلیل ہیں جس نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ان مختلف اشیاء کو اپنے ارادے اور مشیت کے مطابق تخلیق فرمایا ہے، اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ④ ﴾ ''یقیناً اس میں سمجھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔''

## تفسیر آیت : 5

**حیات بعد الممات کا انکار عجیب وغریب نظریہ ہے!** اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ تَعْجَبْ ﴾ ''اور اگر آپ تعجب کریں'' کہ یہ مشرک آخرت کی تکذیب کرتے ہیں، حالانکہ وہ مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور اس کے دلائل کو دیکھ رہے ہیں اور اس بات کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی جو چاہے اسے کرنے پر قادر ہے، یہ اس بات کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمام اشیاء کو پہلی دفعہ پیدا فرمایا، حالانکہ پہلے ان کا کوئی ذکر تک نہ تھا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اس بات کی تکذیب کرتے ہیں کہ وہ تمام عالم کو ایک نیا وجود عطا کر کے دوبارہ پیدا فرمائے گا، حالانکہ جس بات کی یہ تکذیب کر رہے ہیں اس سے زیادہ تعجب انگیز باتوں کا یہ خود مشاہدہ کر چکے ہیں، لہٰذا تعجب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نہیں بلکہ تعجب ان کی اس بات سے ہے: ﴿ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ ﴾ ''کیا جب ہم (مرکر) مٹی ہو جائیں گے تو ہمیں از سر نو پیدا کیا جائے گا؟'' حالانکہ ہر عالم وعاقل کو یہ بات معلوم ہے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا تو لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت زیادہ بڑا کام ہے اور جس نے پہلی دفعہ پیدا فرمایا اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ ﴾ (الأحقاف 33:46) ''کیا انھوں نے نہیں سمجھا کہ بے شک اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں، وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے۔ کیوں نہیں! بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان تکذیب کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے منکر ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔'' جن کے ساتھ انھیں گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا، ﴿ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑤ ﴾ ''اور یہی اہل دوزخ ہیں وہ ہمیشہ اس میں (جلتے) رہیں گے۔''

## تفسیر آیت : 6

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**کفار کا جلد عذاب طلب کرنا:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ ﴾ ”اور وہ آپ سے جلدی طلب کرتے ہیں۔“ یعنی تکذیب کرنے والے، ﴿ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ﴾ ”بھلائی (رحمت) سے پہلے برائی (عذاب۔)“ یعنی اپنی سزا کے طور پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے: ﴿ وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ؕ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَا كَانُوْۤا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ○ ﴾ (الحجر 15:6-8) ”اور (کفار) کہتے ہیں کہ اے وہ شخص! جس پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا گیا ہے۔یقیناً تو تو دیوانہ ہے۔اگر تو سچا ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا۔ہم فرشتوں کو نازل نہیں کیا کرتے مگر حق کے ساتھ اور اس وقت ان (کفار) کو مہلت نہیں ملتی۔“

اور فرمایا: ﴿ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۙ ﴾ (العنکبوت 29:53,54) ”اور وہ لوگ آپ سے عذاب جلدی مانگتے ہیں اور اگر (عذاب کا) وقت مقرر نہ ہوتا (تو) البتہ عذاب ان کے پاس آ جاتا اور وہ اچانک ہی ان کے پاس ضرور آئے گا جبکہ وہ شعور نہیں رکھتے ہوں گے۔وہ آپ سے عذاب جلدی مانگتے ہیں اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرنے والا ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿ سَاَلَ سَآىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ ﴾ (المعارج 70:1) ”ایک طلب کرنے والے نے عذاب طلب کیا جو نازل ہو کر رہے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ ﴾ (الشوریٰ 42:18) ”جو لوگ اس (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ○ ﴾ (صٓ 38:16) ”اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہمارا (عذاب کا) حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دے دے۔“ یعنی ہمارا قیامت کے دن سے پہلے ہی حساب کر لے اور ہمیں سزا دے دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ ﴾ (الأنفال 8:32) ”اور جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی تکلیف دینے والا عذاب بھیج۔“ تکذیب، عناد اور کفر کی شدت کے باعث کفار نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ ان کے پاس جلد عذاب لے آئیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ ﴾ ”اور حالانکہ ان سے پہلے (عذاب کی) مثالیں گزر چکی ہیں۔“ سابقہ امتوں کو عذابوں میں مبتلا کر کے ہم ان سے انتقام لے چکے ہیں اور بعد میں آنے والوں کے لیے ہم انھیں سامان عبرت بنا چکے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ حلم اور عفو و درگزر سے کام نہ لیتا تو انھیں عذاب میں مبتلا کر دیتا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ

اور کافر لوگ کہتے ہیں: اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی؟ (اے نبی!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں، اور ہر

قَوْمٍ هَادٍ ⑦ ع 1/7 7

قوم کے لیے ایک ہادی ہوتا ہے ⑦

يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ ﴾ (فاطر 45:35) ”اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑنے لگے تو ایک چلنے پھرنے والے کو بھی زمین پر نہ چھوڑے۔“ اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ ﴾ ”اور بے شک آپ کا پروردگار لوگوں کو باوجود ان کے ظلم کے معاف کرنے والا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ عفو و درگزر سے کام لیتا اور لوگوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے، حالانکہ وہ ظلم کا بازار گرم کرتے اور دن رات گناہ کرتے ہیں، پھر عفو و درگزر کے ذکر کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس کا عذاب بھی بہت سخت ہے تاکہ امید و خوف میں توازن پیدا کیا جا سکے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 147:6) ”پھر اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو کہہ دیجیے کہ آپ کا پروردگار صاحب رحمتِ وسیع ہے اور اس کا عذاب گناہ گار لوگوں سے نہیں ٹلے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (الأعراف 167:7) ”بے شک آپ کا پروردگار یقیناً جلد عذاب دینے والا ہے اور بے شک البتہ وہ بہت بخشنے والا، خوب مہربان (بھی) ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝ ﴾ (الحجر 50,49:15) ”(اے پیغمبر!) میرے بندوں کو خبر دیجیے کہ یقیناً میں بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہوں اور بے شک میرا عذاب بھی درد دینے والا عذاب ہے۔“ علاوہ ازیں اور بھی بہت سی آیات کریمہ میں امید و خوف کو یکجا بیان کیا گیا ہے۔

**تفسیر آیت:7**

**مشرکوں کا نشانی طلب کرنا:** اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے از راہ کفر و عناد کہا کہ یہ پیغمبر اپنے رب کے پاس سے ہماری طرف کوئی نشانی لے کر کیوں نہیں آئے جیسا کہ پہلے پیغمبروں کو نشانیاں دی گئی تھیں جیسا کہ از راہِ عناد و کفر انھوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ آپ کوہِ صفا کو سونے کا بنا دیں اور مکہ کی زمین سے پہاڑوں کو ہٹا کر یہاں باغات، چراگاہیں اور نہریں بنا دیں، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ ﴾ الآية (بنی إسرآء یل 59:17) ”اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس لیے موقوف کر دیں کہ اگلے لوگوں نے ان کی تکذیب کی تھی۔“

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ ﴾ ”آپ (اے محمد ﷺ!) تو صرف ڈرانے والے ہیں۔“ یعنی آپ کا فرض یہ ہے کہ اللہ کے اس پیغام کو پہنچا دیں جس کے پہنچانے کا آپ کو حکم دے دیا ہے اور ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ

اللہ جانتا ہے ہر مادہ جو کچھ پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو کچھ زیادہ کرتے ہیں، اور اس کے ہاں ہر چیز کی

عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ⑧ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ⑨

ایک مقدار (مقرر) ہے ⑧ وہ غیب اور ظاہر کا جاننے والا، بہت بڑا، نہایت بلند ہے ⑨

مَنْ يَّشَآءُ ؕ (البقرۃ 272:2) ''آپ (اے محمد ﷺ!) ان لوگوں کی ہدایت کے ذمے دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ⑦ ﴾ ''اور ہر ایک قوم کے لیے رہنما ہوا کرتا ہے۔'' علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر قوم کے لیے ایک داعی ہوتا ہے۔[1]

### تفسیر آیات:9,8

**عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے:** اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اس قدر بے پایاں اور بے حد و حساب ہے کہ کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے، تمام حیوانات کی ماداؤں کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کا علم ان سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ ﴾ (لقمٰن 34:31) ''اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے۔'' یعنی وہ جانتا ہے کہ حاملہ کے رحم میں مذکر ہے یا مؤنث، خوب صورت ہے یا بدصورت، بدبخت ہے یا نیک بخت طویل العمر ہے یا قلیل العمر جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ ﴾ (النجم 32:53) ''وہ تم کو خوب جانتا ہے جب اس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ﴾ (الزمر 6:39) ''وہی تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تاریکیوں میں تمھیں ایک کے بعد ایک شکل میں بناتا چلا جاتا ہے۔'' یعنی اس نے تمھیں ایک طرح کے بعد پھر دوسری طرح بنایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۠ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۭ ﴾ (المؤمنون 23:12-14) ''اور بلاشبہ ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ہے، پھر اس کو ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ (رحم مادر) میں نطفہ بنا کر رکھا، پھر ہم نے نطفے کا لوتھڑا بنایا، پھر ہم نے لوتھڑے کی بوٹی بنائی، پھر ہم نے بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا، پھر ہم نے اس کو نئی صورت میں بنا دیا، چنانچہ اللہ جو نہایت بہتر پیدا کرنے والا ہے بڑا بابرکت ہے۔''

صحیحین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ) يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ مَلَكًا]، [وَيُؤْمَرُ

[1] تفسیر الطبری:143/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِهِ، وَأَجَلِهِ، وَعَمَلِهِ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ] ''تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کے وقت اسے اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع کر کے رکھا جاتا ہے، پھر اسے اسی طرح چالیس دن تک لوتھڑے کی صورت میں رکھا جاتا ہے، پھر اسے اسی طرح چالیس دن تک بوٹی کی شکل میں رکھا جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ وہ (1) اس کے رزق، (2) اس کی عمر، (3) اس کے عمل اور (4) اس کے بد بخت یا نیک بخت ہونے کو لکھ دیتا ہے۔'' [1]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ فرشتہ کہتا ہے: [أَيْ رَبِّ! ذَكَرٌ أَمْ أُنْثٰى؟ أَشَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ؟ فَمَا الرِّزْقُ؟ فَمَا الْأَجَلُ؟ (فَيَقُولُ اللّٰهُ، وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ)] ''(1) اے میرے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ (2) یہ بد بخت ہے یا خوش بخت؟ (3) اس کا رزق کتنا ہے؟ (4) اس کی عمر کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ ان سوالوں کے جواب عطا فرما دیتا ہے اور فرشتہ انھیں لکھ لیتا ہے۔'' [2]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ﴾ ''اور جو رحم کم کرتے اور اضافہ کرتے ہیں (اس سے بھی واقف ہے۔)'' امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ: لَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللّٰهُ] ''غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا: (1) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ (2) ارحام کے کم کرنے کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (3) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔ (4) کوئی جان دار یہ نہیں جانتا کہ وہ کہاں فوت ہوگا۔ (5) اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔'' [3]

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رحم کے سکڑنے سے حمل کا ساقط ہونا مراد ہے۔ اور ﴿وَمَا تَزْدَادُ﴾ سے مراد سکڑنے کے بعد پیٹ کا بڑھنا اور بچے کا مکمل حالت میں پیدا ہونا ہے، اس لیے کہ کچھ عورتوں کو دس ماہ حمل رہتا ہے اور کچھ کو نو ماہ، کچھ کے حمل کی مدت اس سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور کچھ کی اس سے کم، یہی سکڑنا اور بڑھنا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر فرمایا ہے اور ان تمام باتوں سے اس کی ذات گرامی آگاہ اور باخبر ہے۔ [4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ⑧﴾ ''اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے۔'' حضرت قتادہ رحمہ اللہ

① پہلا حصہ صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم......، حديث: 3208. جبکہ قوسین والا جملہ بھی صحيح البخاري، التوحيد، باب قوله تعالى: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا ......﴾ (الصّٰفّٰت 37:171)، حديث: 7454 میں اور دوسرا حصہ صحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي......، حديث: 2643 کے مطابق ہے۔ ② صحيح البخاري، القدر، باب، حديث: 6595 وصحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي......، حديث: 2646 و تفسير الطبري: 230/3 جبکہ قوسین والے الفاظ طبری کے ہیں۔ ③ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثٰى وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ﴾ (الرعد 13:8)......، حديث: 4697. ④ تفسير الطبري: 144/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ

(اللہ کے نزدیک) مساوی ہے تم میں سے جو کوئی آہستہ بات کہے یا بلند آواز سے کہے، اور جو رات (کی تاریکی) میں چھپنے والا ہو یا دن (کی روشنی) میں

بِالنَّهَارِ ⑩ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ

چلنے والا ہو ⑩ اس (انسان) کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے (فرشتے) ہیں، وہ اللہ کے حکم سے اس کی

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا

حفاظت کرتے ہیں۔ بے شک اللہ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے، حتی کہ وہ اسے بدل لیں جو ان کے نفسوں میں ہے۔ اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ

مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ⑪

برائی (عذاب) کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے کوئی واپسی نہیں، اور ان کے لیے اس کے سوا کوئی کارساز نہیں ⑪

فرماتے ہیں کہ اس نے اپنی مخلوق کے رزق اور اجل کو محفوظ کر دیا ہے اور ہر چیز کے لیے ایک مدت مقرر فرما دی ہے۔[1] صحیح حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ایک صاحبزادی نے آپ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ ان کا بیٹا موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہے اور وہ پسند کرتی ہیں کہ آپ تشریف لے آئیں، آپ نے یہ سن کر ان کی طرف جواب بھیجا: [إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى، فَمُرْهَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ] ''بے شک اللہ ہی کے لیے جو وہ لے لیتا ہے اور اسی کے لیے ہے جو وہ عطا فرما دیتا ہے، ہر چیز کا اس کے ہاں ایک وقت مقرر ہے، لہٰذا آپ انھیں کہہ دیں کہ وہ صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں۔'' (تفصیل کے لیے) مکمل حدیث دیکھیے۔[2]

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ''وہ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔'' یعنی وہ ہر چیز کو جانتا ہے بندے، خواہ اسے دیکھتے یا نہیں دیکھتے ہیں کیونکہ اس کی ذات گرامی سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ ﴿الْكَبِيْرُ﴾ ''سب سے بزرگ۔'' یعنی وہ ہر چیز سے بڑا ہے، ﴿الْمُتَعَالِ ⑨﴾ ''عالی رتبہ (ہے۔)'' یعنی ہر چیز سے وہ بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ ﴿قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝﴾ (الطلاق 12:65) ''وہ (اللہ) اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے'' اور ہر چیز کو اس نے مغلوب کر رکھا ہے، گردنیں اس کے سامنے جھکی ہوئی ہیں اور بندے خوشی یا ناخوشی سے اس کے آگے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں۔

تفسیر آیات: 11,10

**اللہ تعالیٰ کا علم ہر ظاہر و مخفی چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کا علم تمام مخلوق کا احاطہ کیے ہوئے ہے، وہ مخلوق کی ہر بات کو سنتا ہے، خواہ وہ مخفی ہو یا ظاہر، اس سے کوئی بات بھی مخفی نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝﴾ (طٰہٰ 7:20) ''اور اگر آپ بلند آواز سے بات کریں تو بلاشبہ وہ تو چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2228/7. ② صحیح البخاري، التوحید، باب قول اللہ تبارك وتعالیٰ: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ ......﴾ (بنی إسرآءیل 110:17)، حدیث: 7377 وصحیح مسلم، الجنائز، باب البکاء علی المیت، حدیث: 923.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بات تک کو بھی جانتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ ﴾ (النمل 25:27) ’’اور وہ جانتا ہے جو تم علانیہ اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو۔‘‘

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں: تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس کی سماعت آوازوں کے سننے کے لیے بہت وسیع ہے۔ وہ عورت آئی جو بحث وجدال کرتی اور اپنے شوہر کی رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کر رہی تھی، میں اس وقت اپنے گھر کے ایک کونے میں تھی اور اس کی کچھ گفتگو سننے نہ پا رہی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی بات کو سن لیا اور قرآن مجید میں نازل فرما دیا: ﴿ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ ﴾ (المجادلة 1:58) ’’(اے پیغمبر!) جو عورت آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑا کر رہی تھی اور اللہ کی طرف شکایت (رنج و ملال) کر رہی تھی، یقیناً اللہ نے اس کی التجا سن لی اور اللہ تم دونوں کا مکالمہ سن رہا تھا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ ﴾ ’’اور جو رات کو بالکل چھپا ہوا ہے۔‘‘ یعنی رات کے اندھیرے میں اپنے گھر کے کسی کونے میں چھپنے والا ہو، ﴿ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ ﴾ ’’اور دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلنے پھرنے والا (اس کے نزدیک برابر ہیں۔)‘‘ یعنی رات کی تاریکی میں کوئی اپنے گھر کے گوشوں میں چھپ جائے یا دن کے اجالے اور روشنی میں چلے پھرے، اس کے نزدیک دونوں برابر ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ ﴾ (ھود 5:11) ’’آگاہ رہو! جب وہ اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں (تب بھی) اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں، بے شک اللہ سینوں کے راز خوب جانتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (یونس 61:10) ’’اور تم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہو یا تم کوئی (اور) کام کرتے ہو، جب اس میں مصروف ہوتے ہو ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں۔ اور آپ کے پروردگار سے زمین و آسمان میں ذرّہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور نہ کوئی اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔‘‘

**حفاظت کرنے والے فرشتے:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ ﴾ ’’اس کے آگے اور پیچھے اللہ کے باری باری آنے والے (فرشتے) ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔‘‘ یعنی بندے کے پاس فرشتے آتے جاتے ہیں جن میں سے کچھ رات کے چوکیدار ہیں اور کچھ دن کے چوکیدار جو برے

[1] ماخوذ از سنن النسائی، الطلاق، باب الظهار، حدیث:3490 و سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فيما أنكرت الجهمية، حدیث:188 و تفسیر الطبری:8/28.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کاموں اور مصیبتوں سے بندوں کی حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ دوسرے فرشتے بندے کے اچھے اور برے اعمال کی نگرانی کے لیے دن اور رات اس کے پاس آتے جاتے ہیں، ان میں سے دو فرشتے تو انسان کے دائیں اور بائیں ہوتے ہیں جو اعمال لکھتے ہیں، دائیں طرف کا فرشتہ نیکیوں کو لکھتا ہے اور بائیں طرف والا برائیوں کو، اسی طرح دو اور فرشتے ہوتے ہیں جو انسان کی حفاظت و نگہداشت کرتے ہیں، ان میں سے ایک آگے اور دوسرا پیچھے ہوتا ہے، گویا انسان چار فرشتوں کے جلو میں دن کو اور چار کے جلو میں رات کو ہوتا ہے جن میں سے دو فرشتے انسان کے محافظ اور دو کراماً کاتبین ہوتے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے: [يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَّلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ ــ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ ــ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ] ''تمھارے پاس فرشتے رات اور دن کے وقت یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں اور وہ نماز فجر اور نماز عصر میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس جب وہ فرشتے جاتے ہیں جنھوں نے تم میں رات بسر کی ہوتی ہے تو وہ ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ ان کے بارے میں زیادہ بہتر جانتا ہے، کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔ فرشتے کہتے ہیں کہ جب ہم نے انھیں چھوڑا تو اس وقت وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تو بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔''[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ، وَقَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ] ''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا ایک جنوں میں سے ساتھی اور ایک فرشتوں میں سے ساتھی مقرر کیا گیا ہے۔'' صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: [وَإِيَّايَ، لٰكِنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ، فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ] ''ہاں! میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے اور وہ مطیع ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ مجھے خیر و بھلائی ہی کا حکم دیتا ہے۔'' اسے امام مسلم ہی نے بیان کیا ہے۔ یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان نہیں فرمایا۔[2]

ابن ابوحاتم نے ابراہیم کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم سے یہ کہو کہ جس بستی یا گھر والوں نے اطاعت الٰہی کو چھوڑ کر اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی معصیت کو اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ بھی انھیں پسندیدہ چیزوں کے بجائے ناپسندیدہ کی طرف پھیر دے گا، پھر فرمایا کہ اس کی تصدیق کتاب اللہ میں بھی اس طرح موجود ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ ''یقیناً اللہ اس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ بدل دیں اس کو جو ان کے نفسوں میں ہے۔''[3]

① صحیح البخاری، مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، حدیث:555 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ وصحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاتي الصبح والعصر......، حدیث: 632. ② مسند أحمد:401/1 وصحیح مسلم، صفات المنافقین وأحکامهم، باب تحریش الشیطان......، حدیث:2814. ③ تفسیر ابن أبی حاتم:2233,2232/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ⑫ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ

وہی ہے جو تمھیں ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا ہے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے ⑫ اور (بادل کی) گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح

بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ

پڑھتی ہے، اور فرشتے (بھی) اس کے خوف سے (تسبیح پڑھتے ہیں)۔ اور وہی کڑکتی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر انھیں جن پر چاہے گراتا ہے، جبکہ وہ اللہ کی

يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ⑬

بابت جھگڑ رہے ہوتے ہیں، اور وہ شدید قوت والا ہے ⑬

### تفسیر آیات: 13,12

**بادل، بجلی اور کڑک اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کرشمہ سازیاں ہیں:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسی نے بجلی کو مسخر کیا ہوا ہے، بجلی سے مراد یہاں وہ چمکتی ہوئی روشنی ہے جو بادلوں کے درمیان سے نمودار ہوتی ہے۔ ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابوجلد کی طرف لکھ کر ان سے بجلی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ برق (بجلی) سے مراد پانی ہے۔[1] ارشاد الٰہی ہے: ﴿ خَوْفًا وَّطَمَعًا ﴾ ''ڈرانے اور امید دلانے کے لیے۔'' حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ مسافر کے لیے یہ باعث خوف ہے کہ وہ اس کی ایذا اور مشقت سے ڈرتا ہے اور مقیم کے لیے یہ باعث امید ہے کہ وہ اس کی برکت، منفعت اور اللہ سے رزق کی امید رکھتا ہے۔[2] ﴿ وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ⑫ ﴾ ''اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔'' یعنی انھیں نئے نئے روپ میں پیدا فرماتا ہے اور پانی کی کثرت کی وجہ سے ہی یہ بھاری اور زمین کے قریب ہوتے ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ بھاری بادل سے مراد وہ بادل ہے جس میں پانی ہو۔[3] ﴿ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ ﴾ ''اور (بادل کی) گرج اور فرشتے سب اس کے خوف سے اس کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ﴾ (بنيٓ إسرآءيل 17:44) ''اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔''

امام احمد نے ابراہیم بن سعد سے روایت کیا ہے کہ مجھے میرے والد نے خبر دی کہ میں مسجد میں حمید بن عبدالرحمٰن کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں سے بنوغفار کے ایک خوبرو شیخ کا گزر ہوا اور ان کے کانوں میں کچھ ثقل تھا۔ حمید نے ان کی طرف پیغام بھیجا جب وہ تشریف لے آئے تو حمید نے مجھ سے کہا: برادرزادے! میرے اور اپنے درمیان ان کے لیے جگہ کشادہ کر دو، انھیں رسول اللہ ﷺ سے شرف صحبت حاصل ہے، چنانچہ وہ تشریف لائے تو میرے اور ان کے درمیان بیٹھ گئے تو حمید نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا حدیث تھی جو آپ نے مجھے رسول اللہ ﷺ سے بیان کی تھی۔ شیخ نے جواب دیا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُنْشِئُ السَّحَابَ فَيَنْطِقُ أَحْسَنَ النُّطْقِ، وَيَضْحَكُ أَحْسَنَ الضِّحْكِ] ''اللہ تعالیٰ جب بادل کو پیدا فرماتا ہے تو وہ بہت شائستہ انداز میں گفتگو کرتا ہے اور بہت احسن انداز میں ہنستا ہے۔''[4] اس سے مراد

① تفسير الطبري: 13/162. ② تفسير الطبري: 13/162. ③ تفسير الطبري: 13/163. ④ مسند أحمد: 5/435 والسلسلة الصحيحة: 4/228، حديث: 1665.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ ہے کہ بادلوں کی گفتگو کڑک اور ہنسنا بجلی ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. موسیٰ بن عبیدہ نے سعد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بارش کو بھیجتا ہے تو اس سے زیادہ اچھے انداز میں ہنسنے والی اور کوئی چیز نہیں ہوتی اور نہ اس سے زیادہ شائستہ گفتگو کرنے والی کوئی اور چیز ہوتی ہے، اس کا ہنسنا بجلی اور اس کی گفتگو کڑک ہے۔ ①

**کڑک کے وقت دعا:** امام احمد نے سالم سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رعد اور کڑک کی آواز سنتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: [اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ، وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ، وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ] ''اے اللہ! ہمیں اپنے غضب کے ساتھ قتل نہ کرنا اور اپنے عذاب کے ساتھ ہلاک نہ کرنا اور ہمیں اس سے پہلے عافیت عطا فرما دینا۔'' ② اسے امام ترمذی نے اور امام بخاری نے الأدب المفرد میں، امام نسائی نے عمل اليوم والليلة میں اور امام حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے۔ ③

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ جب کڑک کی آواز سنتے تو گفتگو ترک کر دیتے اور یہ پڑھنا شروع کر دیتے: [سُبْحَانَ الَّذِي يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ] ''پاک ہے وہ ذات کہ رعد اور فرشتے سب جس کے خوف سے اس کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں۔'' آپ فرماتے کہ [إِنَّ هٰذَا لَوَعِيدٌ شَدِيدٌ لِّأَهْلِ الْأَرْضِ] ''یہ گرج اور کڑک درحقیقت اہل زمین کے لیے ایک شدید وعید ہے۔'' اسے امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے الأدب المفرد میں روایت کیا ہے۔ ④

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمھارے پروردگار عزوجل نے فرمایا ہے: [لَوْ أَنَّ عِبَادِي أَطَاعُونِي لَأَسْقَيْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّيْلِ، وَأَطْلَعْتُ عَلَيْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ، وَلَمَا أَسْمَعْتُهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ] ''اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو رات کو میں انھیں بارش کا پانی پلاؤں اور دن کو سورج طلوع کر دوں اور انھیں کڑک کی آواز بھی نہ سناؤں۔'' ⑤ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر انھیں جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ انھیں بطور سزا بھیجتا ہے اور جس سے چاہتا ہے انتقام لے لیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آخر زمانے میں اس کی کثرت ہوگی۔

حافظ ابوالقاسم طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اَرْبد بن قیس بن جزی بن خالد بن جعفر بن کلاب

---

① العظمة لأبي الشيخ الأصبهاني، ذكر السحاب وصفته:1244/4، رقم:719 مختصراً. ② مسند أحمد:101,100/2.

③ جامع الترمذي، الدعوات، باب مايقول إذا سمع الرعد؟ حديث: 3450 والأدب المفرد، باب الدعاء عند الصّواعق:380/1، حديث: 721 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب مايقول إذا سمع الرعد والصواعق: 230/6، حديث:10764 والمستدرك للحاكم، الأدب:286/4، حديث:7772 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ. یہ حدیث ضعیف ہے۔

④ الموطأ للإمام مالك، الكلام، باب القول إذا سمعت الرعد:470/2، حديث:1920 والأدب المفرد، باب إذا سمع الرعد:380/1، حديث:723. ⑤ مسند أحمد:359/2 یہ حدیث ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور عامر بن طفیل بن مالک مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب یہ آئے تو رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، یہ دونوں آپ کے سامنے بیٹھ گئے، عامر بن طفیل نے عرض کی: اے محمد (ﷺ!) اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو آپ مجھے کیا دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَكَ مَا لِلْمُسْلِمِينَ، وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْهِمْ، قَالَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ: أَتَجْعَلُ لِيَ الْأَمْرَ إِنْ أَسْلَمْتُ مِنْ بَعْدِكَ؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ وَلَا لِقَوْمِكَ، وَلٰكِنْ لَّكَ أَعِنَّةُ الْخَيْلِ، قَالَ: أَنَا الْآنَ فِي أَعِنَّةِ خَيْلِ نَجْدٍ، اِجْعَلْ لِّيَ الْوَبَرَ وَلَكَ الْمَدَرَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَا] ''جو مسلمانوں کے حقوق ہیں وہ تمھارے حقوق ہوں گے اور جو مسلمانوں کے فرائض ہیں وہ تمھارے فرائض ہوں گے۔'' عامر بن طفیل نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو کیا زمامِ اقتدار اپنے بعد میرے لیے مقرر کر دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس (اقتدار) کا تمھیں یا تمھاری قوم کو حق حاصل نہیں ہے۔ ہاں، البتہ گھوڑوں کی لگام تمھارے سپرد ہوگی۔'' اس نے عرض کی کہ نجد کے گھوڑوں کی لگام تو اب بھی میرے پاس ہے، لہٰذا دیہات میرے سپرد کر دیں اور شہر خود رکھ لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں'' جب یہ دونوں آپ کے پاس سے واپس جانے لگے تو عامر نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کے مقابلے کے لیے سوار اور پیادہ لوگوں کا ایک لشکر جرار لے کر آؤں گا۔ آپ نے فرمایا: [يَمْنَعُكَ اللّٰهُ] ''اللہ تعالیٰ تمھیں اس سے باز رکھے۔''

جب اربد اور عامر آپ کے پاس سے چلے گئے تو عامر نے کہا: اربد! میں محمد (ﷺ) کو باتوں میں مصروف کر دوں گا تو تم تلوار سے کام تمام کر دینا، تم جب محمد (ﷺ) کو قتل کر دو گے تو لوگ دیت پر راضی ہو جائیں گے اور وہ جنگ کو ناپسند کریں گے، لہٰذا ہم انھیں دیت دے دیں گے۔ اربد نے کہا کہ میں اس کے لیے تیار ہوں۔ یہ دونوں پھر آپ کے پاس واپس آ گئے۔ عامر نے کہا: محمد (ﷺ!) ذرا اٹھیے میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں، رسول اللہ ﷺ اٹھ کر اس کے ساتھ ہو گئے اور دونوں ایک دیوار کی طرف گئے، رسول اللہ ﷺ نے جب اس سے گفتگو شروع فرمائی تو اربد نے تلوار کو سونتنا چاہا اور جب اس نے تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھا تو تلوار کے دستے پر اس کا ہاتھ سوکھ گیا اور وہ تلوار کو سونت نہ سکا، پس وار کرنے میں اربد نے عامر کو دیر کرائی، رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ اربد کیا کر رہا ہے تو آپ انھیں چھوڑ کر واپس تشریف لے آئے۔

بہرحال اپنی اس سازش کی ناکامی کے بعد یہ آپ کے پاس سے چلے گئے اور جا کر حَرَّہ واقم نامی جگہ میں ٹھہر گئے تو سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما ان کے پاس گئے اور کہا: بھاگ جاؤ، اے اللہ کے دشمنو! اللہ تم پر لعنت کرے! عامر نے کہا: سعد! یہ کون ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ یہ اُسَید بن حُضَیر الکتائب[1] ہیں، یہ دونوں کافر یہاں سے روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جب مقام رقم میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اربد پر کڑک کو بھیجا جس نے اسے قتل کر دیا، عامر بھاگ نکلا اور جب وہ مقام خریم میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم پر ایک بہت بڑا پھوڑا پیدا کر دیا، رات اس نے بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں بسر کی، یہ اپنے پھوڑے کو چھوتا اور کہتا تھا کہ یہ پھوڑا تو اونٹ کے غدودوں کی طرح پھولا ہوا ہے اور میں اس سلولیہ عورت کے گھر میں ہوں، وہ ناپسند کرتا تھا کہ اسے اس عورت کے گھر

[1] یہ حضیر کا لقب تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ

اسی کو پکارنا برحق ہے، اور جو لوگ اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ انھیں کسی بات کا جواب نہیں دیتے، مگر جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ

كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ⑭

پانی کی طرف پھیلائے تاکہ پانی اس کے منہ میں آ پہنچے، جبکہ وہ اس (کے منہ) تک پہنچنے والا نہیں۔ اور کافروں کی پکار سراسر گمراہی میں ہے ⑭

میں موت آئے، پھر اس نے اپنا گھوڑا نکالا اور اسے دوڑایا مگر ابھی رستے ہی میں تھا کہ مر گیا۔ ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے: ﴿ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى ﴾ تا ﴿ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ○ ﴾ (الرعد 13:8-11) تک آیات نازل فرمائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چوکیدار فرشتے محمد ﷺ کی حفاظت کرتے تھے، پھر انھوں نے اربد اور اس کے قتل کا واقعہ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ ﴾ الآیۃ ''اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے۔''[1] اختصار کے ساتھ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔[2]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ ﴾ ''اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔'' یعنی اس کی عظمت میں شک کرتے ہیں، حالانکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ﴿ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ⑬ ﴾ ''اور وہ بڑی قوت والا ہے۔'' امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ جو بغاوت اور سرکشی کو اختیار کرے اور اپنے کفر پر اڑا رہے تو وہ اسے اپنے سخت عذاب کی گرفت میں لے لیتا ہے۔[3] یہ آیت حسب ذیل آیت کریمہ کے مشابہ ہے: ﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ ﴾ (النمل 27:50،51) ''اور وہ ایک چال چلے اور ہم بھی ایک چال چلے اور ان کو کچھ خبر ہی نہ ہوئی، پھر آپ دیکھیں کہ ان کی چال کا انجام کیسا ہوا! بلاشبہ ہم نے ان کو اور ان کی قوم سب کو ہلاک کر ڈالا۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ﴿ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ⑬ ﴾ کے معنی سخت پکڑنے والے کے ہیں۔[4]

## تفسیر آیت:14

**مشرکوں کے معبودوں کے عجز کی مثال:** حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ ﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ ﴾ ''اسی کو پکارنا برحق ہے'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد توحید ہے۔[5] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ نے فرمایا کہ اس سے مراد لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

① المعجم الكبير للطبراني:313,312/10 ، حديث:10760 و الأحاديث الطوال للطبراني، حديث عامر بن الطفيل و أربد بن قيس، حديث: 34 و مجمع الزوائد ، التفسير ، سورة الرعد: 41/7، حديث: 11091 یہ حدیث ضعیف ہے۔ ② صحيح البخاری، المغازی ، باب غزوة الرجيع...... ، حديث: 4091. اس واقعہ سے متعلق جو بات صحیح بخاری میں ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین کے سردار عامر بن طفیل نے نبی ﷺ کے سامنے تین صورتیں رکھی تھیں: (1) دیہاتی آبادی پر آپ کا کنٹرول ہو اور شہری آبادی پر میرا۔ (2) آپ کے بعد میں خلیفہ ہوں گا۔ (3) نہیں تو ہزاروں غطفانیوں کو لے کر آپ کے ساتھ لڑوں گا، پھر عامر مرکوام فلاں کے گھر طاعون کی بیماری لاحق ہوگئی، گھر جانے کے لیے گھوڑے پر سوار ہوا اور گھوڑے کی پشت پر مر گیا۔ اتنی بات صحیح بخاری کے حوالے سے ثابت ہے۔ طبرانی کی روایت میں راوی عبدالعزیز بن عمران ضعیف ہے۔ ③ تفسير الطبری:166/13. ④ تفسير الطبری: 167/13. ⑤ تفسير الطبری:169/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



السجدة 2

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ⑮

اور اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے، خوشی سے اور ناخوشی سے، اور ان کے سائے بھی صبح اور شام (سجدہ کرتے ہیں) ⑮

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط قُلِ اللّٰهُ ط قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دیجیے: اللہ! (اور) کہیے: پھر کیا تم نے اللہ کے سوا (ایسے) حمایتی بنا رکھے ہیں جو خود

لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ

اپنے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں۔ کہہ دیجیے: کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا

هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ

انھوں نے اللہ کے لیے (ایسے) شریک ٹھہرا رکھے ہیں (کہ) انھوں نے اللہ کی مخلوق جیسی کوئی مخلوق بنائی ہے، پھر وہ مخلوق ان پر مشتبہ ہوگئی ہے؟

الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ط قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ⑯

کہہ دیجیے: اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ یکتا ہے، نہایت غالب ⑯

ہے۔[1] اور امام مالک نے بھی محمد بن منکدر سے اس کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ''اور جن کو یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں۔'' یعنی ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کی عبادت کرتے ہیں، ﴿كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ﴾ ''اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے تاکہ (دور ہی سے) اس کے منہ تک آ پہنچے۔'' حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنے ہاتھ سے کنویں کے کنارے سے پانی لینا چاہے، حالانکہ وہ اپنے ہاتھ سے کبھی پانی حاصل نہیں کر سکتا جب پانی حاصل نہیں کر سکتا تو وہ اس کے منہ تک کیسے پہنچ سکتا ہے![2] مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی زبان سے پانی کو پکارے اور اس کی طرف اشارہ کرے تو وہ اس کے پاس کبھی نہیں آ سکتا۔[3] اس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے پانی کی طرف اپنے ہاتھ کو پھیلایا تو جس طرح وہ اس پانی سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا جو اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا جو کہ پینے کا مقام ہے، اسی طرح ان مشرکوں کی مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کی پوجا کرتے ہیں تو وہ کبھی بھی دنیا و آخرت میں ان سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے، اس لیے فرمایا: ﴿وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ⑭﴾ ''اور (اسی طرح) کافروں کی پکار بے کار ہی تو ہے۔''

## تفسیر آیت:15

**ہر چیز اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے:** یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و سلطنت کا ذکر فرمایا ہے، اس نے ہر چیز کو مغلوب کر رکھا ہے، ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے، ہر چیز اس کے سامنے سجدہ ریز ہے، مومن خوشی سے اور کافر ناخوشی و مجبوری سے اسے سجدہ کرتے ہیں۔ ﴿وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ⑮﴾ ''اور ان کے سائے بھی صبح شام (سجدے کرتے ہیں۔)'' ﴿بِالْغُدُوِّ﴾ کے معنی صبح کے ہیں اور ﴿وَالْاٰصَالِ ⑮﴾ أصِيلٌ کی جمع ہے، اس سے مراد دن کا آخری حصہ، یعنی شام ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَوَلَمْ

[1] تفسير الطبرى:169/13. [2] تفسير الطبرى:170/13. [3] تفسير الطبرى:170/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ يَرَوْا إِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴾ (النحل 48:16) ''کیا ان لوگوں نے اللہ کی مخلوقات میں سے ایسی چیزیں نہیں دیکھیں جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو) اور بائیں سے (دائیں کو) لوٹتے رہتے ہیں (یعنی) اللہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں عجز وانکسار کرتے ہوئے؟''

### تفسیر آیت:16

**توحید باری تعالیٰ کا اثبات:** اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اثبات فرمایا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ وہ لوگ اس بات کا تو اعتراف کرتے تھے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہی ان کا مالک اور مدبر ہے لیکن اس کے باوجود یہ لوگ اللہ کے سوا اپنے اولیاء کی عبادت کرتے تھے، حالانکہ وہ اولیاء خود اپنے کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں، اپنی عبادت کرنے والوں کے نفع ونقصان کے مالک کس طرح ہوں گے! تو کیا جو شخص ان معبودان باطلہ کی عبادت کرے، یہ اور وہ برابر ہو سکتے ہیں جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرے اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہو! اس لیے فرمایا: ﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ ﴾ ''کہہ دیجیے: کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں؟ یا اندھیرا اور اجالا برابر ہو سکتا ہے؟ بھلا ان لوگوں نے جن کو اللہ کا شریک مقرر کیا ہے، کیا انھوں نے اللہ کی سی مخلوق پیدا کی ہے، پھر وہ مخلوق ان پر مشتبہ ہو گئی ہے؟''

یعنی کیا ان مشرکوں نے اللہ کے ساتھ اور معبود بنا رکھے ہیں جو پیدا کرنے کے اعتبار سے رب تعالیٰ جیسے اور اس کے مثل ہیں اور انھوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق جیسی مخلوق پیدا کی ہے جس کی وجہ سے مخلوق میں ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت پیدا ہوگئی ہے جس کی وجہ سے انھیں یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوق کون سی ہے اور ان معبودان باطلہ کی پیدا کردہ مخلوق کون سی ہے۔ حالانکہ امر واقع اس طرح نہیں ہے کیونکہ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں ہے، نہ کوئی چیز اس کے مثل یا اس کے برابر ہے، نہ کوئی اس کا وزیر ہے نہ بیٹا اور نہ بیوی، اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان مشرکوں کی باتوں سے بہت بلند وبالا اور ارفع واعلیٰ ہے۔ یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیگر معبودوں کی بھی عبادت کر رہے ہیں، حالانکہ یہ خود بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور یہ اس کے بندے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں جیسا کہ مشرکین تلبیہ میں بھی کہا کرتے تھے: لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ...... إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ ''میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں...... مگر وہ جسے تو اپنے ساتھ شریک کرے اور تو اس کا مالک ہے اور جس کا وہ مالک ہے اس کا بھی تو ہی مالک ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ کہا کرتے تھے: ﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ ﴾ (الزمر 3:39) ''ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں تاکہ ہمیں اللہ کا زیادہ مقرب بنا دیں۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتقاد کی تردید کرتے ہوئے فرمایا

---

[1] صحیح مسلم، الحج، باب التلبیة وصفتها......، حدیث:1185 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّیۡلُ زَبَدًا رَّابِیًا ؕ وَ مِمَّا

اس (اللہ) نے آسمان سے پانی نازل کیا، تو ندی نالے اپنی اپنی گنجائش کے مطابق بہ نکلے، پھر سیلاب ابھرا ہوا جھاگ اوپر لے آیا۔ اور ان

یُوۡقِدُوۡنَ عَلَیۡهِ فِی النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡیَةٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ

(دھاتوں) میں سے بھی جنھیں زیور یا سامان بنانے کے لیے آگ میں تپاتے ہیں، اسی طرح کا جھاگ (اٹھتا) ہے۔ اللہ اسی طرح

الۡحَقَّ وَ الۡبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡكُثُ فِی

حق اور باطل (کی مثال) بیان کرتا ہے۔ چنانچہ جو جھاگ ہے وہ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے، اور جو چیز انسانوں کو فائدہ دیتی ہے سو وہ

الۡاَرۡضِ ؕ كَذٰلِكَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ؕ ﴿17﴾

زمین میں باقی رہتی ہے۔ اللہ اسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے ﴿17﴾

ہے کہ اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش نہیں کرسکتا: ﴿وَلَا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا لِمَنۡ اَذِنَ لَهٗ ؕ﴾ (سبا 23:34) ''اور اللہ کے ہاں (کسی کے لیے) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔''

اور فرمایا: ﴿وَكَمۡ مِّنۡ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِیۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَیۡـًٔا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ یَّاۡذَنَ اللّٰهُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَرۡضٰی ۝﴾ (النجم 26:53) ''اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔'' اور فرمایا: ﴿اِنۡ كُلُّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا ۝ لَقَدۡ اَحۡصٰهُمۡ وَ عَدَّهُمۡ عَدًّا ۝ وَ كُلُّهُمۡ اٰتِیۡهِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ فَرۡدًا ۝﴾ (مریم 19:93-95) ''تمام لوگ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ کے روبرو غلام بن کر آئیں گے۔ اس نے ان (سب) کو (اپنے علم سے) گھیر رکھا ہے اور (ایک ایک کو) شمار کر رکھا ہے۔ اور سب قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے۔''

جب سب کے سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں تو انھوں نے ایک دوسرے کی بندگی دلیل و برہان کے بغیر کیوں کی؟ بلکہ محض رائے سے کی اور اسے از خود اپنی طرف سے گھڑ لیا اور ایجاد کر لیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف جس قدر بھی انبیائے کرام مبعوث فرمائے تو اگلے پچھلے تمام نبیوں نے غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا مگر انھوں نے انبیائے کرام کی مخالفت اور تکذیب کی جس کی وجہ سے یہ عذاب الٰہی کے مستحق قرار پا گئے اور بالآخر عذاب الٰہی نے انھیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ﴿وَلَا یَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝﴾ (الکہف 49:18) ''اور آپ کا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

### تفسیر آیت: 17

**حق کے باقی رہنے اور باطل کے فنا ہونے کی دو مثالیں:** یہ آیت کریمہ دو ایسی مثالوں پر مشتمل ہے جو حق کے ثابت اور باقی رہنے اور باطل کے مضمحل اور فنا ہو جانے کے بارے میں بیان کی گئی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا﴾ ''اس نے آسمان سے مینہ برسایا، پھر اس سے اپنے اپنے انداز ے کے مطابق نالے بہ نکلے۔'' یعنی ہر نالے نے اپنے انداز ے کے مطابق پانی لے لیا۔ ایک نالا بڑا ہوتا ہے تو اس میں پانی کی بہت بڑی مقدار سما جاتی ہے اور دوسرا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چھوٹا ہوتا ہے تو اس میں پانی اس کے بقدر سما تا ہے، یہ دلوں اور ان کے تفاوت کی طرف اشارہ ہے کہ کچھ دلوں میں بہت زیادہ علم سما جاتا ہے اور کچھ دل اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ ان میں زیادہ علم نہیں سما سکتا، ﴿ فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ﴾ ''پھر اٹھالیا سیلاب نے ابھرا ہوا جھاگ۔'' یعنی وہ پانی جو ان نالوں میں بہ رہا تھا اس پر جھاگ آ گیا، یہ ایک مثال ہے۔

اور دوسری مثال یہ ہے: ﴿ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ﴾ ''اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کے لیے آگ میں پگھلاتے ہیں، اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔'' یعنی آگ میں سونا یا چاندی کو زیور بنانے کے لیے پگھلایا جاتا ہے، اسی طرح پیتل اور لوہے سے بھی زیورات یا اور سامان بنائے جاتے ہیں تو اس پر بھی اسی طرح جھاگ آ جاتا ہے جس طرح پانی پر جھاگ آتا ہے، ﴿ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ﴾ ''اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔'' یعنی جب حق و باطل دونوں جمع ہوں تو باطل کے لیے کوئی دوام وثبات نہیں ہے جس طرح کہ جھاگ نہ پانی کے ساتھ ٹھہرتا ہے اور نہ سونے، چاندی اور ان چیزوں کے ساتھ جنھیں آگ میں تپایا جاتا ہے بلکہ جھاگ مضمحل ہو کر ختم ہو جاتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ﴾ ''چنانچہ جو جھاگ ہے وہ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے۔'' اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ متفرق اور منتشر ہو کر نالے کے دونوں طرف چلا جاتا ہے یا درختوں کے ساتھ لگ جاتا ہے یا ہوائیں اسے اڑا کر ادھر ادھر پھینک دیتی ہیں، اسی طرح سونے، چاندی، لوہے اور پیتل وغیرہ کا میل کچیل بھی ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور اس میں کوئی چیز باقی نہیں بچتی، باقی صرف پانی یا سونا چاندی بچتا ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿17﴾ ﴾ ''اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ تو زمین میں ٹھہرا رہتا ہے، اسی طرح اللہ (صحیح اور غلط کی) مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ تم سمجھو۔)'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴾ (العنکبوت 43:29) ''اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے بیان کرتے ہیں اور اسے تو اہل دانش ہی سمجھتے ہیں۔'' بعض سلف سے منقول ہے کہ میں جب قرآن مجید کی کوئی مثال پڑھتا ہوں اور اسے سمجھتا نہیں تو رونا شروع کر دیتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے اہل علم ہی سمجھتے ہیں اور مثال نہ سمجھنے کی صورت میں گویا میں اہل علم میں سے نہیں ہوں۔

علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ پس دلوں نے اس سے اپنے یقین وشک کی مقدار کے مطابق حاصل کیا، مگر شک کی وجہ سے شک کرنے والوں کو عمل کوئی فائدہ نہیں دیتا جبکہ یقین کے ساتھ ضرور فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ فرمان: ﴿ فَأَمَّا الزَّبَدُ ﴾ ''چنانچہ جھاگ'' یعنی شک ﴿ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ﴾ ''تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔'' یعنی یقین باقی رہتا ہے جس طرح زیورات کو جب آگ میں ڈالا جاتا ہے تو خالص سونے کو لے لیا جاتا ہے اور میل کچیل کو آگ میں چھوڑ دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ یقین کو قبول فرمالیتا اور شک کو ترک کر دیتا ہے۔ ①

**پانی اور آگ کی مثالیں کتاب وسنت میں موجود ہیں:** اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کے آغاز میں بھی منافقوں کے لیے آگ اور پانی کی دو مثالیں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ...... ﴾ الآية (البقرة 17:2) ''ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے (شب تاریک میں) آگ جلائی، جب آگ نے اس کے اردگرد کی چیزیں روشن کیں......'' پھر پانی کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ ...... ﴾ الآية (البقرة 19:2) ''یا ان کی مثال بارش کی سی ہے کہ آسمان سے (برس رہی ہو اور) اس میں اندھیرے پر اندھیرا چھا رہا ہو اور (بادل کی) گرج ہو اور بجلی (کوند رہی) ہو......'' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں کافروں کے لیے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ ...... ﴾ الآية (النور 39:24) ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال (کی مثال ایسی ہے) جیسے سراب (چمکتی ریت)......'' اور سراب سخت گرمی میں ہوتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ قیامت کے دن یہودیوں سے کہا جائے گا کہ تم کیا جانتے ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم بہت پیاسے ہیں تو ہمیں پانی پلا دے تو کہا جائے گا کہ تم پانی پینے کے لیے جاتے کیوں نہیں۔ وہ جہنم کی آگ پر آئیں گے جو سراب کی طرح معلوم ہوگی لیکن درحقیقت آگ، آگ ہی کو کھا رہی ہوگی۔ ② پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں دوسری مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ ...... ﴾ الآية (النور 40:24) ''یا (ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے) جیسے گہرے سمندر میں اندھیرے......''

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ، كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا مِنْهَا، وَسَقَوْا،وَرَعَوْا، (وَزَرَعُوا)، وَأَصَابَ طَائِفَةً مِّنْهَا أُخْرٰى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَّا تُمْسِكُ مَاءً وَّلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللّٰهِ، وَنَفَعَهُ اللّٰهُ بِمَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَّلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ]

''اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس بارش کے مانند ہے جو کسی زمین پر برسی، اس کا ایک حصہ عمدہ تھا، اس نے پانی کو اپنے اندر جذب کیا اور گھاس اور دیگر جڑی بوٹیاں اگائیں، اور اس کا ایک حصہ سخت تھا اس نے پانی

① تفسير الطبري: 177/13. ② صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ ﴾ (القيٰمة 23,22:75)، حديث: 7439 و صحيح مسلم، الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، حديث: 183 عن أبي سعيد رضي الله عنه و اللفظ له.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com





لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰی ؕ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی

جنھوں نے اپنے رب کا حکم مانا، ان کے لیے بھلائی ہے۔ اور جنھوں نے اس کا حکم نہ مانا، بلاشبہ اگر ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو

الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬

زمین میں ہے اور اسی کی مثل اس کے ساتھ (اور بھی) تو وہ ضرور اسے فدیے میں دے دیں۔ یہی لوگ ہیں کہ ان کے لیے برا حساب

ع 2 11 8

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑱

ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے ⑱

کو اکٹھا کر لیا تو اس کے ذریعے سے اللہ نے لوگوں کو نفع دیا، انھوں نے خود بھی پیا، جانوروں کو بھی پلایا اور کھیتوں کو سیراب کیا اور وہ بارش زمین کے ایک اور حصے کو بھی پہنچی جو چٹیل تھا جس نے پانی اکٹھا کیا نہ کوئی گھاس اگائی، بس یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے دین میں سمجھ حاصل کی اور اس ہدایت سے اللہ نے اسے نفع پہنچایا جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا، پس اس نے خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی سکھلایا اور اس شخص کی بھی یہی مثال ہے جس نے اس کی طرف سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور نہ اللہ کی اس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔''① اور ایک دوسری حدیث میں ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[مَثَلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَلَمَّا أَضَاءَ تْ مَا حَوْلَهَا، جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي (تَقَعُ) فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا، وَجَعَلَ يَحْجِزُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَتَتَقَحَّمُ فِيهَا، قَالَ: فَذٰلِكُمْ مَّثَلِي وَمَثَلُكُمْ، أَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، هَلُمَّ عَنِ النَّارِ، هَلُمَّ عَنِ النَّارِ، هَلُمَّ فَتَغْلِبُونِي، تَقْتَحِمُونَ فِيهَا]

''میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس نے اپنے اردگرد کو روشن کر دیا تو پروانوں اور ان جانوروں نے جو آگ میں گرتے ہیں، اس آگ میں گرنا شروع کر دیا اور اس نے ان کو روکنا شروع کر دیا مگر یہ اس پر غالب آ کر اسی آگ میں گر رہے ہیں، فرمایا: یہ ہے میری اور تمھاری مثال، میں تمھیں کمروں سے پکڑ کر آگ سے دور ہٹا رہا ہوں کہ تم آگ سے اس طرف آ کر بچ جاؤ، تم آگ سے اس طرف آ کر بچ جاؤ مگر تم مجھ پر غالب آ کر اس میں گر رہے ہو۔''② یہ آگ والی مثال ہے۔

### تفسیر آیت: 18

**خوش بختوں اور بدبختوں کی جزا:** اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں اور بدبختوں کے انجام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

① صحيح البخاري، العلم، باب فضل من علم و علم، حديث: 79 و صحيح مسلم ، الفضائل ، باب بيان مثل مابعث النبي ﷺ من الهدى و العلم ، حديث:2282 و اللفظ له البتہ قوسین والا لفظ بخاری کے مطابق ہے۔ ② مسند أحمد:312/2 و صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء ، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ ؕ .... ﴾ (ص 30:38)......، حديث: 3426 مختصراً و صحيح مسلم، الفضائل ، باب شفقته ﷺ على أمته......، حديث:(18)-2284.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

کیا پھر وہ شخص جو جانتا ہے کہ یقیناً جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہی حق ہے، وہ اس شخص کے مانند (ہوسکتا) ہے جو

اُولُوا الْاَلْبَابِ ۙ﴿19﴾

اندھا ہے؟ بس عقل والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں﴿19﴾

﴿لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ﴾ ''جن لوگوں نے اللہ (کے حکم) کو قبول کیا۔'' یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، اس کے احکام کو تسلیم کیا اور ماضی اور مستقبل کی خبروں کی تصدیق کی توان کے لیے ﴿الْحُسْنٰى ؕ﴾ ''بھلائی ہے۔'' اور وہ اچھی جزا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ذوالقرنین نے کہا تھا: ﴿قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ؕ﴾ (الکہف 88,87:18) ''جو (کفر و بدکرداری سے) ظلم کرے گا اسے ہم عذاب دیں گے، پھر (جب) وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ بھی اسے بڑا عذاب دے گا۔ اور جو ایمان لائے گا، اور عمل نیک کرے گا اس کے لیے بہت اچھا بدلہ ہے اور ہم اپنے معاملے میں (اس پر کسی طرح کی سختی نہیں کریں گے بلکہ) اس کے لیے آسانی کا حکم دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ﴾ (یونس 26:10) ''جن لوگوں نے نیکوکاری کی ان کے لیے بھلائی ہے اور (اس کے علاوہ) مزید بھی۔''

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ﴾ ''اور جن لوگوں نے اس کو قبول نہ کیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کی، ﴿لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ ''اگر روئے زمین کے سب خزانے ان کے اختیار میں ہوں۔'' یعنی آخرت میں، اور ان کے لیے یہ ممکن ہو کہ وہ اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے زمین بھر کر سونا دے دیں اور اس قدر اور بھی دے دیں تو وہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن کوئی فرض یا نفل قبول نہیں کرے گا، ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ﴾ ''ایسے ہی لوگوں کا حساب برا ہوگا۔'' یعنی آخرت میں، اور ان سے چھوٹی بڑی ہر چیز کا حساب لیا جائے گا [وَمَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ] ''اور جس سے حساب لیا گیا تو اسے عذاب دیا جائے گا۔'' اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿18﴾﴾ ''اور ان کا ٹھکانا بھی دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔''

### تفسیر آیت: 19

**مومن اور کافر برابر نہیں ہیں:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص برابر نہیں ہوسکتا جو یہ جانتا ہے کہ ﴿اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ ''جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے۔'' اے محمد (ﷺ!) ﴿مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''آپ کے پروردگار کی طرف سے۔'' وہ حق ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور نہ اس میں کوئی اختلاط یا اختلاف ہے بلکہ قرآن سراپا حق ہے، اس کا ایک مقام دوسرے کی تصدیق کرتا ہے، اس میں کوئی تضاد نہیں، اس میں بیان کی گئی تمام خبریں حق ہیں اور اس کے تمام اوامر و نواہی مبنی بر عدل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ﴾ (الأنعام 115:6) ''اور آپ کے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الَّذِیۡنَ یُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ وَلَا یَنۡقُضُوۡنَ الۡمِیۡثَاقَ ﴿20﴾ وَالَّذِیۡنَ یَصِلُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖۤ اَنۡ

وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور پختہ وعدہ نہیں توڑتے ﴿20﴾ اور جو جوڑتے ہیں وہ چیز جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا، اور وہ

یُّوۡصَلَ وَیَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ وَیَخَافُوۡنَ سُوۡٓءَ الۡحِسَابِ ﴿21﴾ وَالَّذِیۡنَ صَبَرُوا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِمۡ

اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے گھبراتے ہیں ﴿21﴾ اور جنھوں نے اپنے رب کے چہرے کی طلب کے لیے صبر کیا

وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً وَّیَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ

اور نماز قائم کی اور ہمارے دیے رزق میں سے پوشیدہ اور ظاہر طور خرچ پر کیا اور وہ برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں، انھی لوگوں کے

اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عُقۡبَی الدَّارِ ﴿22﴾ جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَہَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِہِمۡ

لیے آخرت کا گھر ہے ﴿22﴾ جو کہ ہمیشہ کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، اور وہ بھی جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں

وَاَزۡوَاجِہِمۡ وَذُرِّیّٰتِہِمۡ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ کُلِّ بَابٍ ﴿23﴾ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ بِمَا

اور ان کی اولاد میں سے صالح ہوئے۔ اور فرشتے (جنت کے) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے ﴿23﴾ (اور کہیں گے:) تم پر

صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَی الدَّارِ ﴿24﴾

سلام ہو، اس لیے کہ تم نے صبر کیا، لہٰذا آخرت کا گھر بہت خوب ہے ﴿24﴾

میں پوری ہیں۔'' یعنی یہ خبر دینے کے اعتبار سے سچی ہیں اور احکام و مسائل کے اعتبار سے مبنی بر عدل ہیں، لہٰذا اے محمد (ﷺ!) وہ شخص جسے یقین ہو کہ آپ جو لائے ہیں وہ حق سچ ہے اور دوسرا وہ شخص جو اندھا ہو برابر نہیں ہو سکتے، جو خیر و بھلائی کی طرف رستہ نہ پائے اور نہ اسے سمجھے اور اگر سمجھ بھی لے تو اسے نہ مانے، نہ اس کی تصدیق کرے اور نہ اس کی اتباع کرے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا یَسۡتَوِیۡۤ اَصۡحٰبُ النَّارِ وَاَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ؕ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ۝﴾ (الحشر 20:59) ''اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔'' اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿اَفَمَنۡ یَّعۡلَمُ اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ الۡحَقُّ کَمَنۡ ہُوَ اَعۡمٰی ؕ﴾ ''بھلا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے حق ہے، وہ اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے۔'' یعنی کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿19﴾﴾ ''اور سمجھتے تو وہی ہیں جو عقل مند ہیں۔'' یعنی وعظ و نصیحت اور عبرت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو صحیح اور سلیم عقلوں کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں سے بنا دے۔

## تفسیر آیات:20-24

**سعادت مندوں کے وہ اوصاف جو جنت میں پہنچا دیتے ہیں:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہوں تو ان کے لیے عاقبت کا گھر ہے، یعنی دنیا و آخرت میں ان کا انجام اچھا ہو گا اور انھیں فتح و نصرت بھی حاصل ہو گی: ﴿الَّذِیۡنَ یُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ وَلَا یَنۡقُضُوۡنَ الۡمِیۡثَاقَ ﴿20﴾﴾ ''جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پختہ وعدہ نہیں توڑتے۔'' یعنی وہ منافقوں کی طرح نہیں ہیں کہ عہد و پیمان کر کے توڑ دیں، جب لڑائی جھگڑا کریں تو گالیاں دیں، بات کریں تو جھوٹ بولیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کریں۔[1] ﴿ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ ﴾ ''اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ان کو جوڑے رکھتے ہیں۔'' یعنی رشتے داروں سے صلہ رحمی کرتے اور ان سے اور فقیروں اور محتاجوں سے نیکی و احسان کا معاملہ کرتے ہیں۔ ﴿ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ﴾ ''اور وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں۔'' یعنی اعمال کے کرنے یا نہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کو پیش نظر رکھتے اور آخرت میں برے حساب سے ڈرتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا ہے کہ وہ اپنے تمام چھوٹے بڑے حالات اور تمام حرکات و سکنات میں درستگی و استقامت کو اختیار کیے رکھیں۔

﴿ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ ﴾ ''اور جو لوگ پروردگار کا چہرہ حاصل کرنے کے لیے صبر کرتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا، خوشنودی اور اس سے بے پایاں اجر و ثواب حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو حرام اور گناہ کے کاموں سے بچاتے ہیں۔ ﴿ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ﴾ ''اور وہ نماز قائم کرتے ہیں۔'' شریعت کے مقرر کردہ پسندیدہ طریقے کے مطابق نماز کو حدود اور اوقات کی پابندی کے ساتھ رکوع و سجود کو احسن انداز میں سرانجام دیتے ہوئے نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھتے ہیں۔ ﴿ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ ﴾ ''اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' یعنی ان لوگوں پر جن پر خرچ کرنا واجب ہے، مثلاً: بیویاں، قرابت دار اور اجنبی فقراء و مساکین اور حاجت مند لوگ۔ ﴿ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ﴾ ''پوشیدہ اور ظاہر۔'' یعنی خفیہ اور اعلانیہ طور پر ہر حالت میں اور دن رات کی ہر گھڑی میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔

﴿ وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ﴾ ''اور نیکی سے برائی کو دور کرتے ہیں۔'' برائی کا اچھائی سے مقابلہ کرتے ہیں اگر کوئی انھیں تکلیف پہنچائے تو اسے برداشت کرتے ہوئے صبر جمیل کا مظاہرہ کرتے اور انھیں معاف کر دیتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:34,35) ''سخت کلامی کا ایسے طریق سے جواب دیں جو بہت اچھا ہو، ایسا کرنے سے آپ دیکھیں گے کہ یکایک وہ شخص کہ آپ کے اور اس کے درمیان دشمنی ہے وہ (ایسا ہو جائے گا) جیسے جگری دوست ہو۔ اور یہ بات انھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں اور انھی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحبِ نصیب ہیں۔'' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سعادت مند اور صفات حسنہ سے اتصاف پذیر اپنے بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کے لیے عاقبت کا گھر ہے اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ ﴾ ''ہمیشہ رہنے کے باغات۔'' ﴿ عَدْنٍ ﴾ کے معنی اقامت کے ہیں، یعنی ان کے لیے اقامت کے ایسے باغات ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ﴾ ''اور ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں

[1] منافقوں کی ان علامتوں کے متعلق دیکھیں صحیح البخاری، الإیمان، باب علامات المنافق، حدیث:33,34 و صحیح مسلم، الإیمان، باب خصال المنافق، حدیث:58,59 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے جو نیکو کار ہوں گے وہ بھی (بہشت میں جائیں گے۔)'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے ان پیارے باپ دادا، اہل وعیال اور بیٹوں کو جنت میں جمع کر دے گا جو مومن اور جنت میں داخل ہونے کے اہل ہوں گے تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں حتی کہ اللہ تعالیٰ لطف وکرم اور احسان فرماتے ہوئے ادنیٰ درجے کے جنتیوں کو اعلیٰ درجے کے جنتیوں کے ساتھ یکجا کر دے گا اور یہ نہیں کرے گا کہ اعلیٰ درجے کے جنتیوں کو ادنیٰ درجے کے جنتیوں کے ساتھ ملا دے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ ﴾ (الطور 52:21) ''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی (راہ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے درجے تک پہنچا دیں گے اور ہم ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔''

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ ﴾ ''اور فرشتے (بہشت کے) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے۔ (اور کہیں گے:) تم پر سلام ہو (یہ) تمھاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے، لہٰذا عاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے۔'' یعنی ان کے پاس فرشتے یہاں اور وہاں ہر جگہ سے آئیں گے اور جنت میں داخل ہونے کی مبارک باد دیں گے، یعنی جوں ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے تو فرشتے ان کے پاس آئیں گے، انھیں سلام کہیں گے اور اس بات پر مبارک باد پیش کریں گے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقرب وانعام اور دار السلام میں صدیقین اور انبیاء ومرسلین عظام کے جوار میں جگہ عطا فرمائی۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ هَلْ تَدْرُونَ أَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ؟ ] ''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلے جنت میں کون داخل ہوگا۔'' صحابۂ کرام نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

[أَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ الْفُقَرَاءُ الْمُهَاجِرُونَ الَّذِينَ تُسَدُّبِهِمُ الثُّغُورُ، وَيُتَّقٰى بِهِمُ الْمَكَارِهُ، وَيَمُوتُ أَحَدُهُمْ وَحَاجَتُهُ فِي صَدْرِهِ، لَا يَسْتَطِيعُ لَهَا قَضَاءً، فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ مَّلَائِكَتِهِ: اِئْتُوهُمْ فَحَيُّوهُمْ، فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: نَحْنُ سُكَّانُ سَمَائِكَ، وَخِيرَتُكَ مِنْ خَلْقِكَ، أَفَتَأْمُرُنَا أَنْ نَّأْتِيَ هٰؤُلَاءِ فَنُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمْ كَانُوا عِبَادًا يَّعْبُدُونِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا، وَّتُسَدُّ بِهِمُ الثُّغُورُ، وَيُتَّقٰى بِهِمُ الْمَكَارِهُ، وَيَمُوتُ أَحَدُهُمْ وَحَاجَتُهُ فِي صَدْرِهِ، لَا يَسْتَطِيعُ لَهَا قَضَاءً۔ قَالَ: فَيَأْتِيهِمُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَيَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ]

''اللہ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے جنت میں وہ فقراء اور مہاجرین داخل ہوں گے جن کے ساتھ سرحدوں کی حفاظت کی جاتی اور ناپسندیدہ امور سے بچا جاتا ہے اور ان میں سے جب کوئی فوت ہوتا ہے تو اس کی حاجت وضرورت اس کے سینے ہی میں رہ جاتی ہے کہ اسے اس کے پورا کرنے کی استطاعت ہی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ ان کے پاس جاؤ اور انھیں سلام کہو تو فرشتے کہتے ہیں کہ ہم تیرے آسمان کے رہنے والے ہیں اور تیری مخلوق میں سے چنے ہوئے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ

اور جو لوگ اللہ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور وہ چیز قطع کرتے ہیں جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا، اور وہ زمین

يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ﴿25﴾

میں فساد کرتے ہیں، انھی لوگوں کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے (آخرت کا) بہت برا گھر ہے ﴿25﴾

لیکن تیرا حکم یہ ہے کہ ہم ان کے پاس جائیں اور انھیں سلام کہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہاں، اس لیے کہ یہ ایسے بندے تھے جو میری عبادت کرتے تھے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بناتے تھے، ان کے ساتھ سرحدوں کی حفاظت کی جاتی اور ناپسندیدہ امور سے بچا جاتا تھا، ان میں سے جب کوئی فوت ہوتا تو اس کی حاجت وضرورت اس کے سینے ہی میں ہوتی تھی اور وہ اسے پورا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا، اس فرمان باری تعالیٰ کے سننے کے بعد فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آتے اور کہتے ہیں: ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿24﴾﴾ ''تم پر سلام ہو (یہ) تمھاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے۔''[1]

### تفسیر آیت: 25

**بدبختوں کے اعمال اور انجام:** اب بدبختوں کے حالات، صفات اور آخرت میں ان کے انجام کو بیان کیا جا رہا ہے جو مومنوں کے انجام کے خلاف ہے کیونکہ دنیا میں ان کے اعمال مومنوں کے اعمال کے خلاف تھے، اس لیے کہ مومن تو اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرتے تھے اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ان کو جوڑے رکھتے تھے اور یہ لوگ ان کے برعکس ہیں: ﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ﴾ ''اللہ سے عہد واثق کر کے اس کو توڑ ڈالتے اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو قطع کر دیتے اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔'' جیسا کہ حدیث میں بھی ہے: [آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ] ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔''[2] اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ] ''جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب لڑائی جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔''[3]

اسی لیے فرمایا: ﴿اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ﴾ ''انھی لوگوں کے لیے لعنت ہے۔'' لعنت کے معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کے ہیں، ﴿وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ﴿25﴾﴾ ''اور ان کے لیے برا گھر ہے۔'' یعنی ان کی عاقبت بھی بری اور ان کا انجام بھی برا ہے، ﴿وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝﴾ (الرعد 18:13) ''اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

[1] مسند أحمد: 168/2. [2] صحيح البخاري، الإيمان، باب علامات المنافق، حديث: 33 و صحيح مسلم، الإيمان، باب خصال المنافق، حديث: 59 عن أبي هريرة ﷺ. [3] صحيح البخاري، الإيمان، باب علامات المنافق، حديث: 34 و صحيح مسلم، الإيمان، باب خصال المنافق، حديث: 58 عن عبدالله بن عمرو ﷺ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ

اللہ جسے چاہے کھلا رزق دیتا ہے اور (جسے چاہے) تنگ کر دیتا ہے۔ اور وہ (کافر) دنیا کی زندگی پر اتراتے ہیں، حالانکہ دنیا کی

الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿26﴾ ع 3/8/9

زندگی آخرت کی نسبت (حقیر) متاع ہی تو ہے ﴿26﴾

**تفسیر آیت:26**

**رزق کی کشادگی اور تنگی اللہ کے ہاتھ میں ہے:** اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں فراخی عطا فرما دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں تنگی پیدا کر دیتا ہے اور اس کے لیے یہ سارے فیصلے حکمت وعدل پر مبنی ہوتے ہیں اور ان کفار کا دنیوی زندگی کے مال واسباب پر خوش ہونا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مہلت دے رکھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون 23:55,56) ''کیا وہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو دنیا میں ان کو مال اور بیٹوں سے مدد دیتے ہیں۔ (تو اس سے) ان کی بھلائی میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں) بلکہ وہ سمجھتے ہی نہیں۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو اس کے مقابلے میں جو اس نے اپنے مومن بندوں کے لیے آخرت میں تیار فرما رکھا ہے، حقیر قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝﴾ ''حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت (کے مقابلے) میں تھوڑا سا فائدہ ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۟ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝﴾ (النسآء 4:77) ''کہہ دیجیے کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیزگار کے لیے (نجاتِ) آخرت ہے اور تم پر (کھجور کی گٹھلی کے) دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝﴾ (الأعلى 87:16,17) ''بلکہ تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے۔''

امام احمد نے بنو فہر کے فرد مستورد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا كَمِثْلِ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ هٰذِهِ فِي الْيَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ تَرْجِعُ ؟] ''دنیا آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی اس انگلی کو سمندر میں داخل کرے، پھر دیکھے کہ اس کے ساتھ کتنا پانی لگتا ہے'' یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنی انگشت شہادت کی طرف اشارہ فرمایا۔[1] اور اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2] اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بکری کے ایک چھوٹے کانوں والے مردہ بچے کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: [فَوَاللّٰهِ! لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ، مِنْ هٰذَا (عَلٰى أَهْلِهِ حِينَ أَلْقَوْهُ) ] ''اللہ کی قسم! دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جس قدر یہ اپنے مالکوں

① مسند أحمد: 4/228,229. ② صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب فناء الدنيا، وبيان الحشر يوم القيامة،

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ

اور کافر کہتے ہیں: اس کے رب کی طرف سے اس پر کوئی (بڑی) نشانی کیوں نہیں نازل کی گئی؟ کہہ دیجیے: بے شک اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے

وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝27 اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ

اور اس شخص کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہے جو رجوع کرے ۝27 جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں،

اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝28 اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝29

آگاہ رہو! اللہ کے ذکر ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں ۝28 جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کے لیے خوشحالی اور اچھا ٹھکانا ہے ۝29

کے نزدیک حقیر تھی جب انھوں نے اسے پھینکا۔''①

## تفسیر آیات: 27-29

**مشرکین کا نشانیوں کا مطالبہ اور اس کا جواب:** اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ مشرکوں نے کہا: ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ﴾ ''اس (پیغمبر) پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل کی گئی؟'' جیسا کہ انھوں نے کہا: ﴿فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ۝﴾ (الأنبیاء 21:5) ''تو جیسے پہلے پیغمبر نشانیاں دے کر بھیجے گئے تھے (اسی طرح) یہ بھی ہمارے پاس کوئی نشانی لائے۔''② اس بارے میں قبل ازیں کئی دفعہ گفتگو ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مطالبے کو پورا کرنے پر قادر ہے۔

حدیث میں ہے کہ جب کفار مکہ نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ صفا کو سونے کا بنا دیں یا چشمے جاری کر دیں یا مکہ کے ارد گرد سے پہاڑوں کو ہٹا دیں تاکہ وہ اس میں کھیتی باڑی کریں تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اے محمد (ﷺ!) اگر آپ چاہیں تو ان کے ان تمام مطالبات کو پورا کر دیا جائے، پھر اگر انھوں نے کفر ہی کو اختیار کیا تو انھیں ایسا عبرت ناک عذاب دیا جائے گا کہ اہل عالم میں سے کسی کو ایسا عذاب نہیں دیا گیا ہوگا اور اگر آپ چاہیں تو ان کے لیے توبہ اور رحمت کے دروازے کو کھلا رکھا جائے تو آپ نے اس کے جواب میں کہا: [بَلْ (تَفْتَحُ لَهُمْ) بَابَ التَّوْبَةِ وَالرَّحْمَةِ] ''(اے اللہ!) تو ان کے لیے توبہ اور رحمت کے دروازے کو کھلا رکھ۔''③

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا ہے: ﴿قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝27﴾ ''کہہ دیجیے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو (اس کی طرف) رجوع کرتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ ہی

① صحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب: [الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر]، حديث: 2957 عن جابر بن عبداللهؓ مطولا. اور قوسین والے الفاظ المعجم الأوسط للطبراني: 104/4، حديث: 5361 میں اس طرح ہیں: [على أهلها حين ألقوها] عن أبي موسىؓ، البتہ اس کی سند ضعیف ہے۔ ② دیکھیے الأنعام، آیت: 37 کے ذیل میں۔ ③ مسند أحمد: 242/1 عن ابن عباسؓ اور قوسین والا جملہ ہمیں نہیں ملا جبکہ اس کے بجائے [اِفْتَحْ لَهُمْ] ''ان کے لیے کھلا رکھ'' مسند أحمد: 345/1 میں ہے۔ والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ ……﴾: 380/6، حديث: 11290. چشموں کے جاری کرنے کا ذکر قرآن میں ہے۔ دیکھیے بنیٓ إسراءيل، آیت: 90 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گمراہ کرتا ہے اور ہدایت عطا فرماتا ہے، خواہ وہ رسول کو ان کے مطالبے اور تقاضے کے مطابق نشانی دے کر بھیجے یا ان کے مطالبے کو پورا نہ کرے، ہدایت دینے یا نہ دینے کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (یونس 101:10) ''اور جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان لوگوں کو نشانیاں اور ڈراوے کچھ کام نہیں دیتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ ﴾ (یونس 97,96:10) ''بے شک جن لوگوں کے بارے میں اللہ کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آ جائے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 111:6) ''اور بلاشبہ اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کرتے تو بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ بات یہ ہے کہ وہ اکثر نادان ہیں۔''

اسی لیے فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿27﴾ ﴾ ''کہہ دیجیے: یقیناً اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو (اس کی طرف) رجوع کرتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' یعنی ہدایت سے اسے سرفراز کرتا ہے۔ جو اس کی طرف توبہ کرے، رجوع کرے، اس سے مدد چاہے اور اس کی جناب میں آہ وزاری کرے۔

**اللہ کے ذکر سے مومن کو اطمینان وسکونِ قلب حاصل ہوتا ہے:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔'' اللہ کی جانب مائل ہوتے اور اس سے خوشی محسوس کرتے ہیں اور اللہ کے ذکر کے وقت اطمینان وسکون محسوس کرتے ہیں اور اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا مولیٰ اور مددگار ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿28﴾ ﴾ ''آگاہ رہو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہے کہ اس سے دل اطمینان وسکون حاصل کرتے ہیں۔

**طوبیٰ کا بیان:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿29﴾ ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کے لیے خوشحالی اور عمدہ ٹھکانا ہے۔'' ابن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے لیے خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔[1] عکرمہ فرماتے ہیں کہ کیا خوب ہے وہ ساز وسامان جو ان کے لیے ہے۔[2] ضحاک کہتے ہیں کہ ان کا یہ ساز وسامان قابل رشک ہے۔[3] ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔[4] قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ عربی لفظ ہے۔ جب کوئی آدمی کہتا ہے: [طُوبٰى لَكَ] تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ تو خیر وبھلائی حاصل کرے۔[5] اور

---

[1] تفسیر الطبری:191/13. [2] تفسیر الطبری:191/13. [3] تفسیر الطبری:191/13. [4] تفسیر البغوی:21/3.

[5] تفسیر الطبری:191/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ

(جیسے پہلے رسول بھیجے تھے) اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا جس سے پہلے کئی امتیں گزر چکی ہیں، تاکہ آپ انھیں وہ

اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی، اور وہ رحمٰن کا انکار کرتے ہیں، کہہ دیجیے: وہی میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں،

وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿30﴾

میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے ﴿30﴾

ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ﴿وَحُسْنُ مَاٰبٍ﴾ کے معنی ہیں کہ ان کے لیے اچھائی ہے۔[1] ﴿وَحُسْنُ مَاٰبٍ﴾ کے معنی ہیں کہ ان کے لیے واپسی کی عمدہ جگہ ہے۔ ان تمام اقوال کا مطلب ایک ہی ہے، ان میں کوئی تضاد نہیں۔

امام بخاری و مسلم نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَّسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَّا يَقْطَعُهَا] ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا مگر اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔''[2] صحیح بخاری کے راوی ابو حازم کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث نعمان بن ابو عیاش زُرَقی سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ مجھ سے ابو سہل سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَّسِيرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ أَوِ الْمُضَمَّرَ السَّرِيعَ مِائَةَ عَامٍ مَّا يَقْطَعُهَا] ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر عمدہ گھوڑے یا تیز رفتاری کے لیے تیار گھوڑے کا سوار اس کے سائے میں سو سال تک بھی چلتا رہے تو اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔''[3]

صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب ذوالجلال فرماتا ہے: [يَاعِبَادِي! لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ، قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَّاحِدٍ فَسَأَلُونِي، فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَّسْأَلَتَهُ، مَا نَقَصَ ذٰلِكَ (مِنْ مُّلْكِي شَيْئًا) إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ] ''اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، انسان اور جنّ ایک ہی میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کے سوال کے مطابق اسے دے دوں تو اس سے (میری بادشاہت میں) اتنی کمی بھی نہیں آئے گی جتنی کہ سوئی کو سمندر میں داخل کرنے سے اس کے پانی میں کمی آتی ہے۔''[4] خالد بن معدان کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہا جاتا ہے، اس درخت کے بہت سے پستان ہیں جو اہل جنت کے بچوں کو پلائیں گے۔ عورت کا گر جانے والا نا تمام بچہ جنت کی ایک نہر میں ڈال دیا جاتا ہے جس

---

[1] تفسير الطبري: 191/13. [2] صحيح البخاري، الرقاق، باب صفة الجنة والنار......، حديث: 6552 وصحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها......، باب: إن في الجنة شجرة......، حديث: 2827. [3] صحيح البخاري، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حديث: 6553 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها...... باب: إن في الجنة شجرة ......، حديث: 2828. [4] صحيح مسلم، البروالصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث: 2577. اور قوسین والے الفاظ بھی اسی حدیث میں بیان ہوئے ہیں لیکن ان کا پس منظر کچھ اور ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں وہ قیامت تک پھرتا رہتا ہے، پھر قیامت کے دن اسے چالیس سال کی عمر میں اٹھایا جائے گا۔[1]

### تفسیر آیت:30

**آنحضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد تلاوت آیات اور دعوت الی اللہ ہے:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) ہم نے آپ کو اس امت میں اس لیے بھیجا ہے: ﴿ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ ٱلَّذِىٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ ﴾ ”تاکہ آپ ان پر وہ (کتاب) جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے تلاوت کریں۔“ یعنی ان تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیں، اسی طرح ہم نے گزشتہ کافر قوموں کی طرف بھی نبی بھیجے تھے اور ان نبیوں کی بھی تکذیب کی گئی تھی، ان کی زندگی آپ کے لیے اسوہ ہے۔ اور جس طرح ہم نے سابقہ امتوں کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیا تھا، ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر بھی اسی طرح کا عذاب نازل نہ ہو کیونکہ دوسرے انبیاء کی نسبت آپ کی زیادہ تکذیب کی جا رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَٱللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَعْمَٰلَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ ٱلْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ ﴾ (النحل 63:16) ”اللہ کی قسم! ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف بھی پیغمبر بھیجے تو شیطان نے ان کے لیے ان کے (ناشائستہ) کردار آراستہ کر دکھائے، چنانچہ آج بھی وہی ان کا دوست ہے اور ان کے لیے عذاب الیم ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا۟ عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا۟ وَأُوذُوا۟ حَتَّىٰٓ أَتَىٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِ ٱللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِن نَّبَإِى۟ ٱلْمُرْسَلِينَ ○ ﴾ (الأنعام 34:6) ”اور البتہ تحقیق (اے نبی!) آپ سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے جاتے رہے تو وہ تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد پہنچتی رہی اور اللہ کی باتوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں اور یقیناً آپ کے پاس رسولوں کی کچھ خبریں آ چکی ہیں۔“ یعنی ہم نے اپنے نبیوں کی کس طرح مدد کی تھی اور دنیا و آخرت میں کس طرح انھیں اور ان کے پیروکاروں کو اچھے انجام سے سرفراز کیا تھا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِٱلرَّحْمَٰنِ ۚ ﴾ ”اور یہ لوگ رحمٰن کو نہیں مانتے۔“ یعنی اس امت میں جس کی طرف ہم نے آپ کو بھیجا ہے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو رحمان کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اسے تسلیم نہیں کرتے کیونکہ کفار مکہ اس بات کا انکار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو رحمان و رحیم کی صفتوں سے موصوف قرار دیا جائے جیسا کہ حدیبیہ کے دن انھوں نے اس بات سے انکار کیا تھا کہ صلح نامہ کی تحریر کو [بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ] سے لکھنا شروع کیا جائے، انھوں نے برملا کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ رحمان و رحیم کون ہے، یہ امام قتادہ کا قول ہے۔[2] اور یہ حدیث بخاری میں ہے۔[3] اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلِ ٱدْعُوا۟ ٱللَّهَ أَوِ ٱدْعُوا۟ ٱلرَّحْمَٰنَ ۖ أَيًّا مَّا تَدْعُوا۟ فَلَهُ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ ۚ ﴾ (بنی إسرآءیل 110:17) ”کہہ دیں کہ تم (اللہ کو) اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمان (کے نام سے) پکارو جس نام سے بھی پکارو، پس اسی کے سب نام بہت اچھے ہیں۔“

---

[1] الدر المنثور: 113,112/4. [2] تفسیر الطبری: 197/13. [3] صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب و كتابة الشروط، حدیث: 2732,2731 مفصلاً.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ

اور اگر بلاشبہ (قرآن ایسا ہوتا) کہ اس کے ذریعے سے پہاڑ چلائے جاتے یا اس سے زمین قطع کی جاتی یا اس سے مردے بلوائے جاتے (تو بھی

الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ

کفار ایمان نہ لاتے) بلکہ سارا معاملہ (اختیار) اللہ ہی کے پاس ہے، کیا پھر ایمان والوں نے (ابھی تک) نہیں جانا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب ہی

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى

لوگوں کو ہدایت دیتا؟ اور جنھوں نے کفر کیا ان کے کرتوتوں پر انھیں آفت پہنچتی ہی رہے گی، یا ان کے گھروں کے قریب اترے گی، حتی

ع 4/5 10 يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿31﴾

کہ اللہ کا وعدہ آپہنچے۔ بے شک اللہ (اپنے) وعدے کے خلاف نہیں کرتا ﴿31﴾

صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَحَبَّ أَسْمَائِكُمْ إِلَى اللّٰهِ عَبْدُاللّٰهِ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ] ''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔''[1] ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ﴾ ''کہہ دیجیے: وہی تو میرا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' یعنی یہ ذات گرامی جس کے ساتھ تم کفر کرتے ہو میں اس کا اعتراف کرتا اور اس کے ساتھ ایمان رکھتا ہوں، اس کی ربوبیت اور الوہیت کا اقرار کرتا ہوں، وہ میرا پروردگار ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ''میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں۔'' اپنے تمام امور و معاملات میں ﴿وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿30﴾﴾ ''اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' کیونکہ اس کی ذات گرامی کے سوا اور کوئی اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

### تفسیر آیت:31

**قرآن کی فضیلت اور کفار کا انکار:** اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے جسے اس نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا اور سابقہ تمام آسمانی کتابوں پر فضیلت بخشی ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ﴾ ''اور اگر بلاشبہ قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے ذریعے سے پہاڑ چلائے جاتے۔'' یعنی اگر سابقہ آسمانی کتابوں میں سے کوئی کتاب ایسی ہوتی جس کی تاثیر سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جاتے یا زمین کٹ اور پھٹ جاتی یا مردوں سے ان کی قبروں میں گفتگو کی جاتی تو یہ قرآن اس بات کا زیادہ حق دار تھا کہ ان اوصاف سے متصف ہوتا یا قرآن میں یہ تاثیر بالاولی پائی جاتی کیونکہ اس میں ایسا اعجاز ہے کہ تمام انسان اور جن مل کر بھی اس طرح کا کلام پیش کرنا چاہیں تو پیش نہیں کر سکتے بلکہ قرآن کی سورتوں جیسی ایک سورت بھی پیش نہیں کر سکتے لیکن تعجب ہے کہ قرآن کے اس بے مثال اور با کمال اعجاز کے باوجود کفار اس کے منکر ہیں۔ ﴿بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ﴾ ''بلکہ سارا اختیار اللہ ہی کے پاس ہے۔'' یعنی تمام امور و معاملات اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، وہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے وہ ہدایت عطا فرمائے

[1] صحيح مسلم، الآداب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم......، حديث:2132.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ اور سابقہ آسمانی کتابوں میں سے ہر ایک کو قرآن کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ سب سے مشتق ہے۔

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ خُفِّفَتْ عَلٰى دَاوُدَ علیہ السلام الْقِرَاءَةُ وَكَانَ يَأْمُرُ بِدَابَّتِهِ فَتُسْرَجُ، وَكَانَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَبْلَ أَنْ تُسْرَجَ دَابَّتُهُ، وَكَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ] ''حضرت داود علیہ السلام کے لیے قراءت کو اس قدر آسان کردیا گیا تھا کہ وہ حکم دیتے تھے کہ گھوڑے کو زین پہنائی جائے تو زین پہنائے جانے سے پہلے پہلے وہ قرآن پڑھ لیا کرتے تھے، اور وہ اپنے ہاتھ ہی کی کمائی سے کھاتے تھے۔''[1] یہ روایت صرف صحیح بخاری میں ہے، صحیح مسلم میں نہیں ہے۔[2] اس حدیث میں قرآن سے مراد زبور ہے۔

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ﴾ ''کیا پھر جو لوگ ایمان لائے ہیں انھوں نے نہیں جانا؟'' ان کو یہ معلوم اور واضح نہیں ہوا کہ ﴿ اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ﴾ ''اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کے رستے پر چلا دیتا۔'' قرآن سے بڑھ کر کوئی حجت یا معجزہ نہیں ہے جو عقلوں اور نفسوں کو اس قرآن سے بڑھ کر اپیل کرنے والا ہو کہ اسے اگر اللہ تعالیٰ پہاڑ پر نازل کر دیتا تو تم دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُهُ وَحْياً أَوْحَاهُ اللّٰهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''ہر نبی کو وہ معجزہ دیا گیا جس پر انسان ایمان لائے، مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا ہے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔''[3]

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر نبی کا معجزہ ان کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا مگر یہ قرآن ایک ایسی حجت اور ایک ایسا معجزہ ہے جو ابدالآباد تک باقی رہے گا، جس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے، جو بار بار پڑھے جانے کے باوجود کبھی پرانا نہیں ہوگا، جس سے علماء کبھی سیر نہ ہوں گے جو ایک فیصلہ کن بات ہے مذاق نہیں ہے، جو سرکش اسے ترک کر دے گا اللہ تعالیٰ اسے نیست و نابود کر دے گا اور جو اس کے سوا کسی اور جگہ سے ہدایت کا طلب گار ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ﴾ ''بلکہ سارا اختیار اللہ ہی کے پاس ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کام وہ ہوتا ہے جو اللہ چاہے اور جو اللہ نہ چاہے وہ نہیں ہوسکتا۔ اسے ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔[4] نیز امام ابن جریر نے بھی ایسے ہی روایت کیا ہے۔[5] اور ارشاد الٰہی ہے:

① مسند أحمد: 314/2. ② صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴾ (النسآء 4:163) ......، حديث: 3417. ③ صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب كيف نزل الوحي......؟ حديث: 4981 وصحيح مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ ......، حديث: 152 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ.
④ الدر المنثور: 118/4. ⑤ تفسير الطبري: 203/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ قف فَكَيْفَ

اور (اے نبی!) بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا، پھر میرا عذاب کیسا

كَانَ عِقَابِ ﴿32﴾

(عبرتناک) تھا؟ ﴿32﴾

﴿ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ ﴾ ''اور کافروں پر ہمیشہ ان کے اعمال کے بدلے آفت آتی رہے گی یا ان کے گھروں کے قریب نازل ہوتی رہے گی۔'' یعنی ان کے تکذیب کرنے کی وجہ سے انھیں ہمیشہ دنیا میں مصیبتوں کا سامنا رہے گا یا مصیبتیں اور آفتیں ان کے گردوپیش میں نازل ہوتی رہیں گی تاکہ یہ لوگ نصیحت و عبرت حاصل کریں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ ﴾ (الأحقاف 27:46) ''اور البتہ تحقیق تمھارے اردگرد کی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور بار بار (اپنی) نشانیاں ظاہر کیں تاکہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبيآء 44:21) ''کیا پھر وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں، (کفر سمٹ رہا ہے) کیا پھر بھی وہی لوگ غلبہ پانے والے ہیں!'' قتادہ نے امام حسن بصری سے روایت کیا ہے: ﴿ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ ﴾ ''یا ان کے گھروں کے قریب نازل ہوتی رہے گی'' کہ اس سے مراد آفت اور مصیبت ہے۔[1] اور سیاق سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿ تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ ﴾ سے مراد آسمان سے نازل ہونے والا عذاب ہے اور ﴿ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ ﴾ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ہاں نزول فرمانا اور ان سے لڑائی کرنا ہے۔[2] مجاہد اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[3] اور عکرمہ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں ہے: ﴿ قَارِعَةٌ ﴾ سے مراد مصیبت اور آفت ہے۔[4] پھر ان سب ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے: ﴿ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ط ﴾ ''یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آپہنچے'' سے مراد فتح مکہ ہے۔[5] جبکہ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔[6] اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿31﴾ ﴾ ''بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے جو یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں انھیں اور ان کے پیروکاروں کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا، وہ اپنے اس وعدے کے خلاف نہیں کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ ﴾ (ابراهيم 47:14) ''چنانچہ آپ ہرگز خیال نہ کریں کہ اللہ نے جو اپنے پیغمبروں سے وعدہ کیا ہے اس کے خلاف کرے گا، بے شک اللہ زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے۔''

① تفسير الطبري:206/13. ② تفسير الطبري:204/13. ③ تفسير الطبري:205,204/13. ④ الدر المنثور: 119/4. ⑤ تفسير الطبري:205,204/13 والدر المنثور:119/4. ⑥ تفسير الطبري:206/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَفَمَنْ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ

کیا پھر وہ (اللہ) جو ہر نفس (کے اعمال) پر نگران ہے جو اس نے کمائے، (اس کے مانند کوئی غیر اللہ ہو سکتا ہے؟) اور انھوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں۔

تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کہہ دیجیے: ان کے (کمالات اور) نام تو لو، کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ زمین میں نہیں جانتا؟ بلکہ ظاہر لفظ (کے اعتبار) سے (تم شریک ٹھہراتے

مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿33﴾

ہو)، بلکہ کافروں کے لیے ان کا مکر خوشنما بنا دیا گیا، اور انھیں راہ (حق) سے روک دیا گیا۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کوئی ہادی نہیں ﴿33﴾

### تفسیر آیت:32

**رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی:** آپ کی قوم کے تکذیب کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ ''اور البتہ تحقیق آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ تمسخر ہوتے رہے ہیں۔'' یعنی آپ کے لیے ان کی زندگی میں اسوہ ہے۔ ﴿ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ﴾ ''تو میں نے کافروں کو مہلت دی، پھر انھیں پکڑ لیا۔'' یعنی انھیں اچانک پکڑ لیا تو آپ کو اس بارے میں کیا خبر پہنچی کہ میں نے ان کا کیا حشر کیا، انھیں کیسے کیسے عذابوں میں مبتلا کیا، حالانکہ میں نے انھیں پہلے مہلت دے رکھی تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ (الحج 48:22) ''اور بہت سی بستیاں ہیں کہ میں ان کو مہلت دیتا رہا جبکہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

صحیح بخاری و مسلم میں ہے: [إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ] ''بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیے رکھتا ہے حتی کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ ﴾ (ھود 102:11) ''اور آپ کا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اس طرح کی ہوتی ہے، بے شک اس کی پکڑ بہت دکھ دینے والی بڑی سخت ہے۔''[1]

### تفسیر آیت:33

**اللہ تعالیٰ اور مشرکوں کے معبودانِ باطلہ میں قطعاً کوئی اشتراک نہیں:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَمَنْ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ ﴾ ''تو کیا جو (اللہ) ہر متنفس کے اعمال کا نگران (ونگہبان) ہے جو اس نے کمائے (وہ بتوں کی طرح بے علم و بے خبر ہو سکتا ہے۔)'' یعنی اللہ تعالیٰ جو حفیظ و علیم ہے اور ہر جاندار پر نگہبان ہے، وہ جانتا ہے کہ عمل کرنے والے کیا اچھے یا برے عمل کر رہے ہیں اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ ﴿ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ ﴾ (یونس 61:10) ''اور (اے نبی!) آپ جس حال میں بھی ہوتے

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى ...... ﴾ (هود 102:11)......، حديث:4686 و صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث:2583 عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں یا قرآن میں سے کچھ بھی پڑھتے ہیں اور تم لوگ جو بھی کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو تو اس وقت ہم تمھیں دیکھ رہے ہوتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (الأنعام 59:6) ''اور کوئی پتا ایسا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز ایسی نہیں مگر وہ واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (ھود 6:11) ''اور زمین پر چلنے پھرنے والے کا رزق اللہ کے ذمے ہے، وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور اس کے دفن ہونے کی جگہ کو بھی، سب کچھ واضح کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ ﴾ (الرعد 10:13) ''کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے، یا بلند آواز سے کہے یا رات (کی تاریکی) میں کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 7:20) ''وہ چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ تر بات کو جانتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ ﴾ (الحدید 4:57) ''اور تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمھارے ساتھ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو خوب دیکھ رہا ہے۔'' تو کیا جس کے یہ اوصاف ہیں وہ ان بتوں کی طرح ہوسکتا ہے جن کی تم عبادت کرتے ہو اور وہ نہ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ عقل رکھتے ہیں، نہ اپنے لیے اور نہ اپنے پجاریوں کے لیے کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ اپنے سے یا اپنے پجاریوں میں سے کسی کے نقصان ہی کو دور کر سکتے ہیں؟ سیاق کی دلالت پر اکتفا کرتے ہوئے اس سوال کا جواب حذف کر دیا گیا اور وہ سیاق یہ ہے: ﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ ﴾ ''اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں۔'' یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں، شریکوں اور معبودانِ باطلہ کی بھی پوجا کرتے ہیں۔

﴿ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ (ذرا) ان کے نام تو لو۔'' ہمیں بھی ان کے بارے میں بتاؤ، ان کی حقیقت واضح کرو تاکہ یہ پہچانے جاسکیں جبکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کی کوئی حقیقت ہی نہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''کیا تم اللہ کو ایسی چیز بتاتے ہو، جس کو وہ زمین میں نہیں جانتا؟'' یعنی اس کا کوئی وجود ہی نہیں اگر اس کا زمین میں کوئی وجود ہوتا تو وہ اسے ضرور جان لیتا کیونکہ اس سے تو کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔ ﴿ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ ﴾ ''بلکہ (تم شریک ٹھہراتے ہو) ظاہری لفظ (کے اعتبار) سے۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ظن کی تقلید کرتے ہو۔[1] ضحاک اور قتادہ کہتے ہیں کہ تم باطل قول کی تقلید کرتے ہو۔[2] یعنی تم ان بتوں کی اس لیے پوجا کرتے ہو کہ تمھارا گمان یہ ہے کہ یہ نفع و نقصان کے مالک ہیں، اسی لیے تم نے ان کا نام معبود رکھا ہے: ﴿ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝ ﴾ (النجم 23:53)

[1] تفسیر الطبری: 209/13. [2] تفسیر الطبری: 210/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿34﴾

ان کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو سخت ترین ہے، اور انھیں اللہ (کے عذاب) سے بچانے والا کوئی نہیں ﴿34﴾

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ

جس جنت کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا اس کی صفت یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اس کے پھل اور اس کے سائے دائمی

تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿35﴾

ہیں۔ یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی ہوئے، اور کافروں کا انجام آگ ہے ﴿35﴾

''وہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھے ہیں۔ اللہ نے تو ان کی کوئی سند نازل نہیں کی یہ لوگ تو محض ظن (فاسد) اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے چل رہے ہیں، حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس یقیناً ہدایت آچکی ہے۔''

﴿ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ ﴾ ''بلکہ کافروں کے لیے ان کا مکر خوشنما بنا دیا گیا۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ مکر سے مراد یہاں بات ہے۔[1] یعنی یہ جس ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہیں اور جس کی طرف دن رات دعوت دیتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاۗءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ ﴾ (حٰمٓ السجدة 25:41) ''اور ہم نے (شیطانوں کو) ان کا ہم نشین مقرر کر دیا تھا تو انھوں نے (ان کے اعمال) ان کو عمدہ کر کے دکھائے تھے۔'' ﴿ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۭ ﴾ ''اور وہ (ہدایت کے) رستے سے روک لیے گئے ہیں۔'' جنھوں نے اسے صاد کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے تو اس صورت میں اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے گئے اور انھیں معلوم کرا دیا گیا کہ یہی حق ہے تو انھوں نے اس کی طرف دعوت دی اور لوگوں کو رسولوں کے رستے کی پیروی سے روک دیا۔ اور جنھوں نے اسے صاد کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ جب انھیں ان کے اعمال صحیح اور مزین کر کے دکھائے گئے تو اس طرح یہ اللہ کے رستے سے روک لیے گئے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿33﴾ ﴾ ''اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ ﴾ (المآئدة 41:5) ''اور جسے اللہ فتنے میں ڈالنا چاہے تو اس کے لیے آپ کچھ بھی اللہ سے (ہدایت کا) اختیار نہیں رکھتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰي هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ ﴾ (النحل 37:16) ''(اے نبی!) اگر آپ ان (کفار) کی ہدایت کے لیے کتنی ہی حرص کریں تو بے شک جس کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے، پھر اس کو وہ ہدایت نہیں دیا کرتا اور ایسے (گمراہ) لوگوں کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوتا۔''

## تفسیر آیات: 35,34

**کفار کے عذاب اور ابرار کے ثواب کا بیان:** اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر کفار کے عقاب اور ابرار کے ثواب کا ذکر فرمایا ہے۔ مشرکوں کے حال اور ان کے کفر و شرک کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''ان کو دنیا کی زندگی

[1] تفسیر الطبری: 210/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں بھی عذاب ہے۔'' یعنی مومنوں کے ہاتھوں یہ قتل ہوں گے اور قیدی بنائے جائیں گے، ﴿ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ﴾ ''اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے۔'' یعنی دنیا کی زندگی کی اس ذلت ورسوائی کے ساتھ ساتھ آخرت میں ان کے لیے جو عذاب تیار کیا گیا ہے وہ بہت ہی سخت ہے جیسا کہ رسول اللہ نے لعان کرنے والے ایک جوڑے سے فرمایا تھا: [أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ] ''آخرت کے عذاب کے مقابلے میں دنیا کا عذاب بہت ہلکا ہے۔''[1]

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بالکل سچا ہے کیونکہ دنیا کا عذاب تو ختم ہو جاتا ہے جبکہ آخرت کا عذاب دائمی اور ابدی ہے اور یہ عذاب ایسی آگ کی صورت میں ہوگا جو دنیا کی آگ کی بہ نسبت ستر گنا ہے۔[2] پھر وہاں کی پکڑ کی سختی وشدت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۝ ﴾ (الفجر 26,25:89) ''تو اس دن نہ کوئی اللہ کے عذاب کی طرح کا (کسی کو) عذاب دے گا۔ اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:11-15) ''اور ہم نے قیامت کے جھٹلانے والوں کے لیے دوزخ تیار کر رکھا ہے۔ جس وقت وہ ان (مجرموں) کو دور سے دیکھے گا تو غضب ناک ہو رہا ہوگا اور وہ اس کے جوش (غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے۔ اور جب یہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں میں جکڑ کر ڈالے جائیں گے تو وہ وہاں ہلاکت کو پکاریں گے۔ (کہا جائے گا:) تم آج ایک ہی ہلاکت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔ کہہ دیجیے کہ یہ (عذاب) بہتر ہے یا بہشت جاودانی جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ ان (کے عملوں) کا بدلہ اور رہنے کا ٹھکانا ہوگا۔''

اسی لیے یہاں بھی جہنم کے ذکر کے ساتھ ہی جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ ﴾ ''جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے، اس کی صفت یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔'' یعنی اس کے اطراف وجوانب میں نہریں بہ رہی ہیں اور اہل جنت ان میں سے جس طرح چاہیں گے اور جو چاہیں گے تصرف کر سکیں گے، یعنی اہل جنت انھیں جیسے چاہیں گے اور جدھر کو چاہیں گے نکال کر لے جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ

[1] صحيح مسلم، اللعان، باب، حديث:1493 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ [2] نبی کریم ﷺ نے فرمایا: [نَارُكُمْ هٰذِهِ ۔ الَّتِي يُوقِدُ ابْنُ آدَمَ ۔ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِّنْ حَرِّ جَهَنَّمَ...... فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهَا مِثْلُ حَرِّهَا] ''تمھاری یہ آگ جسے انسان جلاتے ہیں جہنم کی گرمی کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہے، بلاشبہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر (69) حصے بڑھ کر ہے، تمام کی حرارت اس کے مثل ہے۔'' صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب جهنم أعاذنا الله منها، حديث:2843 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ...... ﴾ الآية (محمد 15:47) ''جنت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں (ایسے) پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور ایسی دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ (کبھی) نہیں بدلے گا اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہے اور شہد مصفا کی نہریں ہیں (جو حلاوت ہی حلاوت ہے) اور (وہاں) ان کے لیے ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہوگی۔''

اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ اُكُلُهَا دَآىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ ﴾ ''اس کے پھل اور اس کے سائے دائمی ہیں۔'' یعنی اس میں پھل اور کھانے پینے کی ایسی چیزیں ہوں گی جو کبھی ختم نہ ہوں گی۔ صحیح بخاری و مسلم میں نماز کسوف کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم نے دیکھا کہ آپ نے یہاں کھڑے ہوتے ہوئے کسی چیز کو پکڑنا چاہا مگر پھر ہم نے دیکھا کہ آپ نے گویا ارادہ بدل دیا۔ آپ نے فرمایا: [إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ۔ أَوْ أُرِيتُ الْجَنَّةَ۔ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا، وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا] ''میں نے جنت کو دیکھا۔ یا آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے جنت دکھائی گئی۔ تو میں نے انگور کے خوشے کو پکڑا اور اگر میں اسے لے لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس خوشے سے انگور کھاتے رہتے۔''[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: [يَأْكُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ، وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ، وَلَا يَبُولُونَ، وَلٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذَاكَ جُشَاءٌ (كَرِيحِ الْمِسْكِ)، يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّقْدِيسَ، كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ] ''اہل جنت، جنت میں کھائیں گے، پئیں گے مگر نہ انھیں پاخانے کی حاجت ہوگی اور نہ ناک سے رینٹ نکالیں گے اور نہ انھیں پیشاب کی حاجت ہوگی، ان کا کھانا ایک ایسا ڈکار ہوگا (جس سے ہضم ہوجائے گا اور) جس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی اور ان کو تسبیح و تقدیس کا الہام اسی طرح جاری و ساری ہوگا جس طرح (کسی تکلف یا انقطاع کے بغیر) سانس کی آمد و شد کا سلسلہ جاری و ساری ہوتا ہے۔''[2]

امام احمد و نسائی نے ثُمامہ بن عُقبہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے زید بن ارقم سے سنا کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی: اے ابوقاسم! آپ کا خیال ہے کہ اہل جنت کھائیں پئیں گے۔ آپ نے فرمایا: [إِي وَالَّذِي نَفْسِي

[1] صحيح البخاري، النكاح، باب كفران العشير وهو الزوج......، حديث:5197 و صحيح مسلم، الكسوف، باب ما عرض على النبي ﷺ في صلاة الكسوف من أمر الجنة والنار، حديث: 907۔ [2] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها...... ، باب في صفات الجنة وأهلها......، حديث:(19)-2835، البتہ قوسین والے الفاظ صحیح مسلم میں اس طرح ہیں: [كرشح المسك] ''خوشبو کے پھیلنے کی طرح۔'' اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے بیان کردہ الفاظ مسند أبي داود الطيالسي، وماروى سفيان:328/3، حديث:1885 میں اس طرح ہیں: [جشاء ريح كريح المسك] ''ڈکار کی ایسی خوشبو ہوگی جیسے کستوری کی خوشبو'' اور اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں [التقديس] ہے جو ہمیں نہیں ملا، البتہ صحیح مسلم وغیرہ میں اس کے بجائے [التحميد] ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ

اور جنھیں ہم نے کتاب دی وہ اس (قرآن) سے خوش ہوتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا، اور کچھ گروہ ہیں جو اس کے بعض (احکام) کا انکار

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿36﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ

کرتے ہیں۔ کہہ دیجیے: مجھے تو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شرک نہ کروں۔ اسی کی طرف میں دعوت دیتا

حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ

ہوں اور اسی کی طرف میری واپسی ہے ﴿36﴾ اور اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو عربی (زبان) میں حکم (بنا کر) نازل کیا اور اگر واقعی آپ اس کے بعد

5 ع 6 11 مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿37﴾ ع

بھی ان کی خواہشات کے پیچھے چلے کہ آپ کے پاس علم آچکا تو آپ کے لیے اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا ﴿37﴾

بِيَدِهٖ! إِنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ لَيُعْطٰى قُوَّةَ مِائَةِ رَجُلٍ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ وَالشَّهْوَةِ ] ”ہاں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت کے ایک آدمی کو کھانے، پینے، جماع اور شہوت کے اعتبار سے ایک سو آدمیوں کی طاقت دی جائے گی“ اس نے کہا: جو کھاتا پیتا ہے اسے حاجت بھی پیش آتی ہے، حالانکہ جنت میں کوئی تکلیف دہ بات نہ ہوگی؟ آپ نے فرمایا: [تَكُوْنُ حَاجَةُ أَحَدِهِمْ رَشْحًا يَّفِيضُ مِنْ جُلُودِهِمْ كَرِيحِ الْمِسْكِ فَيَضْمُرُ بَطْنُهٗ] ”ان کی حاجت ایک پسینے سے پوری ہو جائے گی جو ان کی جلدوں سے بہے گا اور اس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی، چنانچہ اس سے پیٹ ہلکا ہو جائے گا۔“①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝ ﴾ (الواقعة 56:32,33) ”اور وافر پھلوں میں جو نہ کبھی ختم ہوں اور نہ ان سے کوئی روکے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝ ﴾ (الدھر 76:14) ”ان سے (پھل دار شاخیں اور) ان کے سائے قریب ہوں گے اور پھلوں کے گچھے ان کے تابع فرمان بنا دیے جائیں گے۔“ اسی طرح ان کے سائے بھی نہ ختم ہوں گے اور نہ سکڑیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝ ﴾ (النسآء 4:57) ”اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے ان کو ہم جلد ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، وہاں ان کے لیے پاک بیویاں ہیں اور ان کو ہم گھنے سایوں میں داخل کریں گے۔“ بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کے حالات کو یکجا بیان فرمایا ہے تاکہ جنت کی ترغیب دلائی جائے اور جہنم سے ڈرایا جائے، اسی طرح یہاں بھی جنت کے تذکرے کے بعد فرمایا: ﴿ تِلْكَ عُقْبَى

① السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، قوله تعالٰی: ﴿ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ ﴾: 6/454، حدیث: 11478 واللفظ له. ومسند أحمد: 4/367 لیکن [يفيض من جلودهم] کے الفاظ صحیح ابن حبان، مناقب الصحابة، ذكر الإخبار عما يكون متعقب طعام......: 16/443,444، حدیث: 7424 اور اس کے بعد والے الفاظ آخر تک المعجم الکبیر للطبرانی: 5/178، حدیث: 5008 کے مطابق ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝35﴾ ''یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی ہیں اور کافروں کا انجام دوزخ ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝﴾ (الحشر 20:59) ''اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت ہی تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔''

## تفسیر آیات: 37,36

**سچے اہل کتاب قرآن مجید سے خوش ہوتے ہیں:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ﴾ ''اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی۔'' اور وہ اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، ﴿يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ ''وہ اس (کتاب) سے جو آپ پر نازل ہوئی ہے خوش ہوتے ہیں۔'' یعنی قرآن مجید سے کیونکہ ان کی کتابوں میں آپ ﷺ کی صداقت اور آپ کے بارے میں بشارت کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝﴾ (البقرۃ2:121) ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو (ایسا) پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے، یہی لوگ اس پر ایمان رکھنے والے ہیں اور جو اس کو نہیں مانتے وہی خسارہ پانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ۙ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝﴾ (بنیٓ إسرآء يل 17:107,108) ''کہہ دیجیے کہ تم اس پر ایمان لاؤ، یا نہ لاؤ، بلاشبہ جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب) دیا گیا ہے جب ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے، بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ہماری کتابوں میں محمد ﷺ کے بھیجنے کے بارے میں جو وعدہ فرمایا تھا وہ حق سچ ہے اور یقیناً پورا ہو کر رہنے والا ہے، پس پاک ہے وہ ذات کس قدر سچا ہے اس کا وعدہ، سب تعریفیں صرف اس کی ذات گرامی کو زیبا ہیں، پھر انھی اہل کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝﴾ (بنیٓ إسرآء يل 17:109) ''اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (اور) روتے جاتے ہیں اور یہ (قرآن) ان کے خشوع کو زیادہ کرتا ہے۔''

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ﴾ ''اور بعض گروہ اس کی بعض باتیں نہیں بھی مانتے۔'' یعنی بعض گروہ ایسے بھی ہیں جو قرآن کی بعض باتوں کی تکذیب کرتے ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں: ﴿وَمِنَ الْاَحْزَابِ﴾ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔[1] اور ﴿مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ﴾ بعض باتوں سے مراد اس حق میں سے بعض باتیں ہیں جو آپ ﷺ کے پاس آیا ہے۔ قتادہ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔[2] اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝﴾ (آل عمرٰن 3:199) ''اور بلاشبہ بعض

[1] تفسیر الطبری: 13/214. [2] تفسیر الرازی: 19/60 و تفسیر الطبری: 13/214,215.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول بھیجے، اور ہم نے انھیں بیوی بچوں والے بنایا۔ اور کسی رسول کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ کوئی نشانی (معجزہ)

يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿38﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ

لائے مگر اللہ کے اذن سے۔ ہر مقررہ وقت کے لیے ایک کتاب (لکھا ہوا وقت) ہے ﴿38﴾ اللہ جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور (جسے چاہے) ثابت رکھتا ہے،

وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿39﴾

اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے ﴿39﴾

اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور اس (کتاب) پر جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر جو ان پر نازل ہوئی، ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی کرتے ہیں اور وہ اللہ کی آیتوں کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت نہیں لیتے، یہی لوگ ہیں جن کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں (تیار) ہے اور یقیناً اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔''

ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ﴾ ''کہہ دیجیے کہ مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ میں اللہ ہی کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ بناؤں۔'' یعنی میری بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ میں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہی کی دعوت دوں جیسا کہ مجھ سے پہلے کے انبیاء بھی اسی مقصد کی خاطر مبعوث کیے گئے تھے۔ ﴿اِلَيْهِ اَدْعُوْا﴾ ''میں اسی کی طرف بلاتا ہوں۔'' یعنی اس کے رستے کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہوں، ﴿وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿36﴾﴾ ''اور اس کی طرف (مجھے) لوٹنا ہے۔'' یعنی میرے لوٹنے کی جگہ اور میرے پناہ ملنے کی جگہ بھی اسی کی طرف ہے۔

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو محکم عربی زبان میں (بنا کر) نازل کیا ہے۔'' یعنی جیسا کہ ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور ان پر آسمان سے کتابیں نازل کیں اسی طرح ہم نے آپ پر یہ قرآنِ محکم نازل کیا ہے جو عربی زبان میں ہے، اس کے ساتھ ہم نے آپ کو شرف بخشا اور اس واضح، روشن اور جلی کتاب کے ساتھ ہم نے آپ کو دیگر پیغمبروں پر فضیلت عطا فرمائی ہے جس کی شان یہ ہے: ﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝﴾ (حٰمٓ السجدة 42:41) ''اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے، یہ بڑی حکمت والی اور قابل تعریف ہستی کی اتاری ہوئی ہے۔''

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿37﴾﴾ ''اور اگر آپ علم (و دانش) آنے کے بعد ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے چلیں گے تو اللہ کے سامنے نہ آپ کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ بچانے والا۔'' یہ اہل علم کے لیے وعید ہے کہ وہ اس سنت نبویہ اور حجت محمدیہ کے اختیار کرنے کے بعد جسے اللہ کے پیغمبر محمد ﷺ لے کر تشریف لائے، اہل ضلالت کے رستے کی پیروی نہ کریں۔

### تفسیر آیات: 39,38

**تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر تھے:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) جس طرح ہم نے آپ کو رسول اور بشر بنا کر بھیجا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے اسی طرح آپ سے پہلے کے تمام پیغمبر بھی بشر ہی تھے، وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، اپنی بیویوں سے تعلقات قائم رکھتے تھے اور ان کے ہاں اولاد ہوتی تھی، یعنی ان کی بیویاں اور بچے بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اشرف الرسل اور خاتم الانبیاء ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ یہ اعلان فرما دیں: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ (الكهف 110:18) ”کہہ دیجیے کہ میں تمھاری طرح کا ایک بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے۔“ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [......لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، (وَآكُلُ اللَّحْمَ) وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي] ”......لیکن میں تو روزے بھی رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، قیام بھی کرتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور (گوشت بھی کھاتا ہوں) اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (یہ ہے میری سنت) لہٰذا جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔“[1]

**اللہ کے حکم کے بغیر کوئی رسول نشانی نہیں لا سکتا:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ”اور کسی پیغمبر کے اختیار کی بات نہ تھی کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی (معجزہ) لائے۔“ یعنی اپنی قوم کے سامنے وہ کوئی بھی معجزہ پیش نہیں کر سکتے۔ ہاں، جب اللہ تعالیٰ کا اذن ہو جائے، یعنی نبی کو از خود اپنی طرف سے کسی معجزے کو دکھا دینے کا اختیار نہیں بلکہ یہ سارا معاملہ اس اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے سپرد ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا اور جو ارادہ فرماتا ہے اسے عملی جامہ پہنا دیتا ہے۔ ﴿لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝٣٨﴾ ”ہر وعدے کے لیے لکھا ہوا (وقت) ہے۔“ یعنی ہر مدت مقررہ کے بارے میں کتاب میں لکھا ہوا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے۔ ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝﴾ (الحج 70:22) ”کیا آپ نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بلاشبہ اللہ اس کو جانتا ہے یہ (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔ بے شک یہ سب اللہ پر آسان ہے۔“

**کتاب میں مٹانے اور باقی رکھنے کے معنی:** ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ”اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔“ یعنی اس کی مدت میں سے ﴿وَيُثْبِتُ ښ﴾ ”اور (جس کو چاہتا ہے) قائم رکھتا ہے۔“ یعنی قرآن کے نزول کی بدولت (سابقہ کتابوں کی) مدتوں کو منسوخ کر دیا گیا (اور قرآن مجید کو اس نے ثابت رکھا) جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

امام مجاہد فرماتے ہیں: ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ښ﴾ ”اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) قائم رکھتا ہے۔“ کیونکہ موت و حیات اور شقاوت و سعادت کے بارے میں اس کے فیصلے ناقابل تغیر و تبدل ہیں۔[2] منصور

---

[1] صحيح البخاري، النكاح، باب الترغيب في النكاح، حديث: 5063 وصحيح مسلم، النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه ووجد مؤنة......، حديث: 1401. البتہ قوسین والے الفاظ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے نہیں ملے۔ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے متعلق سوال کرنے والے تین صحابہ میں سے ایک کی خواہش ”کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا“ کے مقابلے میں یہ الفاظ آپ ﷺ کی طرف منسوب ہو گئے ہوں کیونکہ اُس واقعے کا اسلوب بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی ایک ایک خواہش کا اسی انداز سے رد فرمایا تھا۔ واللہ أعلم. [2] تفسير الطبري: 217/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مجاہد سے پوچھا کہ اگر ہم میں سے کوئی اس طرح دعا کرے کہ اے اللہ! اگر میرا نام سعادت مندوں میں ہے تو اسے قائم رکھنا اور اگر بدبختوں میں ہے تو ان کی فہرست سے اسے مٹا دینا اور اس کے بجائے سعادت مندوں میں کر دینا تو انھوں نے فرمایا: بہت اچھی دعا ہے، پھر میں ان سے ایک سال یا اس سے بھی زیادہ عرصے کے بعد ملا اور ان سے پھر یہی پوچھا تو انھوں نے سورۂ دخان کی دو آیتیں: ﴿ حٰمٓ ۚ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ○ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ ﴾ (الدخان 44:1-4) ’’حٰمٓ۔ واضح کتاب کی قسم ہے، بلاشبہ ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں نازل کیا، بے شک ہم ہی ڈرانے والے ہیں۔ اس (رات) میں ہر حکمت والے معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔‘‘ پڑھیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر میں ایک سال کے رزق اور مصیبت وغیرہ کے فیصلے فرما دیتا ہے، پھر ان میں سے جسے چاہتا ہے مقدم کر دیتا اور جسے چاہتا ہے مؤخر کر دیتا ہے لیکن سعادت اور شقاوت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو فیصلے فرما رکھے ہیں وہ ثابت اور قائم ہیں، ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاتی۔ ①

اعمش نے ابووائل شقیق بن سلمہ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! اگر تو نے ہمیں بدبخت لکھ دیا ہے تو اسے مٹا کر ہمیں سعادت مندوں میں لکھ دے اور اگر تو نے ہمیں سعادت مندوں میں لکھا ہے تو اسے قائم رکھنا کیونکہ تو جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور تیرے پاس ہی اصل کتاب ہے۔ ②

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ③

بہرحال ان اقوال کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تقدیر میں سے جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ اس قول کی تائید میں وہ حدیث بھی پیش کی جا سکتی ہے جسے امام احمد نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ، وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ] ’’بندہ اس گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے جس کا وہ ارتکاب کرتا ہے اور تقدیر کو دعا ہی ٹال سکتی ہے اور عمر میں صرف نیکی ہی اضافہ کر سکتی ہے۔‘‘ ④ اور صحیح حدیث میں ہے کہ صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔ ⑤ اور ایک دوسری حدیث میں ہے: [إِنَّ الدُّعَاءَ وَالْقَضَاءَ لَيَعْتَلِجَانِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ] ’’بے شک دعا اور قضا کا آسمان و زمین کے درمیان جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔‘‘ ⑥

① تفسیر الطبری:13/218. ② تفسیر الطبری:13/219. ③ تفسیر الطبری:13/219,220. ④ مسند أحمد: 5/277 و سنن ابن ماجه، المقدمة، باب في القدر، حديث: 90 و السنن الكبرى للنسائي، الرقاق:10/380، حديث: 11775 مختصراً. طبع مؤسسة الرسالة، والله تعالى أعلم. اس حدیث کا ابتدائی حصہ [...... بالذنب يصيبه] تک ضعیف ہے۔ دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد):37/68. ⑤ ماخوذ از صحيح البخاري، الأدب، باب من بسط له في الرزق لصلة الرحم، حديث:5985 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ و صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب صلة الرحم وتحريم ......، حديث:(21)-2557 مختصراً عن أنس رضی اللہ عنہ. ⑥ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ہمیں نہیں ملی، البتہ المستدرك للحاكم، الدعاء والتكبير:1/492، حديث:1813 میں الفاظ اس طرح ہیں: [إِنَّ الْبَلَاءَ لَيَنْزِلُ فَيَتَلَقَّاهُ الدُّعَاءُ فَيَعْتَلِجَانِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] عن عائشة رضی اللہ عنہا لیکن یہ ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا

اور (اے نبی!) اگر ہم واقعی آپ کو اس (عذاب) کا کچھ حصہ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا آپ کو وفات دے دیں، آپ کے ذمے تو صرف

الْحِسَابُ ﴿40﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ

پہنچا دینا ہی ہے، اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے ﴿40﴾ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ ہم (کفر کی) زمین کو اس حال میں آتے ہیں، کہ اسے اس کے

لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿41﴾

اطراف سے گھٹاتے جاتے ہیں (اسلام پھیل رہا ہے) اور اللہ حکم کرتا ہے، کوئی اس کے حکم کو رد کرنے والا نہیں، اور وہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿41﴾

عطیہ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿39﴾﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو سارا زمانہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا رہتا ہے مگر پھر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام کرتا ہے حتی کہ گمراہی پر ہی اس کی موت واقع ہوتی ہے تو یہ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے اور جسے قائم رکھتا ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہتا ہے لیکن اس کی تقدیر میں خیر و بھلائی لکھی ہوتی ہے، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا کام کرتے ہوئے فوت ہوتا ہے تو یہ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ قائم رکھتا ہے۔[1] سعید بن جبیر سے مروی ہے: ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔'' بندوں کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے انھیں معاف نہیں کرتا۔[2] جیسا کہ یہ آیت ہے: ﴿فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (البقرة 284:2) ''پھر وہ جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

## تفسیر آیات: 41،40

**رسول کا فرض پہنچا دینا ہے:** اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا: ﴿وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ﴾ ''اور اگر ہم آپ کو دکھا دیں۔'' اے محمد (ﷺ!) دنیا میں ذلت و رسوائی کی صورت میں وہ بعض عذاب جس کا آپ کے دشمنوں سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ ﴿اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ﴾ ''یا آپ کو وفات دے دیں۔'' یعنی اس سے پہلے ہی ﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ﴾ ''تو آپ کا کام صرف (ہمارے احکام کا) پہنچا دینا ہے۔'' یعنی ہم نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے تاکہ آپ اللہ کے پیغام کو پہنچا دیں اور آپ نے اسے پہنچا دیا ہے جو آپ کو حکم دیا گیا تھا ﴿وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿40﴾﴾ ''اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔'' یعنی ان کا حساب اور ان کا بدلہ ہمارے ذمے ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ ۟ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝﴾ (الغاشية 88:21-26) ''چنانچہ آپ نصیحت کیجیے! آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ ان پر داروغہ نہیں۔ ہاں، جو پھرا اور نہ مانا تو اللہ اس کو بڑا عذاب دے گا۔ بے شک

[1] تفسیر الطبری: 220/13. [2] تفسیر البغوی: 27/3 و تفسیر القرطبی: 331/9.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ

اور بے شک وہ لوگ بری تدبیریں کر چکے جو ان سے پہلے تھے، بس اللہ ہی کے لیے ساری تدبیریں ہیں۔ وہی جانتا ہے جو کچھ ہر نفس کماتا ہے، اور

وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿42﴾

جلد ہی کفار جان لیں گے کہ آخرت کا (اچھا) گھر کس کے لیے ہے ﴿42﴾

ان کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے، پھر ان سے حساب لینا ہمارے ہی ذمے ہے۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ ﴾ ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں (اسلام پھیل رہا ہے۔)'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک زمین کے بعد دوسری زمین پر فتح عطا کر رہے ہیں۔[1] حسن بصری اور ضحاک فرماتے ہیں کہ اس سے مسلمانوں کا مشرکوں پر غلبہ مراد ہے۔[2] جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى ﴾ الآية (الأحقاف 27:46) ''اور البتہ تحقیق تمھارے ارد گرد کی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا......''

## تفسیر آیت:42

**کفار کی چال اور مومنوں کی کامیابی:** ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''جو لوگ ان سے پہلے تھے بے شک وہ بہت تدبیریں کر چکے ہیں۔'' اپنے رسولوں کے خلاف اور انھوں نے انھیں اپنے ملکوں سے نکال دینے کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف چال چلی اور انجام کار پرہیز گاروں کو کامیابی و کامرانی سے نوازا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ ﴾ (الأنفال 30:8) ''اور (اے نبی! اس وقت کو یاد کریں) جب کافر لوگ آپ کے بارے میں چال چل رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا جان سے مار دیں یا (مکہ سے) نکال دیں تو (ادھر تو) وہ تدبیر کر رہے تھے اور (ادھر) اللہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ﴾ (النمل 27:50،51) ''اور انھوں نے ایک تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک تدبیر کی اور ان کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ تو پھر آپ دیکھیں! ان کی چال کا انجام کیسا ہوا؟ بلاشبہ ہم نے ان (نوسرغنوں) کو اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر ڈالا۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ ﴾ ''ہر متنفس جو کچھ کر رہا ہے وہ اسے جانتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمام بھیدوں اور چھپی ہوئی تمام باتوں کو جانتا ہے اور ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔ [وَسَيَعْلَمُ الْكَافِرُ] اور ایک دوسری قراءت (جو رائج ہے اس میں) اس طرح ہے: ﴿ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿42﴾ ﴾ ''اور کافر جلد معلوم کریں گے کہ عاقبت کا گھر کس کے لیے ہے!'' یعنی عاقبت کس کی بہتر اور انجام کار کس کا اچھا ہے، ان کا یا انبیائے کرام کے پیروکاروں کا! ان

[1] تفسير الطبري:226/13. [2] تفسير الطبري:226/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ

اور کافر کہتے ہیں: تم رسول نہیں ہو۔ آپ کہہ دیجیے: میرے اور تمھارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے، اور وہ شخص (بھی) جس کے پاس

6 ع 6 12 عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿43﴾

کتاب کا علم ہے ﴿43﴾

کا انجام ہرگز اچھا نہیں ہوگا بلکہ دنیا وآخرت میں اچھا انجام تو انبیائے کرام علیہم السلام کے پیروکاروں ہی کا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

**تفسیر آیت: 43**

**اللہ تعالیٰ اور جن کے پاس کتاب کا علم ہے، رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر گواہ کافی ہیں:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کفار آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ﴿لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ﴾ ”آپ (اللہ کے) رسول نہیں ہیں۔“ یعنی آپ کو اللہ نے رسول بنا کر نہیں بھیجا۔ ﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ﴾ ”آپ کہہ دیجیے کہ میرے اور تمھارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے۔“ مجھے اللہ ہی کافی ہے، وہ میرے اور تمھارے بارے میں گواہ ہے، وہ گواہ ہے کہ میں نے اس کے پیغام کو پہنچا دیا ہے اور اے تکذیب کرنے والو! وہ تمھارے کذب وافترا اور بہتان پر بھی گواہ ہے۔ اور فرمان الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿43﴾﴾ ”اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے (وہ بھی گواہ ہے۔)“ کہا گیا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہ امام مجاہد کا قول ہے۔[1] لیکن یہ ایک غریب قول ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور عبداللہ بن سلام نبی اکرم ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری کی ابتدا ہی میں مسلمان ہوئے تھے، لہٰذا بظاہر وہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے جو عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت یہود ونصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[2] قتادہ کہتے ہیں کہ انھیں میں سے عبداللہ بن سلام، سلمان فارسی اور تمیم داری رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔[3]

اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ ﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ﴾ اسم جنس ہے جو ان علمائے اہل کتاب کو شامل ہے جو انبیائے کرام کی بشارتوں کی روشنی میں سابقہ آسمانی کتابوں میں حضرت محمد ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ پاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿156﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ؗ الآية﴾ (الأعراف 7:156,157) ”جو میری رحمت ہے، وہ ہر چیز کو شامل ہے، چنانچہ جلد ہی میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیز گاری کرتے اور زکاۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، وہ جو (محمد) رسول (اللہ) کی جو نبی امی ہیں پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں......“

اور فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿197﴾ؕ﴾ (الشعرآء 26:197) ”کیا ان کے لیے ایک نشانی

[1] تفسیر الطبری: 230/13. [2] تفسیر الطبری: 230/13. [3] تفسیر الطبری: 231/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کافی نہیں ہے کہ علمائے بنی اسرائیل اس (قرآن یا صاحب قرآن) کو جانتے ہیں!''اور اس مفہوم کی دیگر آیات کریمہ جن میں علمائے بنی اسرائیل کے بارے میں یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ اپنی آسمانی کتابوں کی روشنی میں یہ جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے نبی ہیں۔

سورۂ رعد کی تفسیر مکمل ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# تفسیر سورۂ ابراھیم

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَیۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ۙ۬ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰی

الٓرٰ، (اے نبی!) (یہ) عظیم الشان کتاب ہم نے اسے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ظلمتوں سے نور کی طرف نکال لائیں،

صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۙ ① اللّٰهِ الَّذِیۡ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَوَیۡلٌ

ان کے رب کے اذن سے غالب (اور) لائق تعریف کے راستے کی طرف ① (یعنی) اللہ کی طرف جس کا وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں

لِّلۡكٰفِرِیۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِیۡدِ ۙ ② الَّذِیۡنَ یَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا عَلَى الۡاٰخِرَةِ

میں اور زمین میں ہے، اور کافروں کے لیے شدید عذاب سے تباہی ہے ② جو آخرت پر دنیاوی زندگی کو محبوب رکھتے ہیں، اور اللہ کے

وَیَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَیَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ ③

راستے سے روکتے ہیں، اور اس میں ٹیڑھا پن ڈھونڈتے ہیں، وہی دور کی گمراہی میں ہیں ③

### تفسیر آیات :1-3

کئی سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات کے بارے میں بحث ہو چکی ہے۔

**قرآن مجید کی تعریف:** ﴿ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَیۡكَ ﴾ ”(یہ) ایک (پرنور) کتاب ہے اس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے۔“ یعنی اے محمد (ﷺ!) اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے۔ کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے جو سب سے اشرف کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اپنے اس سب سے اشرف رسول پر نازل فرمایا ہے جنھیں روئے زمین کے عربوں، عجمیوں اور تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے۔ ﴿ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ۙ۬ ﴾ ”اس لیے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں۔“ یعنی اے محمد (ﷺ!) اس کتاب کے ساتھ ہم نے آپ کو اس لیے مبعوث کیا ہے تاکہ لوگوں کو ضلالت و گمراہی سے نکال کر ہدایت اور رشد و بھلائی کی طرف لے جائیں جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ۬ وَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اَوۡلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوۡتُ ۙ یُخۡرِجُوۡنَهُمۡ مِّنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



النُّوۡرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ...... ﴾ الآیة (البقرة2:257) ''جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا دوست اللہ ہے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں وہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں......۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِیۡ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبۡدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخۡرِجَکُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ...... ﴾ الآیة (الحدید 57:9) ''وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ وہ تمھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے......۔''

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ﴾ ''ان کے پروردگار کے حکم سے۔'' یعنی اپنے اس رسول کے ہاتھوں، جنھیں اس نے اپنے حکم سے مبعوث فرمایا ہے، اسے ہدایت عطا فرمادے گا جس کے مقدر میں اس نے ہدایت لکھ رکھی ہے۔ ﴿ اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ ﴾ ''غالب کے رستے کی طرف۔'' یعنی وہ ذات گرامی اس قدر غالب ہے کہ نہ تو کوئی اس کے حکم کو ٹال سکتا ہے اور نہ کوئی اسے مغلوب کرسکتا ہے بلکہ وہ اپنے علاوہ ساری کائنات اور تمام مخلوقات پر غالب ہے۔ ﴿ الۡحَمِیۡدِ ۙ﴿۱﴾ ﴾ ''(وہ) قابلِ تعریف ہے۔'' یعنی وہ اپنے تمام افعال واقوال، احکام شریعت اور اوامر ونواہی میں قابلِ ستائش اور اپنی خبروں میں سچا ہے اور فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ ﴾ ''وہ اللہ کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔'' بعض ائمہ قراءت نے یہاں جملہ مستأنفہ ہونے کی وجہ سے لفظ ﴿ اللّٰهِ ﴾ کو مرفوع پڑھا ہے اور بعض نے صفات جلالت ﴿ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۙ﴿۱﴾ ﴾ کی اتباع میں اسے مکسور پڑھا ہے جیسا کہ آیت کریمہ: ﴿ قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعَۨا الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ ...... ﴾ الآیة (الأعراف 7:158) ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے پاس آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے......۔'' میں ﴿ الَّذِیۡ ﴾ کو مرفوع اور مکسور دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَوَیۡلٌ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِیۡدِۣ ۙ﴿۲﴾ ﴾ ''اور کافروں کے لیے بڑے سخت عذاب (کی وجہ) سے تباہی ہے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) اگر یہ لوگ آپ کی مخالفت اور تکذیب کریں گے تو روز قیامت ان کے لیے خرابی ہوگی، پھر ان لوگوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ الَّذِیۡنَ یَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا عَلَی الۡاٰخِرَۃِ ﴾ ''جو آخرت کی نسبت دنیا کو پسند کرتے ہیں۔'' یعنی اسے مقدم قرار دیتے اور دنیا ہی کو ترجیح دیتے ہوئے سارے کام اسی کے لیے کرتے ہیں، یہ لوگ آخرت کو فراموش کر کے اسے پس پشت ڈال رہے ہیں۔ ﴿ وَیَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ﴾ ''اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکتے ہیں۔'' اللہ کے رستے سے مراد رسولوں کی اتباع کا رستہ ہے۔ ﴿ وَیَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ؕ ﴾ ''اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔'' یعنی یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا رستہ ٹیڑھا اور کجی والا ہو جبکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا رستہ صاف ستھرا اور بالکل سیدھا ہے، اس کی مخالفت کرنے والا اور اسے چھوڑنے والا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جو لوگ اس میں کجی چاہتے ہیں وہ جہالت وضلالت کی وجہ سے حق سے بہت دور ہیں، لہٰذا اس حال میں ان کی اصلاح کی کوئی امید بھی نہیں کی جاسکتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنۡ يَّشَآءُ

اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان بولنے والا بھیجا، تاکہ ان کے لیے کھول کر بیان کرے۔ پھر اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے

وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ④

ہدایت دیتا ہے۔اور وہ زبردست، خوب حکمت والا ہے④

**تفسیر آیت:4**

**ہر پیغمبر اپنی قوم کی زبان بولتا تھا:** یہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر خاص لطف وکرم ہے کہ اس نے انھی میں سے ایسے پیغمبر بھیجے جو انھی کی زبان بولتے تھے تاکہ یہ اپنے نبیوں کی بات کو سمجھ لیں۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ﴾ ’’پھر اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔‘‘ یعنی حقیقت حال بیان کرنے اور حجت تمام کرنے کے بعد جسے چاہتا ہے راہ ہدایت سے دور کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے حق کے راستے کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ ﴿وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ﴾ ’’اور وہ غالب ہے‘‘ کہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہو سکتا۔ ﴿الۡحَكِيۡمُ ④﴾ ’’خوب حکمت والا ہے۔‘‘ وہ اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے جو گمراہی کا مستحق ہوتا ہے اسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اور جو ہدایت کا اہل ہوتا ہے، اسے ہدایت سے نوازتا ہے۔ اپنی مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت رہی ہے کہ اس نے ہر امت کے نبی کو اسی زبان (بولی) کے ساتھ بھیجا جو ان کی امت کی زبان تھی۔

**عالمگیر پیغمبر ﷺ:** پہلے ہر نبی کو صرف ان کی اپنی قوم ہی کی طرف بھیجا جاتا تھا لیکن حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عالمگیر نبوت ورسالت سے سرفراز فرما کر تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُعۡطِيتُ خَمۡسًا لَّمۡ يُعۡطَهُنَّ أَحَدٌ (مِّنَ الۡأَنۡبِيَاءِ) قَبۡلِي: نُصِرۡتُ بِالرُّعۡبِ مَسِيرَةَ شَهۡرٍ، وَّجُعِلَتۡ لِيَ الۡأَرۡضُ مَسۡجِدًا وَّطَهُورًا...... وَأُحِلَّتۡ لِيَ الۡغَنَائِمُ وَلَمۡ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبۡلِي، وَأُعۡطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبۡعَثُ إِلٰى قَوۡمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثۡتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً] ’’مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی تھیں: (1) ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ (2) اور میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور پاک قرار دے دیا گیا ہے۔...... (3) اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال قرار دیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے انھیں کسی دوسرے کے لیے حلال قرار نہیں دیا گیا تھا۔ (4) اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔ (5) اور پہلے ہر ہر نبی کو صرف اپنی قوم کی طرف ہی مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔‘‘[1] ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعًا﴾ ...... الآية (الأعراف 158:7) ’’(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی

---

[1] صحيح البخاري، التيمم، باب، حديث: 335 اور قوسین والا جملہ بھی صحيح البخاري، الصلاة، باب قول النبي ﷺ: [جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا]، حديث: 438 میں ہے۔ و صحيح مسلم، كتاب وباب المساجد ومواضع الصلاة، حديث: 521.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ

اور بلاشک وشبہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو ظلمتوں سے نور کی طرف نکال اور انھیں اللہ کے ایام (احسان) یاد دلا۔

اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑤

بے شک ان میں البتہ ہر صابر (اور) شاکر کے لیے نشانیاں ہیں ⑤

طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں۔‘‘

**تفسیر آیت:5**

**حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) جس طرح ہم نے آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز کیا اور کتاب نازل کی تا کہ آپ تمام لوگوں کو ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکل کر روشنی کی طرف آنے کی دعوت دیں، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو بھی ہم نے اپنی نشانیوں کے ساتھ بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان سے موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی مشہور نو نشانیاں مراد ہیں۔[1] ہم نے یہ کہتے ہوئے انھیں حکم دیا: ﴿ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ ﴾ ’’اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ۔‘‘ یعنی اپنی قوم کو خیر کی دعوت دو تا کہ وہ جہالت وضلالت کی تاریکی سے نکل کر ہدایت کی روشنی اور ایمان کی بصیرت کی طرف آئیں۔ ﴿ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ’’اور ان کو اللہ کے (یادگار) دن یاد دلایئے۔‘‘ یعنی انھیں اللہ تعالیٰ کے یہ احسانات اور انعامات یاد دلائیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں فرعون کی قید، قہر اور ظلم وستم سے نکال کر اس دشمن سے نجات بخشی، ان کے لیے دریا میں رستے بنا دیے، بادلوں کو سائے کے لیے بھیج دیا، ان پر من وسلویٰ نازل فرمایا اور اپنی دیگر بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ اس سلسلے میں امام مجاہد، قتادہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا یہی قول ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑤ ﴾ ’’اور اس میں صابر وشاکر لوگوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔‘‘ یعنی یہ جو ہم نے بنی اسرائیل کے ساتھ حسن سلوک کیا کہ انھیں فرعون کے ظلم سے نجات دی اور اس رسوا کن عذاب سے بچایا جس میں فرعون نے انھیں مبتلا کر رکھا تھا، اس میں ہر اس انسان کے لیے عبرت ہے جو مشکلات میں صبر سے کام لے اور امن وخوشحالی میں شکر ادا کرے جیسا کہ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے: ’’بہترین انسان وہ ہے جو کسی آزمائش میں مبتلا ہو تو صبر کرے اور جب اسے کوئی نعمت میسر ہو تو اپنے رب تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔‘‘[3]

صحیح حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [عَجَبًا لِّأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، ...... إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ] ’’مومن کا سارا معاملہ بڑا تعجب انگیز ہے یقیناً اس کا سارا معاملہ اس کے لیے بھلائی ہی ہے...... اگر اسے کوئی مسرت حاصل ہو تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ (بھی) اس کے حق میں بہتر ہے۔‘‘[4]

① تفسیر الطبری:238/13. ② تفسیر الطبری:241,240/13. ③ تفسیر الطبری:241/13. ④ صحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب: المؤمن أمره كله خير، حديث:2999 عن صهيب رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو جب اس نے تمھیں آل فرعون سے نجات دی، وہ تمھیں سخت

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ

عذاب دیتے تھے اور تمھارے بیٹے ذبح کرتے اور تمھاری بیٹیاں زندہ چھوڑتے تھے، اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۧ ⑥ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ ع 1/6/13

عظیم آزمائش تھی ⑥ اور جب تمھارے رب نے آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو یقیناً میں تمھیں مزید دوں گا اور اگر تم کفر کرو

عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ⑦ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ

گے تو بلاشبہ میرا عذاب بہت شدید ہے ⑦ اور موسیٰ نے کہا: اگر تم کفر کرو گے اور وہ سب لوگ بھی جو زمین میں ہیں تو بے شک اللہ

اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑧

بے پروا اور لائق تعریف ہے ⑧

## تفسیر آیات: 6-8

**انعامات واحسانات کی یاددہانی:** اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے یہ انعامات واحسانات یاد دلائے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں آلِ فرعون سے نجات بخشی جس نے انھیں بدترین اور توہین آمیز عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا اور وہ یہ تھا کہ وہ ان کے بیٹوں کو تو ذبح کر دیتے مگر ان کی بیٹیوں کو اپنی خدمت و چاکری کے لیے زندہ رہنے دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اس عذاب سے نجات عطا فرما دی اور بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر ایک احسان عظیم تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ⑥ ﴾ ''اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے عظیم آزمائش تھی۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی تم پر ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ تم اس کا شکر ادا کر ہی نہیں سکتے۔ اس جملے کا دوسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ قوم فرعون تمھارے ساتھ جو سلوک کرتی تھی، یہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہاں دونوں مفہوم ہی مراد ہوں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 168:7) ''اور ہم آسائشوں اور تکلیفوں (دونوں) سے ان کی آزمائش کرتے رہے تاکہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔''

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ ﴾ ''اور جب تمھارے پروردگار نے (تم کو) آگاہ کیا۔'' یعنی تم سے کیے ہوئے وعدے سے تم کو مطلع کر دیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں کہ جب تمھارے پروردگار نے اپنے عزت وجلال اور کبریائی کی قسم کھائی جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ...... ﴾ الآية (الأعراف 167:7) ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب آپ کے پروردگار نے (یہود کو) آگاہ کر دیا تھا کہ وہ ان پر قیامت تک (ایسے شخص کو) مسلط رکھے گا......''

**نعمتوں پر شکر اضافے کا اور ناشکری عذاب کا باعث ہے:** ارشاد الٰہی ہے: ﴿ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ﴾ ''کہ اگر تم شکر کرو گے تو یقیناً میں تمھیں زیادہ دوں گا۔'' یعنی اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو میں تمھیں اور نعمتوں سے سرفراز کروں گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿وَلَئِن كَفَرْتُمْ﴾ ''اور اگر ناشکری کرو گے۔''یعنی میری نعمتوں کی ناشکری کرو گے، انھیں چھپاؤ گے اور ان کا انکار کرو گے، ﴿إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ⑦﴾ ''بلاشبہ (یاد رکھو کہ) میرا عذاب بہت سخت ہے'' کہ میں تمھیں ان نعمتوں سے محروم کردوں گا اور ان کی ناشکری پر عذاب دوں گا۔ حدیث میں ہے: [إِنَّ الْعَبْدَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ] ''انسان گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے رزق سے محروم کردیا جاتا ہے۔''[1]

**اللہ تعالیٰ بہت بے نیاز ہے:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالَ مُوسَىٰ إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ⑧﴾ ''اور موسیٰ نے (صاف صاف) کہہ دیا کہ اگر تم اور جتنے لوگ زمین میں ہیں، سب کے سب ناشکری کرو تو یقیناً اللہ بھی بے نیاز (اور) بہت تعریف کیا ہوا ہے۔'' یعنی وہ اس بات سے بے نیاز ہے کہ بندے اس کا شکر ادا کریں اور ناشکری کرنے والوں کی ناشکری کے باوجود اس کی ذات ستودہ صفات قابل ستائش اور بے حد قابل تعریف ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ﴾ ...... الآیة (الزمر 7:39) ''اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً اللہ تم سے بے پروا ہے......۔'' اور فرمایا: ﴿فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوا وَّاسْتَغْنَى اللَّهُ ۚ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ○﴾ (التغابن 6:64) ''تو انھوں نے (حق کو) نہ مانا اور پھر گئے اور اللہ نے بھی بے پروائی کی اور اللہ بے پروا (اور) بہت تعریف کیا ہوا ہے۔''

صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[......يَاعِبَادِي! لَوْأَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ، كَانُوا عَلٰى أَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَّا زَادَ ذٰلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا، يَّاعِبَادِي ! لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ، كَانُوا عَلٰى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ، مَّا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِي شَيْئًا، يَّاعِبَادِي! لَوْأَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ، قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَّاحِدٍ فَسَأَلُونِي، فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَّسْأَلَتَهُ، مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ......]

''(اللہ ذوالجلال کا ارشاد گرامی ہے کہ)......اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے اور پچھلے اور تمھارے انسان اور جن تم میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے اور پچھلے اور تمھارے (تمام) انسان اور جن تم میں سب سے زیادہ بدکار انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے اور پچھلے اور تمھارے (تمام) انسان اور جن ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے مانگیں اور میں ہر انسان کے سوال کے مطابق اسے دے دوں تو اس سے میری بادشاہت میں اتنی کمی نہیں آتی جتنی دریا میں سوئی ڈبونے سے اس کے پانی میں کمی آتی ہے۔''[2] فَسُبْحَانَهُ وَتَعَالَى الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ.

---

[1] مسند أحمد: 282/5 عن ثوبان رضی اللہ عنہ لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھیے ضعیف الجامع الصغیر للألبانی، حدیث: 3006.

[2] صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحریم الظلم، حدیث: 2577.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۛ وَالَّذِيْنَ

کیا تمھیں ان کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے، (یعنی) قوم نوح اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے؟ جنھیں

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا

صرف اللہ جانتا ہے۔ ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لائے تو انھوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں لوٹائے

اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا

اور بولے: بے شک ہم اسے نہیں مانتے جو تمھارے ہاتھ بھیجا گیا ہے اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس میں

تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ⑨

ہمیں اضطراب میں ڈالنے والا شک ہے ⑨

الثلثة

### تفسیر آیت: 9

**امتوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی:** یہ اللہ تعالیٰ کی اس امت کے لیے ایک نئی خبر ہے، اللہ تعالیٰ نے قوم نوح، عاد، ثمود اور دیگر امتوں کے واقعات بیان کیے ہیں جنھوں نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی اور جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا ﴿ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آئے۔'' نشانیوں سے مراد واضح اور قطعی نوعیت کے دلائل و براہین ہیں۔ ابن اسحاق نے عمرو بن میمون سے اور انھوں نے عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ ﴾ ''جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔'' کے پیش نظر فرمایا کہ نسب بیان کرنے والے جھوٹ بولتے ہیں۔[1] عروہ بن زبیر کا بھی قول ہے کہ ہم نے کوئی ایسا شخص نہیں پایا جو مَعَد بن عدنان کے بعد والے نسب نامے کو جانتا ہو۔[2]

**﴿ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ ﴾ کی تفسیر:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ ﴾ ''تو انھوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں پر رکھ دیے۔'' اس کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں کہ جب انبیائے کرام نے انھیں اللہ کے دین کی دعوت دی تو انھوں نے ان کے مونہوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھیں خاموش ہو جانے کے لیے کہا۔ اور دوسرے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ انبیائے کرام کی تکذیب کرتے ہوئے اپنے ہاتھ انھوں نے اپنے مونہوں پر رکھ لیے۔ اور تیسرے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کے جواب سے سکوت اختیار کرنے سے عبارت ہے۔ اور چوتھے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ وہ غصے سے اپنے ہاتھوں کو کاٹنے لگے۔ مجاہد، محمد بن کعب اور قتادہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے انبیائے کرام کی تکذیب کی اور اپنے مونہوں سے ان کی بات کی تردید کر دی۔[3] میں کہتا ہوں کہ اس تفسیر کی تائید ان اگلے الفاظ سے بھی ہوتی ہے: ﴿ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ⑨ ﴾ ''اور کہنے لگے: بے شک ہم

---

① تفسیر الطبری:245/13. ② تفسیر ابن أبی حاتم:2236/7. ③ تفسیر الطبری:247/13 و تفسیر ابن أبی حاتم:
.2237/7

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ

ان کے رسولوں نے کہا: کیا (تمھیں) اس اللہ کی بابت شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے؟ وہ تمھیں بلاتا ہے کہ تمھارے

ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ

گناہ معاف کر دے اور تمھیں ایک مقرر وقت تک مہلت دے۔ وہ کہنے لگے: تم ہمارے جیسے بشر ہی تو ہو، تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان (معبودوں)

تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑩ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ

سے روک دو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے، لہٰذا ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل (معجزہ) لے آؤ⑩ ان کے رسولوں نے ان سے کہا:

نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ

واقعی ہم تمھارے جیسے بشر ہی ہیں اور لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس پر احسان کرتا ہے۔ اور ہمیں یہ اختیار نہیں کہ اللہ کے حکم

نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ

کے بغیر ہم تمھارے پاس کوئی نشانی (یا دلیل) لاسکیں، اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے⑪ اور ہمارے پاس کیا عذر ہے کہ ہم اللہ پر توکل

عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

نہ کریں، جبکہ وہ ہمیں ہماری راہیں دکھا چکا ہے؟ اور ہم ان ایذاؤں پر ضرور صبر کریں گے جو تم ہمیں دیتے ہو۔ اور پس توکل کرنے والوں

الْمُتَوَكِّلُوْنَ ⑫ ع

کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے⑫

اسے نہیں مانتے جو تمھارے ہاتھ بھیجا گیا ہے اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم ایسے شک میں ہیں جو اضطراب میں ڈالنے والا ہے۔'' عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ جب انھوں نے کلام الٰہی کو سنا تو اس سے تعجب کیا اور اپنے ہاتھوں کو اپنے مونہوں پر رکھ لیا۔[1] ﴿ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ...... ﴾ الآیۃ ''اور کہنے لگے کہ بے شک جو تمھیں دے کر بھیجا گیا ہے، اسے ہم تسلیم نہیں کرتے......'' جو چیز تم ہمارے پاس لائے ہو ہم اس کی تصدیق نہیں کرتے بلکہ اس کے صحیح ہونے کے بارے میں ہمیں بڑا پختہ شک ہے۔

## تفسیر آیات:10-12

**انبیائے کرام علیہم السلام اور کفار کے مابین جھگڑا:** اللہ تعالیٰ اس جھگڑے کے بارے میں بیان فرما رہا ہے جو کفار اور ان کے رسولوں کے مابین ہوا تھا۔ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام نے جب اپنی امتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں تو وہ اس کے بارے میں شک میں مبتلا ہو گئے تو انبیائے کرام نے ان کے شک کو دور کرنے کے لیے فرمایا: ﴿ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ ﴾ ''کیا (تمھیں) اللہ (کے بارے) میں شک ہے؟'' یعنی کیا تمھیں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی ذات گرامی کے لیے وجوب عبادت میں شک ہے جبکہ وہ تمام موجودات کا خالق ہے اور وہ وحدہ لاشریک ہی مستحق عبادت ہے۔

---

① تفسیر الطبری:247/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ط فَاَوْحٰٓى

اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا: ہم تمھیں اپنی زمین سے ضرور نکال دیں گے یا تم ضرور بالضرور ہمارے دین میں لوٹ آؤ گے، چنانچہ ان کے

اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ⑬ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ط ذٰلِكَ لِمَنْ

رب نے ان کی طرف وحی کی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے ⑬ اور ان کے بعد ہم ضرور تمھیں (اس) سرزمین میں آباد کریں گے، یہ (انعام)

خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ⑭ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ⑮ مِّنْ وَّرَآئِهٖ

اس کے لیے ہے کہ جو میرے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور میری وعید سے ڈرا ⑭ اور انھوں نے فتح مانگی اور ہر سرکش، عناد رکھنے والا ناکام ہوا ⑮ اس

جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ⑯ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ

کے آگے جہنم ہے اور (وہاں) اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا ⑯ جسے وہ گھونٹ گھونٹ پیے گا مگر حلق سے نہ اتار سکے گا، اور ہر جگہ سے اس کو موت آئے

كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ط وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ⑰

آئے گی، جبکہ وہ مرے گا نہیں۔ اور اس کے آگے نہایت سخت عذاب ہوگا ⑰

اکثر امتیں اس بات کا اقرار تو کرتی تھیں کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایسے وسیلوں اور واسطوں کے بھی قائل تھے جن کے بارے میں ان کا گمان یہ تھا کہ یہ انھیں نفع پہنچا سکتے اور تقرب الٰہی کے مقام پر فائز کر سکتے ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے ان لوگوں سے فرمایا: ﴿ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ ﴾ ''وہ تمھیں اس لیے بلاتا ہے کہ تم سے تمھارے گناہ معاف کر دے۔'' یعنی آخرت میں۔ ﴿ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط ﴾ ''اور ایک مدت مقررہ تک تمھیں مہلت دے۔'' یعنی اس دنیا میں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ط ...... ﴾ الآية (ہود 3:11) ''اور یہ کہ تم اپنے پروردگار سے بخشش مانگو، پھر اسی کی طرف توبہ کرو، وہ تمھیں وقت مقررہ تک بہت اچھا فائدہ دے گا اور ہر صاحب فضل کو اس کی بزرگی دے گا......۔''

**کافروں نے بشریت کی وجہ سے انبیاء کی رسالت کا انکار کیا:** امتوں نے گویا انبیائے کرام علیہم السلام کی پہلی (مذکورہ) بات (جو الوہیت کے متعلق تھی) کو تو تسلیم کر لیا لیکن مقام رسالت کے بارے میں جھگڑا کرتے ہوئے کہا۔ اور انھوں نے جو کہا اس کا خلاصہ یہ ہے: ﴿ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ط ﴾ ''تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو۔'' یعنی ہم محض تمھاری بات سن کر تمھاری کس طرح پیروی کریں جبکہ ہم نے تمھارا کوئی معجزہ نہیں دیکھا ﴿ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑩ ﴾ ''تو تم ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل (معجزہ) لاؤ'' جو خرق عادت ہو اور ہم اس کے متعلق تمھیں کوئی تجویز دیں۔ ﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴾ ''ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ ہاں، ہم تمھارے ہی جیسے آدمی ہیں۔'' یہ بات صحیح ہے کہ بشریت کے اعتبار سے ہم تمھارے جیسے بشر ہی ہیں۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط ﴾ ''اور لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس پر (نبوت کا) احسان کرتا ہے۔'' یعنی جسے چاہتا ہے نبوت و رسالت سے سرفراز فرما دیتا ہے۔ ﴿ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط ﴾ ''اور ہمیں اختیار نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر تمھارے پاس (تمھاری فرمائش کے مطابق)

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



معجزہ لائیں۔‘‘یعنی ہم معجزہ صرف اسی صورت میں دکھا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں سوال کریں اور وہ ہمیں اس کی اجازت عطا فرما دے۔ ﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ ’’اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسا رکھنا چاہیے۔‘‘ یعنی اپنے تمام امور و معاملات میں، پھر پیغمبروں نے فرمایا: ﴿ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ ﴾ ’’اور ہم کیونکر اللہ پر بھروسا نہ رکھیں؟‘‘ یعنی اس پر بھروسا رکھنے میں ہمیں کیا امر مانع ہے جبکہ اس نے ہمیں سب سے سیدھے، واضح اور روشن رستے کی ہدایت فرمائی۔ ﴿ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ﴾ ’’اور جو تکلیفیں تم ہم کو دیتے ہو اس پر ہم ضرور صبر کریں گے۔‘‘ خواہ ان کا تعلق بری باتوں سے ہو یا گھٹیا کرتوتوں سے ﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ ’’اور اللہ ہی پر بھروسا کرنے والوں کو بھروسا کرنا چاہیے۔‘‘

## تفسیر آیات: 13-17

**امتوں کی اپنے رسولوں کو دھمکی اور اللہ تعالیٰ کی رسولوں کو خوشخبری:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کافر امتوں نے اپنے رسولوں کو دھمکی دی کہ وہ انھیں اپنے اپنے علاقے سے نکال کر جلاوطن کر دیں گے جیسا کہ قوم شعیب نے شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں سے کہا تھا: ﴿ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ ...... ﴾ الآية (الأعراف 88:7) ’’شعیب (یا تو) ہم تجھے اور جو لوگ تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو اپنی بستی سے ضرور نکال دیں گے......‘‘ اور اسی طرح قوم لوط نے کہا تھا: ﴿ اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ...... ﴾ الآية (النمل 56:27) ’’آل لوط کو تم اپنی بستی سے نکال دو......‘‘ مشرکین قریش کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ الآية (بنیٓ إسرآءیل 76:17) ’’اور بلاشبہ قریب تھا کہ وہ لوگ آپ کو اس زمین (مکہ) سے اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو یہاں سے نکال دیں اور اس وقت آپ کے پیچھے نہ ٹھہرتے مگر تھوڑی ہی دیر۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾ (الأنفال 30:8) ’’اور (اے نبی! اس وقت کو یاد کریں) جب کافر لوگ آپ کے بارے میں تدبیر کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا (مکہ سے) آپ کو نکال دیں، اور (ادھر) وہ تدبیر کر رہے تھے اور (ادھر) اللہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔‘‘ لیکن کافروں کی ان تمام چالوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ اس نے اپنے رسول کو فتح و نصرت سے سرفراز فرما کر غالب کر دیا اور مکہ سے نکلنے کے سبب انصار و مددگار اور ایسے مجاہدین عطا فرما دیے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد کیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائی حتی کہ وہ مکہ بھی فتح ہو گیا جس (کے مکینوں) نے آپ کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ پر قبضہ عطا فرما دیا اور ان تمام دشمنوں کی ناک خاک میں ملا دی، خواہ ان کا تعلق مکہ سے تھا یا مکہ سے باہر کے علاقوں سے حتی کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے اور بہت ہی تھوڑے عرصے میں اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کا دین مشرق و مغرب کے تمام ادیان پر غالب آ گیا۔

اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ بَعْدِهِمْ ﴾ ''تو ان کے پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کریں گے اور ان کے بعد ہم ضرور تمھیں اسی زمین میں آباد کریں گے۔'' جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:171-173) ''اور درحقیقت ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے صادر ہو چکا ہے کہ یقیناً انھی کی مدد کی جائے گی اور بلاشبہ ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ ﴾ (المجادلة 58:21) ''اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے، بے شک اللہ زور آور (اور) بڑا زبردست ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ ﴾ الآية (الأنبيآء 21:105) ''اور یقیناً ہم نے نصیحت (آموز کتاب، یعنی تورات) کے بعد زبور میں لکھ دیا کہ بے شک میرے نیکوکار بندے زمین کے وارث ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ڐ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 7:128) ''موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو، بے شک زمین تو اللہ ہی کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور اچھا انجام تو ڈرنے والوں ہی کے لیے ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 7:137) ''اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے ان کو اس زمین کے مشرق و مغرب کا، جس میں ہم نے برکت رکھی تھی، وارث کر دیا اور بنی اسرائیل کے بارے میں ان کے صبر کی وجہ سے آپ کے پروردگار کا اچھا وعدہ پورا ہوا اور فرعون اور قوم فرعون جو (کارخانے) بناتے اور (جو محلات) وہ بلند کرتے تھے (سب کو) ہم نے تباہ کر دیا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ⑭ ﴾ ''یہ (وعدہ) اس شخص کے لیے ہے جو (قیامت کے روز) میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور میری وعید سے ڈرا۔'' یعنی میری یہ وعید اس شخص کے لیے ہے جو روز قیامت میرے آگے کھڑا ہونے سے، میری وعید، میرے خوف اور میرے عذاب سے ڈرے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ ﴾ (النّٰزعٰت 79:37-39) ''پھر جس نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی تو بے شک اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ ﴾ (الرحمٰن 55:46) ''اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو باغ ہیں۔''

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاسْتَفْتَحُوْا ﴾ ''اور انھوں نے فتح چاہی۔'' یعنی پیغمبروں نے اپنی قوم کے خلاف اپنے رب تعالیٰ سے فتح و نصرت طلب کی۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ رحمہم اللہ کا قول ہے[1] جبکہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ نے اس کا

① تفسير الطبری: 13/252,253.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ امتوں نے اپنے ہی خلاف فتح طلب کی جیسا کہ انھوں نے یہ کہا: ﴿ اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ ﴾ (الأنفال 32:8) ''اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا تکلیف دینے والا عذاب بھیج۔''[1] اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ دونوں معنی ہی مراد ہوں جیسا کہ بدر کے دن کفار نے اپنے خلاف مدد مانگی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت طلب کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ...... ﴾ الآية (الأنفال 19:8) ''(کافرو!) اگر تم فیصلہ مانگتے تھے تو تمھارے پاس فیصلہ آ گیا اور اگر تم باز آ جاؤ تو تمھارے حق میں بہتر ہے......'' وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ ﴾ ''اور ہر سرکش، ضدی نامراد رہ گیا۔'' یعنی جو بنفسہٖ سرکش ہے اور حق قبول کرنے میں ضدی اور معاند ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۝ ﴾ (قٓ 50:24-26) ''(حکم ہوگا) تم دونوں ہر سرکش ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو۔ جو بھلائی سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا (اور دین میں) شک کرنے والا تھا۔ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا لیا تھا تو تم دونوں اس کو سخت عذاب میں ڈال دو۔'' حدیث میں ہے: [يَخْرُجُ عُنُقٌ مِّنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ......، يَقُولُ: إِنِّي وُكِّلْتُ بِثَلَاثَةٍ: بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ،......] ''قیامت کے دن آگ سے ایک گردن نکلے گی......، کہے گی کہ مجھے تین طرح کے لوگوں پر مسلط کیا گیا ہے: ہر سرکش اور ناشکرے پر......۔''[2] یعنی جب حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنے غالب و مقتدر رب تعالیٰ کی بارگاہِ مقدس میں الحاح و زاری کرنے کی وجہ سے کامیاب و کامران ہوں گے تو یہ سرکش اور ضدی لوگ ناکام و نامراد ہو جائیں گے۔

**''وراء'' بمعنی آگے:** ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ ﴾ ''اس کے آگے دوزخ ہے۔'' وَرَاءَ کا لفظ یہاں أَمَام ''آگے'' کے معنی میں ہے جیسا کہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ میں ہے: ﴿ وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۝ ﴾ (الكهف 79:18) ''اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی زبردستی چھین لیتا تھا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسے پڑھا ہی اس طرح کرتے تھے: [وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَّلِكٌ] ''ان کے آگے ایک بادشاہ تھا۔''[3] یعنی جابر اور سرکش کے آگے جہنم ہوگا جو اس کے لیے گھات لگائے ہوگا اور روزِ قیامت اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس میں داخل کر دیا جائے گا اور قیامت کے دن تک اسے صبح شام جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

[1] تفسير الطبري: 254/13. [2] جامع الترمذي، صفة جهنم، باب ما جاء صفة النار، حديث: 2574 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. اور حدیث میں بیان کیے گئے تین طرح کے لوگوں میں سے باقی دو قسم کے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو پکارتے ہیں اور جو تصویریں بناتے ہیں۔ [3] تفسير ابن أبي حاتم: 2379/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ وَ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴾ ''اور (وہاں) اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔'' یعنی جہنم میں ان کے پینے کو سوائے گرم کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کے اور کچھ نہ ہوگا جن میں سے ایک بے انتہا سخت گرم اور دوسرا بے حد سرد اور بدبودار ہوگا جیسا کہ فرمایا: ﴿ هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ۝ ﴾ (صٓ 58,57:38) ''یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے تو وہ اس کو چکھیں۔ اور اسی طرح کے دوسرے بہت سے (عذاب) ہیں۔'' مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ صَدِيْدٍ ﴾ کے معنی پیپ اور خون کے ہیں۔ ① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ ﴾ (محمد 15:47) ''اور وہ سخت کھولتا ہوا پانی پلائے جائیں گے تو وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ....... ﴾ الآية (الكهف 29:18) ''اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کے مانند ہوگا، وہ (ان کے) چہرے بھون ڈالے گا......'' امام ابن جریر نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ②

فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَّتَجَرَّعُهٗ ﴾ ''وہ اسے گھونٹ گھونٹ پیے گا۔'' وہ اس کے گلے میں پھنسے گا اور اسے ناپسند سمجھے گا مگر مجبوراً اسے پیے گا۔ وہ اسے منہ پر بھی نہیں رکھنا چاہے گا مگر فرشتہ لوہے کے ہتھوڑے سے اسے مار مار کر پینے پر مجبور کر دے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ ﴾ (الحج 21:22) ''اور ان (کے مارنے) کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔'' ﴿ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ ﴾ ''اور گلے سے نہیں اتار سکے گا۔'' اس کے ذائقے، رنگ، بدبو اور شدید حرارت کی وجہ سے یا ناقابل برداشت سرد ہونے کی وجہ سے اسے گلے سے نہیں اتار سکے گا۔ ﴿ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ﴾ ''اور ہر جگہ سے اسے موت آئے گی۔'' اس کا سارا بدن اور اس کے تمام اعضاء بے پناہ تکلیف میں ہوں گے۔ عمرو بن میمون بن مہران کہتے ہیں کہ اس کی ہر ہر ہڈی، پٹھا اور رگ درد و الم میں مبتلا ہوگی۔ ③

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کے بارے میں یہ روایت کیا ہے کہ وہ مختلف انواع و اقسام کے عذاب جن سے اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت جہنم کی آگ میں سزا دے گا اگر اس نے مرنا ہوتا تو مرنے کے لیے ان میں سے ہر ایک عذاب کافی ہوگا لیکن اب وہ یہاں مرے گا نہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا ﴾ (فاطر 36:35) ''ان کے متعلق یہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں۔'' ④

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ ان مختلف انواع و اقسام کے عذابوں میں سے ہر عذاب اس قدر شدید ہوگا کہ اگر کسی پر وارد ہو تو وہ مر جائے لیکن جہنمی نہیں مریں گے تاکہ ہمیشہ جہنم کی سزاؤں اور عذابوں میں مبتلا رہیں، اسی وجہ سے فرمایا ہے: ﴿ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ﴾ ''اور ہر جگہ سے اُسے موت آ رہی ہوگی لیکن وہ مرنے والا نہیں (ہوگا۔)''

① تفسیر الطبری:255/13 و تفسیر ابن أبی حاتم:2239/7. ② تفسیر الطبری:300/15. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2239/7. ④ تفسیر ابن أبی حاتم:2239/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴾ ''اور اس کے آگے نہایت سخت عذاب ہوگا۔'' یعنی اس حال کے بعد وہ ایک اور سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ ﴿ غَلِيْظٌ ﴾ کے معنی بڑا دردناک، مشکل، شدید اور پہلے سے بھی زیادہ سخت کے ہیں۔ یہ عذاب بڑا ہی سخت اور بڑا ہی تلخ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زقوم کے درخت کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ۝ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 37:64-68) ''بے شک وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہ میں اگتا ہے۔ اس کا خوشا گویا وہ شیطانوں کے سر ہیں، سو وہ (دوزخی) اسی میں سے کھائیں گے، پھر اس سے (اپنے) پیٹ بھریں گے۔ پھر اس (کھانے) کے ساتھ یقیناً ان کے لیے کھولتے پانی کا آمیزہ ہوگا، پھر بلاشبہ ان کو دوزخ کی طرف لوٹنا ہوگا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ کبھی وہ تھوہر کا درخت کھائیں گے، کبھی گرم کھولتا ہوا پانی پئیں گے اور کبھی جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے۔ عِيَاذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ.

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝ ﴾ (الرحمٰن 55:43,44) ''یہی وہ جہنم ہے جسے گناہ گار لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ دوزخ اور سخت کھولتے پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ۝ ﴾ (الدخان 44:43-50) ''بلاشبہ تھوہر کا درخت، گناہ گار کا کھانا ہے، جیسے پگھلا ہوا تانبا، پیٹوں میں اس طرح کھولے گا جس طرح پانی کھولتا ہے۔ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو اور گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ، پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو، (مزہ) چکھ! بے شک تو بڑا عزت والا سردار بنا پھرتا تھا۔ بلاشبہ یہی وہ (عذاب) ہے جس میں تم لوگ شک کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝ ﴾ (الواقعة 56:41-44) ''اور بائیں ہاتھ والے، کیا (حقیر) ہیں بائیں ہاتھ والے! وہ سخت گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔ اور سیاہ ترین دھوئیں کے سائے میں۔ (جو) نہ ٹھنڈا (ہوگا) اور نہ فرحت بخش۔'' اور فرمایا: ﴿ هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ۝ ﴾ (صٓ 38:55-58) ''یہ (نعمتیں تو فرماں برداروں کے لیے) اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے بہت برا ٹھکانا ہے۔ (یعنی) دوزخ جس میں وہ داخل ہوں گے، چنانچہ وہ بری آرام گاہ ہے۔ یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ (ہے) اب وہ اس (کے مزے) کو چکھیں، اور اسی طرح کے دوسرے بہت سے (عذاب ہوں گے۔)''

اسی طرح کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہنمیوں کو قسم قسم کا عذاب ہوگا اور انھیں بار بار

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ

جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے (نیک) اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے جس پر آندھی کے دن زور کی ہوا چلی۔ جو کچھ انھوں نے کمایا

لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑱

وہ اس پر کوئی قدرت نہیں رکھیں گے۔ یہی پرلے درجے کی گمراہی ہے ⑱

اس قدر مختلف انواع واقسام کا عذاب دیا جائے گا جنھیں اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کرسکتا اور یہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ہوگا۔ ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۝﴾ (حٰمٓ السجدۃ 46:41) ”اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔“

## تفسیر آیت:18

**کافروں کے اعمال کی مثال:** یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے اعمال کے لیے بیان کی ہے جنھوں نے غیر اللہ کی عبادت کی، اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کی اور اعمال کو غلط بنیاد پر استوار کیا جس کی وجہ سے ان کے یہ اعمال اس وقت رائیگاں ہو جائیں گے جب انھیں ان کی شدید ضرورت ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ﴾ ”جن لوگوں نے اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کیا ان کے اعمال کی مثال۔“ یعنی قیامت کے دن ان کے اعمال کی مثال جب وہ اللہ تعالیٰ سے ان کا ثواب طلب کریں گے، اس لیے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ کسی چیز پر تھے مگر وہ اعمال کا کوئی صلہ نہ پائیں گے اور انھیں کچھ حاصل نہ ہوگا جیسا کہ اس راکھ سے حاصل نہیں ہوتا جس پر آندھی کے دن زور کی ہوا چلے اور وہ اسے اڑا لے جائے۔ ﴿فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ﴾ ”آندھی والے دن۔“ یعنی جس طرح بہت شدید اور زبردست آندھی چلے، لہٰذا یہ اپنے ان اعمال پر ذرہ برابر قادر نہ ہوں گے جو انھوں نے دنیا میں کیے ہوں گے جیسا کہ یہ آندھی میں راکھ کے جمع کرنے پر قادر نہیں ہوسکتے۔

یہ اس طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۝﴾ (الفرقان 23:25) ”اور جو انھوں نے (بظاہر نیک) عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کو اڑتی خاک کر دیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۝﴾ (آل عمرٰن 117:3) ”(کافر) اس دنیا میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کی مثال ایسی آندھی کی سی ہے جس میں سخت سردی ہو، وہ ایسے لوگوں کی کھیتی پر چلے جنھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو اسے تباہ کردے اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۝﴾ (البقرۃ 264:2) ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان جتانے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے ⑲

جَدِيْدٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾

اور اللہ کے لیے یہ (کام) کچھ بھی مشکل نہیں ⑳

بربادنہ کر دو جو لوگوں کو دکھاوے کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس (کے مال) کی مثال چکنے پتھر کی سی ہے جس پر مٹی پڑی ہو، پھر اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے، (اسی طرح) یہ (ریا کار) جو نیکی کرتے ہیں، اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا۔ اور اللہ ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اور یہاں اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾﴾ ''یہی تو دور کی گمراہی ہے۔'' یعنی ان کی جدوجہد اور ان کا عمل کسی اساس پر نہیں ہے اور نہ انھیں کوئی استقامت حاصل ہے جس کی وجہ سے یہ اپنے اعمال کے ثواب سے اس وقت محروم ہوں گے جب انھیں اس کی بہت ضرورت ہوگی اور یہی تو پرلے سرے کی گمراہی ہے۔

## تفسیر آیات: 20,19

**حیات بعد الممات کی دلیل:** اللہ تعالیٰ نے روز قیامت جسموں کے دوبارہ پیدا کرنے کے بارے میں اپنی قدرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے جو انسانوں کے پیدا کرنے کی نسبت زیادہ بڑی بات ہے۔ وہ ذات گرامی جس نے ان بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ، بے حد و حساب، وسیع و عریض اور عظیم الشان آسمانوں کو پیدا فرمایا، پھر اس نے ان میں مختلف حرکات کے حامل ثوابت اور سیاروں اور دیگر بے شمار روشن نشانیوں کو پیدا کیا، پھر اس زمین کو پیدا فرمایا جسے اس نے بچھونے کی طرح ہموار بنایا اور کہیں ناہموار کر دیا اور کہیں اس میں میخوں کی طرح پہاڑ گاڑ دیے اور اس میں میدانوں، صحراؤں، جنگلوں، دریاؤں، سمندروں، درختوں، نباتات اور حیوانات کے مختلف انواع و اقسام، متعدد فوائد اور بے شمار شکلوں اور رنگوں سے (مزین) سلسلے پیدا فرما دیے، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کرے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (الأحقاف 33:46) ''کیا انھوں نے نہیں سمجھا کہ بے شک اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں، وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے، کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۙ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ

اور وہ سب (لوگ) اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو کمزور لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو (دنیا میں) تکبر کرتے تھے: بے شک ہم تو تمھارے تابع

مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ

تھے، پھر کیا تم ہم سے اللہ کا کچھ عذاب دور کر سکتے ہو؟ وہ کہیں گے: اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم ضرور تمھیں بھی ہدایت کرتے۔ اب ہمارے لیے

ع 3/9/15 عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿21﴾

برابر ہے، خواہ ہم روئیں پیٹیں یا صبر کریں، ہمارے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ﴿21﴾

بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ ﴾ (یٰس 36:77-83) ”کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا، پھر یکا یک وہ کھلا جھگڑنے لگا۔ اور ہمارے بارے میں مثال بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا: (جب) ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا۔ کہہ دیجیے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا کہ جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔ (وہی) جس نے تمھارے لیے سرسبز و شاداب درخت سے آگ پیدا کی، پھر تم اس (کی ٹہنیوں کو رگڑ کر ان) سے آگ نکالتے ہو، بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ (ان کو پھر) ویسے ہی پیدا کر دے۔ کیوں نہیں! اور وہ تو بہت بڑا پیدا کرنے والا (اور) علم والا ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ وہ (ذات) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ○ ﴾ (فاطر 35:16,17) ”اگر وہ چاہے تو تم کو نابود کر دے اور نئی مخلوقات لا آباد کرے۔ اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کوئی بڑی یا محال بات نہیں ہے بلکہ اس کے لیے یہ بہت آسان ہے کہ جب تم اس کے حکم کی خلاف ورزی کرو تو وہ تمھیں نابود کر کے تمھاری جگہ ایسے لوگوں کو لے آئے جو تمھارے جیسے نہ ہوں جیسا کہ فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ○ ﴾ (فاطر 35:15-17) ”اے لوگو! تم (سب) اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے پروا لائق حمد (وثنا) ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم کو نابود کر دے اور نئی مخلوقات لا آباد کرے اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ○ ﴾ (محمد 47:38) ”اور اگر تم پھرو گے تو وہ تمھاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ...... ﴾ الآیة (المائدة 5:54) ”اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسی قوم لے آئے گا کہ وہ ان سے محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے......“ اور فرمایا: ﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ○ ﴾ (النسآء 4:133) ”لوگو! اگر وہ چاہے تو تمھیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لے جائے اور دوسرے لوگوں کو لے آئے اور اللہ اس بات پر پوری طرح قادر ہے۔"

**تفسیر آیت :21**

**جہنم میں غلط پیشواؤں اور ان کے پیروکاروں کا جھگڑا:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَبَرَزُوْا ﴾ "اور وہ سامنے (کھڑے) ہوں گے۔" یعنی تمام مخلوق میں نیک بھی اور بد بھی اللہ واحد وقہار کے سامنے کھڑے ہوں گے، یعنی سب کے سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ایسے چٹیل میدان میں کھڑے ہوں گے اور وہاں کوئی ایسی چیز نہیں ہوگی جو کسی کو چھپائے۔ ﴿ فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا ﴾ "تو ضعیف لوگ کہیں گے۔" یعنی پیروکار اپنے قائدین، سرداروں اور وڈیروں سے کہیں گے۔ ﴿ لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا ﴾ "جو لوگ (دنیا میں) تکبر کرتے تھے۔" جنھوں نے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت سے اور رسولوں کی اطاعت سے تکبر کیا، انھیں کہیں گے: ﴿ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا ﴾ "بے شک ہم تو تمھارے پیرو تھے۔" یعنی تم نے ہمیں جو بھی حکم دیا ہم نے اس کی اطاعت کی اور اس کے مطابق عمل کیا۔ ﴿ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ "پھر کیا تم اللہ کا کچھ عذاب ہم سے رفع کر سکتے ہو؟" یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کچھ حصے کو ہم سے دور کر سکتے ہو جیسا کہ تم ہم سے وعدے کیا کرتے اور ہمیں امیدیں دلایا کرتے تھے۔ یہ سن کر ان کے پیشوا جواب دیں گے: ﴿ لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ﴾ "اگر اللہ ہم کو ہدایت دیتا تو ہم ضرور تمھیں ہدایت کرتے۔" لیکن ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان سچا ثابت ہوگیا ہے اور ہمارے اور تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا فیصلہ نافذ ہوگیا ہے اور کافروں کے حق میں عذاب کا حکم ثابت ہو چکا ہے۔ ﴿ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ⑳ ﴾ "(اب) ہم روئیں پیٹیں یا صبر کریں ہمارے حق میں برابر ہے، ہمارے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔" یعنی خواہ ہم صبر کریں یا گھبراہٹ کا اظہار کریں، ہم اس عذاب سے نجات حاصل نہیں کر سکتے۔

میں کہتا ہوں کہ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ پیروکاروں اور پیشواؤں کی یہ گفتگو جہنم میں داخل ہونے کے بعد ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ○ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ○ ﴾ (المؤمن 48,47:40) "اور جب وہ دوزخ میں باہم جھگڑیں گے تو ادنیٰ درجے کے لوگ متکبر لوگوں سے کہیں گے کہ بلا شبہ ہم تو (دنیا میں) تمھارے تابع تھے، پھر کیا تم دوزخ (کے عذاب) کا کچھ حصہ ہم سے دور کر سکتے ہو۔ جن لوگوں نے تکبر کیا تھا وہ کہیں گے: بے شک ہم سب ہی اس دوزخ میں ہیں، یقیناً اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ○ ﴾ (الأعراف 39,38:7) "تو اللہ فرمائے گا کہ جنوں اور انسانوں کی جو جماعتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں، ان کے ساتھ تم بھی داخل

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ

اور جب (جنت یا جہنم کے) معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا: بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا، اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا تو

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا

اس کی میں نے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی زور نہ تھا مگر یہ کہ میں نے تمھیں دعوت دی تو تم نے میری بات مان لی، چنانچہ تم مجھے ملامت نہ کرو اور

اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ

اپنے آپ کو ملامت کرو۔ میں تمھارا فریادرس نہیں اور نہ تم میرے فریادرس ہو۔ بلاشبہ میں تو اس کا انکار کرتا ہوں جو تم اس سے پہلے مجھے (اللہ کا) شریک

اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿22﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

ٹھہراتے تھے۔ بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿22﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے وہ ایسی جنتوں میں داخل کیے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿23﴾

جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ اپنے رب کے اذن سے ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ وہاں ان کی (ملاقات کی) دعا ''سلام'' ہوگی ﴿23﴾

جہنم ہو جاؤ، جب بھی ایک امت (وہاں) جا داخل ہوگی تو وہ اپنے جیسی دوسری امت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب سب اس میں داخل ہو جائیں گے تو دوسری جماعت پہلی کی نسبت کہے گی کہ اے ہمارے پروردگار! ان ہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، لہٰذا تو ان کو آتش جہنم کا دگنا عذاب دے۔ اللہ فرمائے گا کہ (تم) سب کو دگنا (عذاب دیا جائے گا) مگر تم نہیں جانتے۔ اور پہلی جماعت دوسری سے کہے گی کہ تم کو ہم پر کچھ بھی فضیلت نہ ہوئی تو جو (عمل) تم کیا کرتے تھے اس کے بدلے میں عذاب (کے مزے) کو چکھو۔'' اور فرمایا: ﴿ رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ○ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ○ ﴾ (الأحزاب 33:67،68) ''(وہ کہیں گے) اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انھوں نے ہمیں رستے سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی سخت لعنت کر۔''

جہاں تک میدان حشر میں ان کے باہمی جھگڑے کا تعلق ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ○ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (سبا 34:31-33) ''اور کاش! (ان) ظالموں کو آپ اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے۔ جو لوگ (دنیا میں) کمزور سمجھے جاتے تھے وہ متکبر لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے۔ تکبر کرنے والے کمزوروں سے کہیں گے کہ بھلا ہم نے تم کو ہدایت سے جب وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تمھارے پاس آ چکی تھی، روکا تھا۔ (نہیں) بلکہ تم (خود ہی) مجرم تھے۔ اور کمزور لوگ متکبر لوگوں سے کہیں گے (نہیں!) بلکہ (تمھاری) رات دن کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا) جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو پشیمانی کو چھپائیں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے، پس جو عمل وہ کرتے تھے ان کو انھی کا بدلہ ملے گا۔"

## تفسیر آیات: 23,22

**قیامت کے دن ابلیس کا اپنے پیروکاروں سے خطاب:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب وہ اپنے بندوں کے مابین فیصلہ فرما کر مومنوں کو جنت میں اور کافروں کو جہنم میں داخل کر دے گا تو ابلیس ملعون کھڑا ہو کر کافروں سے خطاب کرے گا تاکہ ان کے حزن و ملال، غم وفکر اور حسرت و ندامت میں مزید اضافہ کر دے، وہ کہے گا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ ﴾ "بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانی جو وعدہ کیا تھا، اور وعدہ یہ کیا تھا کہ رسولوں کی اتباع ہی میں نجات اور سلامتی ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ حق اور اس کی بتائی ہوئی یہ خبر سچی تھی اور جو وعدہ میں نے تم سے کیا تھا وہ جھوٹا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ ﴾ (النسآء 120:4) "وہ ان کو وعدے دیتا ہے اور انھیں امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ وہ (شیطان) انھیں وعدے دیتا ہے وہ دھوکا ہی دھوکا ہے۔" پھر ابلیس کہے گا: ﴿ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ﴾ "اور میرا تم پر کوئی زور نہ تھا۔" یعنی میں نے تمھیں جس چیز کی دعوت دی اس کی کوئی دلیل نہیں تھی اور جو تم سے وعدہ کیا اس کی کوئی حجت نہ تھی۔ ﴿ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ ﴾ "مگر یہ کہ میں نے تمھیں بلایا تو تم نے میرا کہنا مان لیا۔" یعنی میں نے تو تمھیں محض دعوت ہی دی تھی جبکہ رسولوں نے جو دعوت پیش کی تو اس کی صداقت کے انھوں نے صحیح صحیح دلائل و براہین بھی پیش کیے مگر تم نے ان کی مخالفت کی، اسی وجہ سے آج تم اپنے اس انجام کو پہنچے ہو۔

﴿ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ ﴾ "چنانچہ تم مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔" یعنی گناہ تمھارا ہی ہے کہ تم نے دلائل و براہین کی مخالفت کی اور میری باطل دعوت کو بغیر کسی دلیل کے قبول کر لیا۔ ﴿ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ ﴾ "(نہیں) میں تمھارا فریادرس نہیں ہوں۔" آج میں تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور نہ اس عذاب سے تمھیں نجات دلا سکتا ہوں۔ ﴿ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ ﴾ "اور نہ تم میرے فریادرس ہو۔" یعنی نہ مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو اور نہ اس عذاب سے مجھے نجات دلا سکتے ہو۔ ﴿ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ ﴾ "بلاشبہ میں تو اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ تم اس سے پہلے مجھے (اللہ کا) شریک بناتے تھے۔" قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: اس وجہ سے جو تم نے پہلے مجھے شریک بنایا۔ ابن جریر نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ میں اللہ کا شریک ہوں۔[1]

---

[1] تفسیر الطبری: 262/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور یہی قول راجح ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○ ﴾ (الأحقاف 6,5:46) ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا اس کو پکارتا ہے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے؟ جبکہ وہ ان کی پکار ہی سے غافل ہیں۔ اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ (جھوٹے معبود) ان کے دشمن ہوں گے اور وہ ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ○ ﴾ (مریم 82:19) ''ہرگز نہیں! عنقریب وہ (معبودان) خود ان کی پرستش سے انکار کردیں گے اور ان کے (دشمن) مخالف ہوجائیں گے۔''

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿22﴾ ﴾ ''بے شک جو ظالم ہیں، ان کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔'' یعنی حق سے اعراض کرنے اور باطل کو اختیار کرنے کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ آیت کے سیاق سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس ملعون یہ خطبہ جہنم میں داخل ہونے کے بعد دے گا جیسا کہ ہم نے (چند سطور قبل) بھی بیان کیا ہے لیکن عامر شعبی کہتے ہیں کہ روز قیامت سب لوگوں کے سامنے دو خطیب خطبے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے فرمائے گا: ﴿ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰـهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ ﴾ (المآئدة 116:5) ''کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو۔'' اس کے جواب میں عیسیٰ ابن مریم عرض کریں گے: ﴿ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ڲ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ ﴾ (المآئدة 116:5-118) ''تو پاک ہے مجھے کب لائق تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں، اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو یقیناً تجھ کو معلوم ہوتا (کیونکہ) جو بات میرے نفس میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے نفس میں ہے اسے میں نہیں جانتا، بے شک تو علام الغیوب ہے۔ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا سوائے اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے وہ یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا (سب کا) پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان (کے حالات) کی خبر رکھتا رہا، جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھالیا تو تو ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے تو (تیری مہربانی ہے) بے شک تو غالب (اور) حکمت والا ہے۔'' اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ...... ﴾ الآية (المآئدة 119:5) ''آج وہ دن ہے کہ راست بازوں کو ان کی سچائی ہی فائدہ دے گی......'' اور دوسرا خطیب ابلیس ملعون ہوگا جو یہ کہے گا: ﴿ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ ﴾ ''اور میرا تم پر کسی طرح کا زور

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا

(اے نبی!) کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ (اسلام) کی کیسی مثال بیان کی کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے، اس کی جڑ

فِي السَّمَآءِ ﴿24﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ

مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں ﴿24﴾ وہ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل لاتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿25﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ

کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿25﴾ اور کلمۂ خبیثہ (کفر وشرک) کی مثال ایک خبیث درخت کی سی ہے کہ اسے زمین پر سے اکھاڑ دیا جاتا ہے،

الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿26﴾

اس کے لیے کوئی قرار نہیں ﴿26﴾

نہیں تھا، ہاں میں نے تم کو (گمراہی اور باطل کی طرف) بلایا تو تم نے (جلدی سے اور بے دلیل) میرا کہنا مان لیا، (آج) مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، نہ میں تمھارا فریاد رس ہوں اور نہ تم میرے فریاد رس ہو۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے جب بدبختوں کے انجام کا ذکر کیا اور ان کی اس ذلت و رسوائی اور عذاب کا ذکر فرمایا جس میں وہ مبتلا ہوں گے، نیز ان کے خطیب ابلیس ملعون کا ذکر کیا تو اس کے بعد سعادت مندوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے عمل نیک کیے وہ بہشتوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔'' اور جس وقت چاہیں اور جہاں چاہیں وہ آئیں جائیں گے۔ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔'' ابدالآباد تک ان میں رہیں گے، وہاں سے وہ اور کہیں منتقل نہیں ہوں گے۔ ﴿بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿23﴾﴾ ''اپنے پروردگار کے حکم سے، وہاں ان کی (ملاقات کی) دعا ''سلام'' ہوگی۔''

جیسا کہ فرمایا: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ......﴾ الآية (الزمر 73:39) ''یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھلے ہوں گے اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو......'' اور فرمایا: ﴿وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ﴾ (الرعد 24,23:13) ''اور فرشتے (بہشت کے) ہر ایک دروازے سے ان کے پاس آئیں گے (اور کہیں گے:) تم پر سلام ہو۔'' اور فرمایا: ﴿وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝﴾ (الفرقان 75:25) ''اور ان کا وہاں دعا و سلام کے ساتھ استقبال ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (یونس 10:10) ''(جب وہ) اس (جنت) میں (ان کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو بے ساختہ) کہیں گے: سبحان اللہ! اور آپس میں ان کی دعا سلام ہوگی اور ان کا آخری قول یہ (ہوگا) کہ اللہ رب العالمین کی تعریف (اور اس کا شکر) ہے۔''

## تفسیر آیات: 26-24

[1] ملخص از تفسیر الطبری: 263,262/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**کلمۂ اسلام اور کلمۂ کفر کی مثال:** علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ارشاد الٰہی: ﴿ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً ﴾ ''مثال کلمۂ طیبہ (اسلام) کی'' سے مراد اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ﴿ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ ﴾ ''جیسے وہ پاکیزہ درخت ہو۔'' اس سے مراد مومن ہے۔ ﴿ اَصْلُهَا ثَابِتٌ ﴾ ''جس کی جڑ مضبوط (زمین کو پکڑے ہوئے) ہو۔'' اس سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے مومن جس کا دل سے اقرار کرتا ہے۔ ﴿ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿24﴾ ﴾ ''اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔'' اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کے عمل کو آسمانوں کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔[1] ضحاک، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد اور دیگر کئی ایک آئمۂ تفسیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] یعنی یہ مومن کے عمل سے عبارت ہے کہ اس کی بات پاکیزہ اور اس کا عمل صالح ہوتا ہے۔ مومن کھجور کے درخت کے مانند ہے کہ صبح شام بلکہ ہر وقت اس کا عمل صالح آسمانوں کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا: [أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ تُشْبِهُ۔ أَوْ۔ كَالرَّجُلِ الْمُسْلِمِ لَا يَتَحَاتُّ وَرَقُهَا...... تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ] ''مجھے یہ بتاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے جو مرد مسلم کی طرح ہے اور اس کے پتے نہیں گرتے ......اور یہ درخت اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنا پھل دیتا رہتا ہے۔'' ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے جی میں یہ بات آئی کہ یہ کھجور کا درخت ہے لیکن میں نے جب یہ دیکھا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بات نہیں کر رہے تو میں نے پسند نہ کیا کہ وہ تو خاموش ہوں اور میں بات کروں۔ جب صحابۂ کرام میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [هِيَ النَّخْلَةُ] ''یہ کھجور کا درخت ہے۔'' جب ہم کھڑے ہوئے تو میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابا جان! اللہ کی قسم! میرے جی میں یہ بات آئی تھی کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ انھوں نے کہا کہ پھر تم نے بات کیوں نہ کی؟ میں نے عرض کی کہ میں نے دیکھا آپ حضرات گفتگو نہیں کر رہے تھے تو میں نے بھی بات کرنے یا کچھ کہنے کو ناپسند کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ اگر تم نے یہ بات کہہ دی ہوتی تو یہ مجھے فلاں فلاں چیزوں سے بھی زیادہ محبوب ہوتی۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ بھی ہے: ﴿ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ ﴾ سے مراد جنت کا درخت ہے۔[4] ارشاد الٰہی ہے: ﴿ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ ﴾ ''ہر وقت اپنا پھل لاتا ہو۔'' کہا گیا ہے کہ ہر وقت سے مراد صبح شام ہے۔ سیاق کلام سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مومن کی مثال ایک ایسے درخت کی سی ہے جو گرمی ہو یا سردی، رات ہو یا دن ہر وقت پھل لاتا رہتا ہے، اسی طرح مومن کے اعمال صالحہ بھی ہر وقت دن اور رات کی گھڑیوں میں آسمانوں کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ ﴿ بِاِذْنِ رَبِّهَا ﴾ ''اپنے پروردگار کے حکم سے۔'' یعنی وہ درخت مکمل، بہترین، کثیر مقدار میں، پاکیزہ اور بہت مبارک پھل دیتا ہو۔ ﴿ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿25﴾ ﴾ ''اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔''

---

[1] تفسير الطبری:13/266. [2] تفسير الطبری:13/267-270. [3] صحيح البخاری، التفسير، باب قوله: ﴿ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ ﴾ (إبراهيم 14:24)، حديث:4698. [4] تفسير الطبری:13/270.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ

اللہ ایمان والوں کو قولِ ثابت (کلمۂ توحید) سے دنیا کی زندگی اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے، اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے

اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿27﴾ ع 4 6 16

اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ﴿27﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۣ ﴾ ''اور کلمۂ خبیثہ (کفر و شرک) کی مثال ایک خبیث درخت کی سی ہے۔'' یہ کافر کے کفر کی مثال بیان کی گئی ہے کہ اس کی نہ جڑ مستحکم ہے اور نہ شاخیں بلند ہیں۔ یہ اندرائن (تُمّے) کے بیلدار پودے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جسے شَرْ یان (یا شَرْی) بھی کہا جاتا ہے۔ شعبہ نے معاویہ بن قُرّہ سے اور انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اندرائن (تُمّے) کا بیلدار پودا ہے۔[1] ارشاد الٰہی ہے: ﴿ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿26﴾ ﴾ ''زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے، اس کو ذرا بھی قرار نہیں۔'' کیونکہ نہ اس کی جڑ مستحکم ہے اور نہ اس کی شاخیں بلند ہیں، اسی طرح کفر کی بھی نہ جڑ ہوتی ہے اور نہ شاخ۔ کافر کا کوئی عمل اوپر اٹھایا جاتا ہے نہ اس کی کوئی چیز ہی قبول کی جاتی ہے۔

## تفسیر آیت :27

**مومن کی دنیا و آخرت میں قول ثابت کے ساتھ مضبوطی:** امام بخاری نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ] ''مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اس ارشاد باری تعالیٰ میں اسی طرف اشارہ ہے: ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ ﴾ ''اللہ مومنوں کو پکی بات (کلمۂ توحید) سے دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی رکھے گا۔)'' اس حدیث کو امام مسلم اور دیگر تمام محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

**نیک اور بد روح آخرت کی راہوں پر:** امام احمد نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازے کے لیے نکلے، ہم قبر کے پاس پہنچے تو وہ ابھی کھودی نہیں گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے تو ہم بھی آپ کے پاس (اس طرح خاموش ہو کر) بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔ اس وقت آپ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کرید رہے تھے، آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا:

[اِسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِّنَ

[1] تفسير الطبري: 276/13. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ ...... ﴾ (إبراهيم 14:27)، حديث: 4699 و صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه......، حديث: 2871 و سنن أبي داود، السنة، باب المسألة في القبر......، حديث: 4750.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الدُّنيَا وَإِقْبَالٍ مِّنَ الْآخِرَةِ، نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ بِيضُ الْوُجُوهِ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ، مَعَهُمْ كَفَنٌ مِّنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ وَحَنُوطٌ مِّنْ حَنُوطِ الْجَنَّةِ، حَتَّى يَجْلِسُوا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَيَقُولُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ! اُخْرُجِي إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ۔ قَالَ۔: فَتَخْرُجُ تَسِيلُ كَمَا تَسِيلُ الْقَطْرَةُ مِنْ فِي السِّقَاءِ، فَيَأْخُذُهَا، فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوهَا فِي يَدِهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتَّى يَأْخُذُوهَا، فَيَجْعَلُوهَا فِي ذٰلِكَ الْكَفَنِ وَفِي ذٰلِكَ الْحَنُوطِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَطْيَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُّجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ۔ قَالَ۔: فَيَصْعَدُونَ بِهَا، فَلَا يَمُرُّونَ ۔ يَعْنِي بِهَا ۔ عَلٰى مَلَإٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا: مَا هٰذَا الرُّوحُ الطَّيِّبُ؟ فَيَقُولُونَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، بِأَحْسَنِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانُوا يُسَمُّونَهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا، حَتَّى يَنْتَهُوا بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا ، فَيَسْتَفْتِحُونَ لَهُ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهُ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ مُّقَرَّبُوهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي تَلِيهَا، حَتَّى يُنْتَهٰى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ ،فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اُكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ وَأَعِيدُوهُ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ، وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرٰى.

قَالَ: فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَّبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللّٰهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَيَقُولَانِ لَهُ: وَمَا عِلْمُكَ؟ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ، فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ، فَيُنَادِي مُنَادٍ فِي السَّمَاءِ: أَنْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ۔قَالَ۔: فَيَأْتِيهِ مِنْ رَّوْحِهَا وَطِيبِهَا، وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ۔ قَالَ: وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ، حَسَنُ الثِّيَابِ، طَيِّبُ الرِّيحِ، فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ، هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ، فَيَقُولُ لَهُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالْخَيْرِ، فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ، فَيَقُولُ: رَبِّ! أَقِمِ السَّاعَةَ، حَتَّى أَرْجِعَ إِلٰى أَهْلِي وَمَالِي.

قَالَ: وَإِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِّنَ الْآخِرَةِ، نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ، مَعَهُمُ الْمُسُوحُ، فَيَجْلِسُونَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَيَقُولُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ، اُخْرُجِي إِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَغَضَبٍ۔ قَالَ۔: فَتُفَرَّقُ فِي جَسَدِهِ، فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّودُ مِنَ الصُّوفِ الْمَبْلُولِ، فَيَأْخُذُهَا، فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوهَا فِي يَدِهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتَّى يَجْعَلُوهَا فِي تِلْكَ الْمُسُوحِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَنْتَنِ رِيحِ جِيفَةٍ وُّجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ، فَيَصْعَدُونَ بِهَا، فَلَا يَمُرُّونَ بِهَا عَلٰى مَلَإٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا: مَا هٰذَا الرُّوحُ الْخَبِيثُ؟ فَيَقُولُونَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِأَقْبَحِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانَ يُسَمّٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا، حَتَّى يُنْتَهٰى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيُسْتَفْتَحُ لَهُ، فَلَا يُفْتَحُ لَهُ، ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ﴾ (الأعراف7:40) فیقول اللّٰہُ: اکتُبُوا کِتَابَہُ فِی سِجِّینٍ فِی الأَرْضِ السُّفلٰی، فَتُطرَحُ رُوحُہُ طَرحًا، ثُمَّ قرأ: ﴿ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ ۝ ﴾ (الحج22:31) فَتُعَادُ رُوحُہُ فِی جَسَدِہٖ، وَیَأْتِیہِ مَلَکَانِ، فَیُجلِسَانِہٖ فَیَقُولَانِ لَہُ: مَنْ رَّبُّکَ؟ فَیَقُولُ: ھَاہُ ھَاہُ لَا أَدرِی، فَیَقُولَانِ لَہُ: مَا دِینُکَ؟ فَیَقُولُ: ھَاہُ ھَاہُ لَا أَدرِی، فَیَقُولَانِ لَہُ: مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِی بُعِثَ فِیکُم؟ فَیَقُولُ: ھَاہُ ھَاہُ لَا أَدرِی، فَیُنَادِی مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ: أَن کَذَبَ فَأَفرِشُوا لَہُ مِنَ النَّارِ، وَافتَحُوا لَہُ بَابًا إِلَی النَّارِ، فَیَأْتِیہِ مِن حَرِّھَا وَسَمُومِھَا، وَیُضَیَّقُ عَلَیہِ قَبرُہُ حَتّٰی تَختَلِفَ فِیہِ أَضلَاعُہُ، وَیَأْتِیہِ رَجُلٌ قَبِیحُ الْوَجْہِ، قَبِیحُ الثِّیَابِ، مُنتِنُ الرِّیحِ، فَیَقُولُ: أَبشِر بِالَّذِی یَسُوؤُکَ، ھٰذَا یَومُکَ الَّذِی کُنتَ تُوعَدُ، فَیَقُولُ: مَن أَنتَ؟ فَوَجھُکَ الْوَجہُ یَجِیءُ بِالشَّرِّ، فَیَقُولُ: أَنَا عَمَلُکَ الْخَبِیثُ، فَیَقُولُ: رَبِّ! لَا تُقِمِ السَّاعَۃَ]

’’عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ آپ نے یہ دو یا تین بار فرمایا، پھر فرمایا: مومن جب دنیا کے آخری لمحات اور آخرت کے ابتدائی مراحل میں ہوتا ہے تو اس کے پاس سفید چہروں والے ایسے فرشتے آتے ہیں جن کے چہرے سورج کی طرح چمکتے دمکتے ہوتے ہیں، ان کے پاس جنت کے کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے اور وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک مومن کی نظر جاتی ہے، پھر ملک الموت آتا ہے اور وہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے پاک روح! تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف نکل۔ آپ نے فرمایا: مومن کی روح اس طرح جسم سے باہر نکل آتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ نکل آتا ہے۔ ملک الموت روح کو پکڑ لیتا ہے اور جب ملک الموت اسے پکڑتا ہے تو پھر دوسرے فرشتے اسے لمحہ بھر کے لیے بھی اس کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے بلکہ اسے لے کر جنت سے لائے ہوئے کفن اور خوشبو میں لپیٹ دیتے ہیں اور اس سے روئے زمین کی بہترین کستوری سے بھی بڑھ کر پاکیزہ تر خوشبو نکلتی ہے۔ وہ اس روح کو لے کر آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی ان کا گزر ہوتا ہے وہ فرشتے کہتے ہیں کہ کس قدر پاک ہے یہ روح! وہ کہتے ہیں کہ یہ روح فلاں بن فلاں شخص کی ہے۔ وہ اس کا اس بہترین نام سے ذکر کرتے ہیں جس سے وہ دنیا میں موسوم ہوتا تھا حتی کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں، اس کے لیے آسمان دنیا کا دروازہ کھلواتے ہیں تو دروازہ کھول دیا جاتا ہے، پھر ہر آسمان کے ملائکہ مقربین اگلے آسمان تک اسے رخصت کر کے آتے ہیں حتی کہ اسے ساتویں آسمان تک پہنچایا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کی کتاب کو علیین میں لکھ دو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو، میں نے بندوں کو زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی میں ان کو لوٹاؤں گا، پھر اسی میں سے انھیں دوبارہ نکالوں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ فرشتے پوچھتے ہیں کہ یہ کون آدمی ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا۔ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ فرشتے پوچھتے ہیں کہ تجھے کیسے معلوم ہوا۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا تو میں آپ پر ایمان لے آیا اور آپ کی تصدیق کی۔ آسمان سے ایک منادی کرنے والا یہ اعلان کرتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا، اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو، اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے پاس جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور منتہائے نظر تک اس کی قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا: اس کے پاس خوبصورت چہرے والا ایک شخص آتا ہے جس کے کپڑے بھی بڑے خوبصورت ہوتے ہیں اور جس سے بڑی عمدہ خوشبو آ رہی ہوتی ہے، وہ کہتا ہے کہ تیرے لیے خوشخبری ہے، یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا تو وہ اس سے پوچھتا ہے کہ تم کون ہو۔ تمھارا چہرہ وہ چہرہ ہے جو اچھی خبر لاتا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تمھارا نیک عمل ہوں۔ یہ کہتا ہے کہ اے میرے رب! قیامت قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل و مال کے پاس لوٹ جاؤں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی کافر بندہ دنیا کے آخری اور آخرت کے ابتدائی لمحات میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے ایسے فرشتے نازل ہوتے ہیں جن کے چہرے سیاہ ہوتے ہیں اور ان کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں، وہ اس سے منتہائے نظر تک بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آتا اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتا ہے کہ اے خبیث روح! اللہ کی ناراضی اور غضب کی طرف نکل آ! آپ نے فرمایا کہ (یہ سن کر) روح اس کے جسم میں منتشر ہو جاتی ہے تو وہ اسے اس طرح کھینچ لیتا ہے جس طرح سلاخ کو گیلی اون سے کھینچ لیا جاتا ہے اور وہ اسے پکڑ لیتا ہے اور جب پکڑتا ہے تو فرشتے آنکھ جھپکنے کے بقدر بھی اسے اس کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے حتی کہ اسے ان ٹاٹوں میں رکھ دیتے ہیں اور جن سے اس قدر گندی بدبو آتی ہے جیسے روئے زمین کے سب سے بدبودار مردار سے بدبو آ رہی ہو، وہ اُسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ فرشتے پوچھتے ہیں کہ یہ کون خبیث روح ہے۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاح کی روح ہے اور اس کا ایسا بدترین نام لیتے ہیں جس سے وہ دنیا میں موسوم تھا حتی کہ اسے آسمان دنیا تک لے جایا جاتا ہے اور اس کے لیے دروازہ کھلوایا جاتا ہے مگر دروازہ نہیں کھولا جاتا، پھر رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ (الأعراف 7:40) ''ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کو سب سے نچلی زمین میں سجین میں لکھ دو، پھر اس کی روح کو پھینک دیا جاتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝﴾ (الحج 22:31) ''اور جو شخص (کسی کو) اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے، پھر اس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دور دراز جگہ لے جا پھینکے۔''

بعد ازاں اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ اس کے پاس بھی دو فرشتے آتے ہیں جو اسے بٹھا دیتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ یہ جواب دیتا ہے: ہائے افسوس! مجھے معلوم نہیں۔ فرشتے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے۔ یہ جواب دیتا ہے: ہائے ہائے! میں نہیں جانتا۔ فرشتے پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہیں جو تم میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہ جواب دیتا ہے: ہائے ہائے! میں نہیں جانتا۔ آسمان سے ایک منادی کرنے والا یہ اعلان کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا، اس کے لیے جہنم کا بستر بچھا دو، اس کے لیے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ اس کے پاس جہنم کی گرم ہوا اور دھواں آتا ہے اور اس کی قبر اس پر اتنا تنگ کر دیا جاتا ہے جس سے اس کی پسلیاں آپس میں مل جاتی ہیں۔ اس کے پاس ایک گندے چہرے، غلیظ کپڑوں اور سخت بدبو والا ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے: تیرے لیے ایسی بشارت ہے جو تجھے بری لگے، یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہے۔ تیرا چہرہ وہ چہرہ ہے جو شر ہی لاتا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ یہ کہتا ہے کہ اے میرے رب! قیامت قائم نہ کرنا۔''①

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ، إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ۔ قَالَ۔ يَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ قَالَ: فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُولُهُ۔ قَالَ۔: فَيُقَالُ لَهُ: اُنْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ. قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ: فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا] ''بلاشبہ بندے کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے پشت پھیر لیتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آہٹ کو سن رہا ہوتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور وہ اُسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا تھا۔ آپ نے فرمایا: مومن تو اس کا جواب یہ دیتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ تم جہنم میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھو، اللہ تعالیٰ نے اس کے بجائے تمھیں جنت میں ٹھکانا عطا فرما دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھ لیتا ہے۔''

حدیث کے راوی امام قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس کی قبر کو ستر ہاتھ تک کشادہ کر دیا جاتا ہے اور قیامت تک کے لیے اسے سبزے سے بھر دیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی اس سند کے ساتھ عبد بن حمید سے روایت کیا ہے اور امام نسائی نے اسے بروایت یونس بن محمد مؤدب بیان کیا ہے۔②

حافظ ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ۔ أَوْ قَالَ: أَحَدُكُمْ۔ أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ، يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْآخَرُ

---

① مسند أحمد:4/287,288 و سنن أبي داود، السنة، باب المسألة في القبر……، حديث:4753 و سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ما جاء في الجلوس في المقابر، حديث:1549 و 4269 مختصرًا. ② صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها……، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه……، حديث:2870 و سنن النسائي، الجنائز، باب المسألة في القبر، حديث:2052 و مسند عبد بن حميد:310، حديث:1180. عبد بن حمید کا یہ نسخہ آیا صوفیا والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



النَّكِيرُ_ فَيَقُولَانِ: مَاكُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ مَاكَانَ يَقُولُ: هُوَ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُولُهُ. أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. فَيَقُولَانِ: قَدْكُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هٰذَا، ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ، ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ، نَمْ، فَيَقُولُ: أَرْجِعُ إِلَى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ، فَيَقُولَانِ، نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ الَّذِي لَايُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ، حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَّضْجَعِهِ ذٰلِكَ، وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا، قَالَ: سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ فَقُلْتُ مِثْلَهُ، لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ ذٰلِكَ، فَيُقَالُ لِلْأَرْضِ: الْتَئِمِي عَلَيْهِ، فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ، فَتَخْتَلِفُ فِيهَا أَضْلَاعُهُ، فَلَا يَزَالُ فِيهَا مُعَذَّبًا حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَّضْجَعِهِ ذٰلِكَ]

''تم میں سے کسی ایک کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے۔یا یہ کہا کہ جب تم میں سے کوئی ایک (قبر میں میت کو دفن کرتا ہے)۔ تو اس کے پاس سیاہ رنگ اور نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے، وہ پوچھتے ہیں کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا تھا۔تو وہ کہتا ہے جیسا کہ وہ کہا کرتا تھا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم تھا کہ آپ یہی کہیں گے، پھر اس کی قبر کو ستر ہاتھ طول اور ستر ہاتھ عرض کی طرف سے کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اسے منور بھی کر دیا جاتا ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ سو جاؤ، وہ کہتا ہے کہ میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر انھیں بتانا چاہتا ہوں۔وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ تو اس دلہن کی طرح سو جا جسے اس کے اہل خانہ میں سے صرف وہی شخص بیدار کر سکتا ہے جو اسے سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، حتی کہ اس کے اس بستر سے اسے اللہ تعالیٰ ہی اٹھائے گا۔اور اگر منافق ہو تو وہ (فرشتوں کے سوال کے جواب میں) کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو جو کہتے ہوئے سنا تھا اس طرح میں نے کہا تھا، میں نہیں جانتا، فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی کہے گا، پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ تو اس پر سکڑ جا تو زمین اس قدر سکڑ جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں مل جاتی ہیں، پھر اسے قبر میں مسلسل عذاب دیا جاتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے اس ٹھکانے سے اٹھائے گا۔'' امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت کریمہ: ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ﴾ کے بارے میں فرمایا: [ذَاكَ إِذَا قِيلَ فِي الْقَبْرِ: مَنْ رَّبُّكَ؟ وَمَا دِينُكَ (وَمَنْ نَّبِيُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللّٰهُ، وَدِينِيَ الْإِسْلَامُ، وَنَبِيِّ مُحَمَّدٌ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ، فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ، فَيُقَالُ لَهُ صَدَقْتَ، عَلٰى هٰذَا عِشْتَ، وَعَلَيْهِ مِتَّ، وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ] ''اس کا تعلق اس وقت سے ہے جب قبر میں یہ پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ تو (مومن) یہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ

[1] جامع الترمذي، الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر، حديث:1071.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس روشن دلائل کے ساتھ تشریف لائے تو میں آپ پر ایمان لایا اور میں نے آپ کی تصدیق کی۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ تو نے سچ کہا تو اسی پر زندہ رہا اور اسی پر فوت ہوا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا۔“ ①

امام ابن جریر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ الْمَيِّتَ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ حِينَ يُوَلُّونَ عَنْهُ مُدْبِرِينَ، فَإِذَا كَانَ مُؤْمِنًا، كَانَتِ الصَّلَاةُ عِنْدَ رَأْسِهِ وَالزَّكَاةُ عَنْ يَمِينِهِ، وَكَانَ الصِّيَامُ عَنْ يَسَارِهِ، وَكَانَ فِعْلُ الْخَيْرَاتِ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصِّلَةِ وَالْمَعْرُوفِ وَالْإِحْسَانِ إِلَى النَّاسِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ، فَيُؤْتَى مِنْ عِنْدِ رَأْسِهِ، فَتَقُولُ الصَّلَاةُ: مَا قِبَلِي مَدْخَلٌ! فَيُؤْتَى عَنْ يَمِينِهِ، فَتَقُولُ الزَّكَاةُ: مَاقِبَلِي مَدْخَلٌ! فَيُؤْتَى عَنْ يَسَارِهِ، فَيَقُولُ الصِّيَامُ: مَا قِبَلِي مَدْخَلٌ! فَيُؤْتَى مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ، فَيَقُولُ فِعْلُ الْخَيْرَاتِ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصِّلَةِ وَالْمَعْرُوفِ وَالْإِحْسَانِ إِلَى النَّاسِ: مَا قِبَلِي مَدْخَلٌ!

فَيُقَالُ لَهُ: اِجْلِسْ! فَيَجْلِسُ، قَدْ مُثِّلَتْ لَهُ الشَّمْسُ قَدْ دَنَتْ لِلْغُرُوبِ، فَيُقَالُ لَهُ: أَخْبِرْنَا عَمَّا نَسْأَلُكَ! فَيَقُولُ: دَعُونِي حَتّٰى أُصَلِّيَ! فَيَقُولُ: إِنَّكَ سَتَفْعَلُ، فَأَخْبِرْنَا عَمَّا نَسْأَلُكَ عَنْهُ، فَيَقُولُ: وَعَمَّ تَسْأَلُونَ؟ فَيُقَالُ: أَرَأَيْتَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ فِيكُمْ؟ مَاذَا تَقُولُ فِيهِ وَمَاذَا تَشْهَدُ بِهِ عَلَيْهِ؟ فَيَقُولُ: أَمُحَمَّدٌ؟ فَيُقَالُ لَهُ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ وَأَنَّهُ جَاءَ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، فَصَدَّقْنَاهُ! فَيُقَالُ لَهُ: عَلٰى ذٰلِكَ حَيِيتَ وَعَلٰى ذٰلِكَ مِتَّ وَعَلٰى ذٰلِكَ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا، وَّيُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ: اُنْظُرْ إِلٰى مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ فِيهَا! فَيَزْدَادُ غِبْطَةً وَّسُرُورًا، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى النَّارِ، فَيُقَالُ لَهُ: اُنْظُرْ مَاصَرَفَ اللّٰهُ عَنْكَ لَوْ عَصَيْتَهُ! فَيَزْدَادُ غِبْطَةً وَّسُرُورًا ثُمَّ يُجْعَلُ نَسَمَتُهُ فِي النَّسَمِ الطَّيِّبِ، وَهِيَ طَيْرٌ خُضْرٌ تَعَلَّقُ بِشَجَرِ الْجَنَّةِ، وَيُعَادُ جَسَدُهُ إِلٰى مَا بُدِئَ مِنْهُ مِنَ التُّرَابِ، وَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى:]

”اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مردہ اس وقت تمھارے جوتوں کی آہٹ کو سن رہا ہوتا ہے جب تم اس سے پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہو، اگر وہ مومن ہو تو نماز اس کے سر کے پاس ہوتی ہے اور زکاۃ دائیں طرف، روزہ بائیں طرف اور صدقہ، صلہ رحمی، نیکی اور لوگوں کی طرف احسان جیسے اعمال صالحہ اس کے پاؤں کے پاس ہوتے ہیں۔ اگر اس کے سر کی طرف سے آیا جائے تو نماز کہتی ہے کہ میری طرف سے داخل ہونے کا رستہ نہیں ہے! دائیں طرف سے آیا جائے تو زکاۃ کہتی ہے کہ میری طرف سے بھی رستہ نہیں ہے! بائیں طرف سے آیا جائے تو روزہ کہتا ہے کہ میری طرف سے رستہ نہیں ہے! پاؤں کی طرف سے آیا جائے تو اعمال صالحہ: صدقہ، صلہ رحمی اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنا کہتے ہیں کہ میری طرف سے کوئی رستہ نہیں ہے!

① تفسیر الطبری: 282/13 اور قوسین والے الفاظ ابن جریر نے نقل نہیں کیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿28﴾ جَهَنَّمَ ۚ

کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا نہیں جنھوں نے اللہ کی نعمت (ایمان) کو کفر سے بدل ڈالا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لے جا اتارا؟﴿28﴾ (یعنی)

يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿29﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا

جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بدترین ٹھکانا ہے﴿29﴾ اور انھوں نے اللہ کے شریک بنائے تا کہ وہ (لوگوں کو) اس کے راستے سے بھٹکا

فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿30﴾

دیں، کہہ دیجیے: تم فائدہ اٹھاؤ (دنیا میں) پھر یقیناً تمھاری واپسی آگ کی طرف ہے﴿30﴾

پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ بیٹھ جاؤ! وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے غروب آفتاب کا منظر دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ ہم تجھ سے جو سوال کریں اس کا جواب دو، وہ کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں نماز پڑھ لوں۔ اس سے کہا جاتا ہے: ہاں تم ایسا ضرور کرو گے لیکن پہلے ہمارے سوال کا جواب دو، وہ کہتا ہے: تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ شخص جو تم میں تھا، اس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔ اور اس کے بارے میں کیا گواہی دیتے ہو۔ وہ کہتا ہے کہ تمھارا سوال محمد ﷺ کے بارے میں ہے۔ اسے کہا جاتا ہے ہاں، تو وہ کہتا ہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن دلائل کے ساتھ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اسی (عقیدے) پر جیتا رہا، اسی پر فوت ہوا اور اسی پر ان شاء اللہ اٹھایا جائے گا، پھر اس کی قبر کو ستر ہاتھ کشادہ کر دیا جاتا ہے، قبر میں اس کے لیے روشنی کر دی جاتی ہے اور جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے اس میں کیا کیا نعمتیں تیار فرما رکھی ہیں! اس سے اس کی خوشی اور مسرت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے، پھر آگ کی طرف دروازہ کھول کر اسے کہا جاتا ہے کہ اگر تو اللہ کی نافرمانی کرتا، (اس صورت میں جو تیرا ٹھکانا ہوتا) اس کی طرف دیکھ جس سے اللہ نے تجھے پھیر دیا۔ پھر اس کی روح کو ''نسم طیب'' میں رکھ دیا جاتا ہے اور یہ ایک سبز رنگ کا پرندہ ہے جو جنت کے درختوں (کے پھلوں) سے کھاتا ہے اور اس کے جسم کو اس مٹی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جس سے اسے پہلی مرتبہ پیدا کیا گیا تھا۔ یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ﴾ ''اللہ مومنوں کو قول صادق (کلمۂ توحید) سے دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا۔)''[1] امام ابن حبان نے بھی اسے روایت کیا اور اس میں کافر کے جواب اور اس کے عذاب کو بھی بیان کیا ہے۔[2]

امام عبدالرزاق نے طاؤس سے روایت کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں قول ثابت سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور آخرت میں اس سے مراد قبر میں سوال ہے۔[3] قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی زندگی میں خیر و بھلائی اور عمل صالح کے ساتھ ثابت قدم

① تفسير الطبري: 283,282/13 امام ابن جریر نے اسے موقوفاً ذکر کیا ہے۔ ② صحيح ابن حبان، الجنائز، ذكر الخبر المدحض قول من......: 381,380/7، حدیث: 3113 امام ابن حبان نے اسے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ ③ تفسير عبدالرزاق: 245/2، رقم: 1408.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رکھتا ہے اور آخرت سے یہاں قبر مراد ہے۔ دیگر کئی ائمۂ سلف سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[1]

## تفسیر آیات:28-30

**کفرانِ نعمت کی سزا:** امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں: ﴿ اَلَمْ تَرَ ﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا؟'' کے معنی ہیں کیا تم نہیں جانتے؟ جیسا کہ ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا...... ﴾ الآیۃ (البقرۃ2:243) آیت کریمہ میں بھی ﴿ اَلَمْ تَرَ ﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ کے معنی میں ہے اور ﴿ الْبَوَارِ ﴾ بَارَ، یَبُوْرُ بَوْرًا سے ہے جس کے معنی تباہی وہلاکت کے ہیں۔ ﴿ قَوْمًا بُوْرًا ﴾ (الفرقان25:18) کے معنی ہلاک شدہ لوگ ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے علی بن عبداللہ از سفیان از عمرو از عطاء کی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس آیت کریمہ کے بارے میں قول بیان کیا ہے کہ ان لوگوں سے کفار اہل مکہ مراد ہیں۔[2]

امام ابن ابوحاتم نے ابوطفیل سے روایت کیا ہے کہ ابن کوّاء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ان سے مراد وہ کفار قریش ہیں جنھوں نے بدر کے دن جنگ میں شرکت کی تھی۔[3] آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین قریش کے پاس ایمان کی نعمت کو بھیجا مگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو کفر سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتار دیا۔[4] لیکن معنی کے اعتبار سے یہ آیت کریمہ عام ہے اور تمام کافروں کو شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین اور تمام لوگوں کے لیے نعمت بنا کر مبعوث فرمایا جنھوں نے اس نعمت کو قبول کر لیا اور اس کا شکر ادا کیا وہ جنت میں داخل ہوں گے اور جنھوں نے اس نعمت کا کفر اور انکار کیا تو وہ جہنم رسید ہوں گے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ط ﴾ ''اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کیے کہ (لوگوں کو) اس کے راستے سے گمراہ کریں۔'' یعنی انھوں نے اللہ کے شریک بنائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی بھی عبادت شروع کر دی اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان لوگوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴾ ''کہہ دیجیے: (چند روز) فائدہ اٹھا لو آخر کار تم کو دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' یعنی دنیا میں تم جتنا فائدہ بھی حاصل کرنا چاہو کر لو، دنیا میں تم جو بھی حاصل کر لو، آخر کار تم کو دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ ﴾ (لقمٰن31:24) ''ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے، پھر ہم انھیں بڑے سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ ﴾ (یونس10:70) ''دنیا میں تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے، پھر انھیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، اس وقت ہم ان کو بہت سخت عذاب (کے مزے) چکھائیں گے کیونکہ کفر کیا کرتے تھے۔''

---

[1] تفسیر الطبری:285/13. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا...... ﴾ (إبراھیم14:28) ......، حدیث:4700. [3] تفسیر ابن أبی حاتم:2246/7. [4] تفسیر ابن أبی حاتم:2247/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

کہہ دیجیے: میرے ان بندوں سے جو ایمان لائے کہ وہ نماز قائم کریں اور ہم نے انھیں جو رزق دیا ہے اس میں سے چھپا کر اور علانیہ خرچ کریں،

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿31﴾

اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ سودا بازی ہوگی نہ دوستی (کام آئے گی)﴿31﴾

تفسیر آیت:31

**نماز پڑھنے اور خرچ کرنے کا حکم:** اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اس کی اطاعت بجالائیں، اس کے حقوق ادا کریں اور اس کی مخلوق پر احسان کریں۔ نماز قائم کریں کہ یہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں جس رزق سے نوازا ہے، اس میں سے خرچ کریں، زکاۃ ادا کریں، قرابت داروں پر خرچ کریں اور اجنبیوں پر بھی احسان کریں۔ نماز قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے وقت، اس کی حدود اور رکوع وسجود اور خشوع کی حفاظت کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس نے جو رزق دیا ہے اس میں سے خفیہ اور علانیہ طور پر خرچ کیا جائے، نیز حکم دیا ہے کہ اس کے بندے نیکی کے ان کاموں میں جلدی کریں تاکہ اپنی جانوں کو عذاب جہنم سے بچا سکیں۔ ﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ﴾ ”اور اس دن کے آنے سے پیشتر۔“ یعنی قیامت کے دن سے پیشتر۔ ﴿لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿31﴾﴾ ”جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہوگا اور نہ دوستی (کام آئے گی۔)“ یعنی اس دن کسی سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا کہ اس کے عوض اس کے نفس کو بیچ دیا جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ......﴾ الآية (الحديد15:57) ”تو آج تم سے معاوضہ نہیں لیا جائے گا اور نہ (وہ) کافروں ہی سے (قبول کیا جائے گا۔)......“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا خِلٰلٌ ﴿31﴾﴾ ”اور نہ دوستی (کام آئے گی۔)“ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ وہاں کسی دوست کی دوستی بھی کام نہیں آئے گی کہ مستحق عذاب سے اس کی دوستی کی وجہ سے درگزر کیا جائے بلکہ وہاں تو سراسر عدل وانصاف ہوگا۔ لفظ خِلَالٌ، خَالَلْتُ فُلَانًا فَأَنَا أُخَالُّهُ مُخَالَّةً وَّخِلَالًا سے مصدر ہے۔[1]

امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کے علم میں ہے کہ دنیا میں خرید وفروخت بھی ہے اور دوستی بھی جس کا لوگ دم بھرتے ہیں، اس لیے آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ اس کا دوست کون ہے اور اس کی دوستی کی بنیاد کس بات پر ہے اگر دوستی اللہ کے لیے ہو تو اسے چاہیے کہ اسے برقرار رکھے اور اگر غیر اللہ کے لیے ہو تو اسے ختم کر دے۔[2] بہر حال اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے دن نہ کوئی بیع کام آئے گی اور نہ فدیہ، خواہ کوئی زمین بھر کر سونا بطور فدیہ ادا کرے، بشرطیکہ اس کے پاس موجود ہو اور اگر وہ حالت کفر میں اللہ کے پاس گیا تو پھر کسی کی دوستی یا سفارش بھی اس کے کچھ کام نہ آسکے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○﴾ (البقرة123:2) ”اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ اس سے بدلہ قبول کیا جائے گا

[1] تفسير الطبري:294/13. [2] تفسير الطبري:294/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ

اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس نے اس (پانی) کے ذریعے سے تمھارے لیے بطور رزق

رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿32﴾ وَسَخَّرَ

پھل نکالے اور تمھارے لیے کشتیاں مسخر کیں، تاکہ سمندر میں اس کے حکم سے چلیں، اور تمھارے لیے دریا مسخر کیے ﴿32﴾ اور تمھارے لیے سورج

لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ﴿33﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ

اور چاند مسخر کیے جو مسلسل چل رہے ہیں، اور تمھارے لیے رات اور دن کو مسخر کیا ﴿33﴾ اور اس نے تمھیں ہر وہ چیز دی جو تم نے اس سے مانگی، اور اگر تم

مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿34﴾ ع 5/7 17

اللہ کی نعمتیں گنو تو انھیں شمار نہ کرسکو گے۔ بے شک انسان بڑا ظالم، نہایت ناشکرا ہے ﴿34﴾

اور نہ اس کو کسی کی سفارش کچھ فائدہ دے گی اور نہ لوگوں کو (کسی اور طرح کی) مدد مل سکے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾ (البقرة 2:254) ''اے ایمان والو! جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے، اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کرلو جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہوگا اور نہ ہی دوستی اور سفارش ہو سکے گی اور کفر کرنے والے لوگ ہی ظالم ہیں۔''

### تفسیر آیات: 32-34

**اللہ تعالیٰ کی مختلف نعمتوں کا ذکر:** اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے آسمان کو ایک محفوظ چھت کے طور پر پیدا فرمایا، زمین کو بچھونا بنا دیا، آسمان سے پانی نازل فرمایا اور اس پانی کے ساتھ مختلف نباتات اور مختلف رنگوں، شکلوں، ذائقوں خوشبوؤں اور منافع والے پھلوں اور فصلوں کو پیدا فرما دیا اور اس نے کشتی کو بھی تمھارے لیے مسخر کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریاؤں اور سمندروں کے پانی کی سطح پر تیرتی رہتی ہے، پھر اس نے کشتیوں کے اٹھانے کے لیے دریاؤں اور سمندروں کو مسخر کر دیا تاکہ مسافر ایک علاقے سے سفر کر کے دوسرے علاقے میں جا سکیں اور یہاں کی اشیاء کو وہاں اور وہاں کی اشیاء کو یہاں لا سکیں، پھر اس نے نہروں کو بھی کام میں لگا دیا ہے جو اس علاقے سے لے کر دوسرے علاقے تک زمین کو پھاڑ کر بنائی گئی ہوتی ہیں تاکہ یہ بندوں کے لیے رزق، آب نوشی اور آب پاشی کا ذریعہ بنیں، علاوہ ازیں ان میں اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ﴾ ''اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا جو مسلسل چل رہے ہیں۔'' یعنی دن رات چل رہے ہیں اور چلتے چلتے کبھی بھی نہیں رکتے، پھر کیفیت یہ ہے کہ ﴿ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝﴾ (یٰسٓ 36:40) ''نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝﴾ (الأعراف

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ

اور جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دے، اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچائے رکھنا (35) اے

الْاَصْنَامَ ﴿35﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ

میرے رب! بے شک انھوں نے بہت سے لوگ گمراہ کیے ہیں، پھر جو میری اتباع کرے، تو یقیناً وہ میرا ہے، اور جو میری نافرمانی کرے، تو

وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿36﴾

بلاشبہ تو غفور (اور) رحیم ہے (36)

54:7) ''وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا کیا، سب اس کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں، آگاہ رہو! سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اس کا ہے یہ) اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔''

شمس و قمر ایک دوسرے کے پیچھے آتے اور جاتے ہیں اور رات دن ایک دوسرے کے اس طرح مخالف ہوتے ہیں کہ کبھی رات بڑھنے لگتی اور دن گھٹنے لگتا اور کبھی دن گھٹنے لگتا اور رات بڑھنے لگتی ہے۔ ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ...... ﴾ الآية (الحج 61:22) ''وہ (اللہ) رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے......'' اور فرمایا: ﴿يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ○﴾ (الزمر 5:39) ''وہی رات کو دن پر لپیٹتا اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے، سب ایک وقت مقرر تک چلتے رہیں گے، دیکھو! وہی غالب (اور) بہت بخشنے والا ہے۔''

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ﴾ ''اور تمھیں ہر وہ چیز دی جو تم نے اس سے مانگی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو تمھارے لیے تیار فرما دیا ہے جن کی تمھیں ضرورت ہے اور اپنے حسب حال جو تم اس سے مانگتے رہتے ہو۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ﴾ ''اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گننے لگو تو تم انھیں شمار نہ کر سکو گے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندے اس بات سے عاجز ہیں کہ وہ اس کی نعمتوں کو شمار کر سکیں، ان سب کا شکر بجا لانا تو بہت دور کی بات ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [لَكَ الْحَمْدُ رَبَّنَا غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى (عَنْهُ) رَبَّنَا] ''سب تعریف تیرے ہی لیے ہے (اے) ہمارے پالنہار! نہ (اس کھانے سے) کفایت کی جا سکتی ہے نہ اسے خیرباد کہا جا سکتا ہے اور نہ اس سے بے نیاز ہوا جا سکتا ہے اے ہمارے پروردگار!''[1]

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت داود علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ! میں تیرا شکر کس طرح ادا کر سکتا ہوں کہ تیرا شکر ادا کرنے کی

---

(1) صحیح البخاری، الأطعمة، باب ما یقول إذا فرغ من طعامه؟ حدیث:5459,5458 عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ اور [اللّٰهم] اس دعا کے ضمن میں السنن الکبریٰ للنسائی، الدعاء بعد الأکل، القول عند انقضاء الطعام:201/4، حدیث:6896 میں ہے۔ لیکن وہاں [ربنا] نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



توفیق ملنا بھی تو تیرا مجھ پر ایک احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: داود! یوں سمجھو کہ تم نے میرا شکر ادا کر دیا جب تم نے یہ اعتراف کر لیا کہ تمام نعمتیں میری طرف سے ہیں۔ ①

## تفسیر آیات: 36,35

**اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں آباد کرتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:** اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر مشرکین عرب کے طرز عمل کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس بلد حرام مکہ کو جب بنایا گیا تو اسے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہی کے لیے بنایا گیا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جنھوں نے اس شہر کو بنایا اور اس میں اپنے اہل وعیال کو بسایا تھا وہ غیر اللہ کی پوجا کرنے والوں سے بری تھے اور انھوں نے اس شہر مکہ کے لیے امن کی یہ دعا بھی کی تھی: ﴿ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا ﴾ ''اے میرے پروردگار! اس شہر کو (لوگوں کے لیے) امن والا بنا دے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازا تھا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا ...... ﴾ الآية (العنکبوت29:67) ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے حرم کو مقام امن بنایا ہے......'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ ...... ﴾ الآية (اٰل عمرٰن 3:96,97) ''بے شک (اللہ کا) پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے مقرر کیا گیا تھا، وہی ہے جو مکہ میں ہے، جہان والوں کے لیے بابرکت اور (موجب) ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں، (اور) مقام ابراہیم ہے، جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا اس نے امن پا لیا......''

اور اس واقعے میں فرمایا: ﴿ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا ﴾ ''اے میرے پروردگار! اس شہر کو (لوگوں کے لیے) امن والا بنا دے۔'' اور ﴿ الْبَلَدَ ﴾ کو معرفہ استعمال کیا کہ گویا انھوں نے یہ دعا تعمیر کعبہ کے بعد کی تھی، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ ﴾ الآية (إبراهيم 14:39) ''اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔'' یاد رہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام سے تیرہ سال بڑے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شیر خوارگی کی عمر میں ان کی والدہ کے ساتھ یہاں لائے تھے تو اس وقت بھی انھوں نے یہاں یہ دعا کی تھی: ﴿ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ...... ﴾ الآية (البقرۃ2:126) ''اے میرے پروردگار! اس (جگہ) کو امن کا شہر بنا......'' جیسا کہ ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر میں تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ بیان کر آئے ہیں۔ ②

---

① الدر المنثور:430/5 عن فضیل رحمہ اللہ وشعب الإیمان للبیھقی:101/4، حدیث:4414 . ② دیکھیے البقرۃ، آیت: 126 کے ذیل میں۔ اس پیرے میں مفسر رحمہ اللہ نے سورۂ بقرہ میں ﴿ بَلَدًا ﴾ نکرہ اور یہاں ﴿ الْبَلَدَ ﴾ معرفہ ذکر کرنے کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ سورۂ بقرہ والی دعا اس وقت کی ہے جب ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یہاں لائے تھے کیونکہ اس وقت وہ ایک غیر معروف اور غیر آباد جگہ تھی اور سورۂ ابراہیم والی دعا تعمیر کعبہ کے بعد کی ہے اس وقت یہ ایک معروف اور خاص جگہ بن گئی تھی۔ امام رحمہ اللہ نے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ ...... ﴾ (إبراھیم14:39) کا ذکر اور حضرت اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کی عمروں کا ذکر بھی اسی لیے فرمایا ہے کہ یہ سورۂ ابراہیم والی دعا تعمیر کعبہ کے بعد کی ہے کیونکہ اس دعا میں اسحاق علیہ السلام کے عطا ہونے کے شکر کا ذکر ہے اور ظاہر ہے وہ تعمیر کعبہ کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ واللہ أعلم.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا

اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد ایک بے زراعت وادی میں بسائی ہے، تیرے محترم گھر (کعبے) کے پاس، اے ہمارے

لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ

رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں، چنانچہ تو بعض لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہونے والے کر دے اور انھیں ہر قسم کے پھلوں سے رزق دے،

الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ﴿37﴾

تاکہ وہ (تیرا) شکر کریں ﴿37﴾

**اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو شرک سے محفوظ رکھنے کی تڑپ:** فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَّ اجۡنُبۡنِیۡ وَ بَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ﴿35﴾ ﴾ ''اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچائے رکھنا۔'' ہر دعا کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے اور اپنی اولاد کے لیے دعا کیا کرے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذکر کیا کہ بہت سے لوگ بتوں کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہو گئے ہیں، اس لیے وہ بتوں کی پوجا کرنے والوں سے بری ہیں اور ان کے معاملے کو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا کہ وہ چاہے تو انھیں عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف فرما دے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے: ﴿ اِنۡ تُعَذِّبۡہُمۡ فَاِنَّہُمۡ عِبَادُکَ ۚ وَ اِنۡ تَغۡفِرۡ لَہُمۡ فَاِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴾ (المآئدۃ118:5) ''اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو (تیری مہربانی ہے) بے شک تو ہی غالب (اور) بڑی حکمت والا ہے۔'' اس میں سارے معاملے کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے لیے واقعی عذاب تجویز کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تلاوت فرمایا: ﴿ رَبِّ اِنَّہُنَّ اَضۡلَلۡنَ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنۡ تَبِعَنِیۡ فَاِنَّہٗ مِنِّیۡ ۚ ﴾ ''اے میرے پروردگار! انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے، پھر جس شخص نے میرا کہا مانا تو یقیناً وہ میرا ہے۔'' پھر عیسیٰ علیہ السلام کا قول: ﴿ اِنۡ تُعَذِّبۡہُمۡ فَاِنَّہُمۡ عِبَادُکَ ۚ وَ اِنۡ تَغۡفِرۡ لَہُمۡ فَاِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴾ (المآئدۃ118:5) اور اگر تو انھیں عذاب دے، تو بے شک وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو نہایت غالب (اور) بڑی حکمت والا ہے۔'' تلاوت فرمایا اور پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی: [اَللّٰھُمَّ! أُمَّتِي أُمَّتِي] ''اے اللہ! میری امت (کو معاف فرما دے۔) میری امت (کو معاف فرما دے۔)'' اور رو رو کر یہ دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اگرچہ تمھارا رب خوب جانتا ہے لیکن پوچھو کہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔ جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے جو دعا کی تھی وہ جبریل کو بتا دی۔ اور جبریل علیہ السلام نے جب بارگاہِ الٰہی میں آپ کی طرف سے جواب پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جبریل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ امت کے بارے میں یقیناً ہم آپ کو خوش کر دیں گے اور ناراض نہیں کریں گے۔ [1]

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب دعا النبی ﷺ لأمته......، حدیث:202.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا

اے ہمارے رب! بے شک تو سب جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ اور زمین اور آسمان میں کوئی چیز اللہ سے

فِي السَّمَآءِ ﴿38﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ

مخفی نہیں ﴿38﴾ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق عطا فرمائے، بے شک میرا رب دعا خوب سننے والا ہے ﴿39﴾

لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿39﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿40﴾

اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو بھی نماز قائم کرنے والا بنا۔ اے ہمارے رب! اور تو میری دعا قبول فرما ﴿40﴾ اے ہمارے رب! جس دن

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿41﴾ ع 6/7 18

حساب قائم ہوگا اس دن مجھے، میرے والدین کو اور تمام مومنوں کو معاف فرمانا ﴿41﴾

### تفسیر آیت: 37

**حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور لوگوں کا سرزمین کعبہ کی طرف میلان:** یہ الفاظ بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو چھوڑ کر جا رہے تھے تو وہ پہلی دعا تھی اور یہ ایک دوسری دعا ہے۔ پہلی دعا تعمیر کعبہ سے پہلے کی ہے اور یہ دعا تعمیر کعبہ کے بعد کی ہے۔[1] اور یہ دعا (اس پہلی دعا کی) تاکید اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت اور شوق کے لیے ہے۔ (یہ دعا بیت اللہ کی تعمیر کے بعد کی ہے) اسی لیے کہا: ﴿عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ "تیرے عزت والے گھر کے پاس۔" اور فرمانِ الٰہی: ﴿رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ "اے ہمارے پروردگار! تاکہ وہ نماز پڑھیں۔" کے بارے میں ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق ﴿الْمُحَرَّمِ﴾ سے ہے، یعنی میں نے اس گھر کو عزت و ادب والا اس لیے قرار دیا ہے تاکہ یہاں کے رہنے والوں کے لیے اس گھر کے پاس نماز قائم کرنا ممکن ہو جائے۔[2] ﴿فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ "چنانچہ تو بعض لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر اور دیگر ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اگر آپ ﴿اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ﴾ کے بجائے [أَفْئِدَةَ النَّاسِ] "سب لوگوں کے دل۔" کے الفاظ استعمال فرماتے تو فارس و روم، یہود و نصاریٰ اور دیگر لوگ بھی یہاں کشاں کشاں چلے آتے لیکن آپ نے ﴿مِّنَ النَّاسِ﴾ کے الفاظ استعمال فرمائے کہ آپ کی مراد بطور خاص مسلمانوں ہی سے تھی۔[3]

**حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے دعا کا اثر:** اور فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ﴾ "اور انھیں ہر قسم کے

[1] صحیح بخاری کی ایک حدیث میں صراحت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا اس وقت کی تھی جب آپ علیہ السلام پہلی مرتبہ اسماعیل علیہ السلام کی شیرخوارگی کی عمر میں مکہ تشریف لائے اور انھیں اور ان کی والدہ ہاجرہ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ واللّٰہ أعلم دیکھیے صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰہ: ﴿يَزِفُّوْنَ○﴾ (الصّٰفّٰت 37:94)...... ، حدیث:3364. اس صورت میں ممکن ہے کہ ﴿عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ سے مراد وہ نشانات ہوں جو پہلے سے موجود تھے یا وہ بیت اللہ ہو جو ابراہیم علیہ السلام کے ذہن میں تھا۔ واللّٰہ أعلم۔ [2] تفسیر الطبری: 306/13. [3] تفسیر الطبری: 307,306/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھلوں سے روزی دے۔'' تا کہ یہ روزی تیری اطاعت بجالانے کے لیے معاون ثابت ہو۔ اب تو یہ وادی ایسی ہے کہ جہاں کھیتی نہیں لیکن اس غیر ذی زرع وادی میں پھل پہنچا دینا تا کہ یہاں کے لوگ انھیں کھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کی اس دعا کو بھی شرف قبولیت سے نوازا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (القصص 57:28) ''کیا ہم نے ان کو حرم میں جو امن کا مقام ہے جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل پہنچائے جاتے ہیں (اور یہ) رزق ہماری طرف سے ہے؟ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور اس کی خاص رحمت و برکت ہے کہ مکہ میں ایک بھی پھل دار درخت نہیں لیکن وہاں گردو پیش کے تمام پھل موجود ہیں اور یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔

## تفسیر آیات: 38-41

**ہم جو بھی چھپاتے یا ظاہر کرتے ہیں اللہ اس کو جانتا ہے:** امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ﴾ ''اے میرے پروردگار! جو بات ہم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں، بے شک تو (سب) جانتا ہے۔'' یعنی تو جانتا ہے کہ میری دعا سے میرا کیا مقصد ہے اور اس شہر والوں کے لیے دعا سے میرا کیا ارادہ ہے۔ تو خوب جانتا ہے کہ میرا مقصود محض تیری رضا اور تیرے ہی لیے اخلاص ہے کیونکہ تو ظاہری اور باطنی تمام چیزوں کو جانتا ہے اور آسمان و زمین کی کوئی چیز بھی تجھ سے مخفی نہیں ہے۔ [1]

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے انھیں بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائی اور کہا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿39﴾ ﴾ ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحاق عطا فرمائے، بے شک میرا پروردگار خوب دعا سننے والا ہے۔'' یعنی جو اس سے دعا کرے وہ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور میں نے اس سے اولاد کے لیے جو دعا مانگی تو اس نے میری دعا کو بھی شرف قبولیت سے نوازا۔

پھر کہا: ﴿ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ ﴾ ''اے میرے پروردگار! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا۔'' یعنی نماز کی حفاظت کرتا رہوں اور اس کی حدود کو قائم کرتا رہوں۔ ﴿ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ﴾ ''اور میری اولاد کو بھی (یہ توفیق بخش۔)'' یعنی انھیں بھی اس طرح نماز قائم کرنے والا بنا دے۔ ﴿ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿40﴾ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! اور میری دعا قبول فرما۔'' یعنی میں نے تجھ سے جو دعا بھی مانگی ہے تو اسے شرف قبولیت عطا فرما۔ ﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا اس وقت سے پہلے کی تھی جب ان کے سامنے یہ واضح ہو گیا تھا کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن ہے، پھر انھوں نے اس سے براءت کا اظہار کر دیا تھا۔ ﴿ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿41﴾ ﴾ ''اور حساب (کتاب) کے دن (تمام) مومنوں کو بھی (معاف فرما دینا۔)'' یعنی ہم سب کو اس دن معاف فرما دینا جب تو اپنے بندوں

[1] تفسیر الطبری: 308/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمۡ لِيَوۡمٍ تَشۡخَصُ

اور (اے نبی!) آپ مت خیال کریں کہ اللہ ان کاموں سے غافل ہے جو ظالم کرتے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن تک مہلت دیتا ہے

فِيۡهِ الۡاَبۡصَارُ ۙ﴿42﴾ مُهۡطِعِيۡنَ مُقۡنِعِىۡ رُءُوۡسِهِمۡ لَا يَرۡتَدُّ اِلَيۡهِمۡ طَرۡفُهُمۡ ۚ

جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی﴿42﴾ وہ اپنے سر اٹھائے (محشر کی طرف) دوڑ رہے ہوں گے، ان کی نگاہ اپنی طرف بھی نہ پھر سکے گی،

وَاَفۡـِٕدَتُهُمۡ هَوَآءٌ ؕ﴿43﴾

اور ان کے دل خالی ہوں گے﴿43﴾

سے حساب کرے گا اور ان کے اعمال کے مطابق انھیں اچھا یا برا بدلہ دے گا۔

**تفسیر آیات: 43,42**

**اللہ تعالیٰ کا کافروں کو مہلت دینا از راہ غفلت نہیں:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) آپ یہ خیال نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے اعمال سے بے خبر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اگر انھیں مہلت دے رکھی اور ان کی رسی دراز کر رکھی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان سے بے خبر ہے اور وہ انھیں ان کی بداعمالیوں کی سزا نہیں دے گا بلکہ وہ ان کے تمام اعمال کو شمار کر رہا ہے اور ﴿ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمۡ لِيَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِيۡهِ الۡاَبۡصَارُ ﴿42﴾ ﴾ ''وہ تو انھیں صرف اس دن تک مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔'' یعنی قیامت کے دن کی دہشت ناکیوں اور ہولناکیوں کی شدت کی وجہ سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے قبروں سے کھڑے ہونے اور میدان حشر کی طرف دوڑنے کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ مُهۡطِعِيۡنَ ﴾ ''وہ دوڑ رہے ہوں گے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ مُّهۡطِعِيۡنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوۡلُ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا يَوۡمٌ عَسِرٌ ۝ ﴾ (القمر 8:54) ''وہ بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے، کافر کہیں گے: یہ بڑا سخت دن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوۡمَئِذٍ يَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا هَمۡسًا ۝ يَوۡمَئِذٍ لَّا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَرَضِىَ لَهٗ قَوۡلًا ۝ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِهٖ عِلۡمًا ۝ وَعَنَتِ الۡوُجُوۡهُ لِلۡحَىِّ الۡقَيُّوۡمِ ؕ ...... ﴾ الآیۃ (طٰہٰ 20:108-111) ''اس روز لوگ ایک پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے اور اس کی پیروی سے انحراف نہ کر سکیں گے اور اللہ کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی، چنانچہ آپ آہٹ کے سوا کوئی اور آواز نہ سن سکیں گے۔ اس دن کسی کی سفارش کوئی فائدہ نہ دے گی مگر اس شخص کی جسے اللہ اجازت دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔ جو کچھ ان کے آگے اور ان کے پیچھے ہے وہ اسے جانتا ہے اور وہ (اپنے) علم سے اس (اللہ کے علم) پر احاطہ نہیں کر سکتے اور اس زندہ و قائم کے روبرو چہرے جھک جائیں گے......'' اور فرمایا: ﴿ يَوۡمَ يَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمۡ اِلٰى نُصُبٍ يُّوۡفِضُوۡنَ ۙ ﴾ (المعارج 43:70) ''جس دن قبروں سے نکل کر دوڑیں گے، گویا کہ وہ آستانوں (بتوں) کی طرف دوڑ رہے ہوں۔'' ارشاد الٰہی ہے: ﴿ مُقۡنِعِىۡ رُءُوۡسِهِمۡ ﴾ ''اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ

اور (اے نبی!) لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب انھیں عذاب آلے گا تو ظالم کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی مدت تک

قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ

مہلت دے (تاکہ) ہم تیری دعوت قبول کریں اور رسولوں کی اتباع کریں۔ (ان سے کہا جائے گا:) کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے

زَوَالٍ ﴿44﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا

کہ تمھارے لیے کوئی زوال نہیں؟ ﴿44﴾ اور تم ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں آباد تھے جنھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا اور تم پر واضح ہو چکا تھا کہ

بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿45﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ

ہم نے ان سے کیا سلوک کیا تھا، اور ہم نے تمھارے لیے مثالیں بیان کی تھیں ﴿45﴾ اور یقیناً وہ اپنی چالیں چل چکے اور ان کی سب چالیں اللہ کے

كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿46﴾

پاس ہیں اور ان کی چالیں ایسی نہ تھیں کہ ان کی وجہ سے پہاڑ ہل جاتے ﴿46﴾

ان الفاظ کے یہی معنی بیان کیے ہیں کہ وہ سروں کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔[1] ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ﴾ ''ان کی نگاہ ان کی طرف لوٹ نہ سکے گی۔'' یعنی ان کی نظریں اڑی ہوئی ہوں گی، وہ ٹکٹکی باندھے مسلسل دیکھ رہے ہوں گے اور ہولنا کی، دہشت نا کی، فکر اور خوف کے باعث لمحہ بھر کے لیے بھی آنکھیں جھپک نہیں سکیں گے۔ اس دن کی ہولنا کیوں سے اللہ رب ذوالجلال کی پناہ! پھر فرمایا: ﴿وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴾ ''اور ان کے دل خالی ہوں گے۔'' یعنی ان کے دل جھکے ہوئے ہوں گے، خالی ہوں گے، ڈر اور خوف کی کثرت کے باعث دلوں میں کچھ نہیں ہوگا، اسی لیے امام قتادہ اور مفسرین کی ایک جماعت نے فرمایا ہے کہ ان کے دلوں کی جگہیں خالی ہوں گی کیونکہ دل تو شدت خوف کے باعث اپنی جگہوں سے نکل کر حلقوں کے پاس پہنچ چکے ہوں گے۔[2] پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے: (دیکھیے آیات: 44-46)

## تفسیر آیات: 44-46

**عذاب آنے کے بعد مہلت نہیں:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظالم لوگ جب عذاب کو دیکھیں گے تو یہ کہیں گے: ﴿رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مدت مہلت عطا کرتا کہ ہم تیری دعوت (توحید) قبول کریں اور (تیرے) پیغمبروں کے پیچھے چلیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ﴾ (المؤمنون 23:99) ''حتی کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے گی تو وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے (پھر دنیا میں) واپس بھیج دے۔'' اور فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○﴾ (المنفقون 63:9،10)

[1] تفسیر الطبری: 13/313. [2] تفسیر الطبری: 13/316.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



’’مومنو! تمھارا مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ اور جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس (وقت) سے پیشتر خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے تو (اس وقت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔‘‘ اور اللہ تعالیٰ نے محشر میں ان کے حال کی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝ ﴾ (السجدة 32:12) ’’اور کاش! آپ دیکھیں جب گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:27) ’’اور کاش! آپ انھیں اس وقت دیکھیں جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے اور کہیں گے کہ اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں تا کہ اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝ ﴾ (فاطر 35:37) ’’وہ اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو نکال لے (اب) ہم نیک عمل کریں گے، نہ کہ وہ جو (پہلے) کرتے تھے۔ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہتا سوچ لیتا۔ اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا، پس (اب مزے) چکھو! ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔‘‘

اور یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کے جواب میں فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴾ ’’کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم کو (اس حال سے جس میں تم ہو) زوال نہیں ہوگا۔‘‘ یعنی کیا تم اپنی اس حالت سے پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم کو اس حال سے جس میں تم ہو کبھی بھی زوال نہیں ہوگا اور نہ کبھی تمھیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور نہ جزا و سزا کا معاملہ ہوگا، لہٰذا اپنی ان بداعمالیوں کا آج مزا چکھو۔ مجاہد اور کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے: ﴿ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تم دنیا سے آخرت کی طرف کبھی منتقل نہیں ہو گے۔[1] جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (النحل 16:38) ’’اور یہ اللہ کی پختہ قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ اسے (دوبارہ) نہیں اٹھائے گا۔ ہرگز نہیں! (بلکہ وہ اٹھائے گا) یہ (اللہ کا) وعدہ سچا ہے اور اس کے ذمے ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴾ ’’اور جو (لوگ) اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے، تم ان لوگوں کی بستیوں میں رہتے تھے اور تم پر ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان لوگوں

[1] تفسیر الطبری: 13/318.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے ساتھ کس طرح (کا معاملہ) کیا تھا اور ہم نے تمھارے (سمجھانے کے) لیے مثالیں بیان کر دی تھیں۔'' یعنی تم نے دیکھا بھی اور تمھیں خبریں بھی پہنچیں کہ ہم نے تم سے پہلے تکذیب کرنے والی امتوں پر کس طرح عذاب اتارا تھا لیکن تم نے اس سے کوئی عبرت حاصل کی اور نہ ہی جس عذاب میں ہم نے انھیں مبتلا کیا تھا اس سے کوئی نصیحت حاصل کی۔ ﴿ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴾ (القمر 5:54) ''اور کامل دانائی (کی کتاب میں)، پھر محض ڈرانا (ان کو) کچھ فائدہ نہیں دیتا۔''

شعبہ نے ابواسحاق سے، انھوں نے عبدالرحمٰن [1] سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ: ﴿ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴾ ''گو وہ تدبیریں ایسی (غضب کی) نہ تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ہل جاتے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رب تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کیا تھا اس نے دو چھوٹے گدھ لیے اور انھیں پالا پوسا حتی کہ وہ مضبوط و توانا اور جوان ہوگئے، پھر اس نے ان دونوں کے ایک ایک پاؤں کو ایک تابوت کے کیل کے ساتھ باندھ دیا اور بھوکا رکھنا شروع کر دیا اور وہ خود اور ایک دوسرا شخص تابوت میں بیٹھ گئے، تابوت کے اوپر اس نے ایک عصا کھڑا کر دیا اور عصا کے کنارے پر گوشت باندھ دیا تھا، گوشت کو دیکھ کر یہ دونوں گدھ اس کی طرف لپکے تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ دیکھو تم کیا دیکھ رہے ہو۔ اس نے کہا کہ ہاں، میں یہ یہ چیزیں دیکھ رہا ہوں حتی کہ اس نے کہا کہ میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ دنیا ساری کی ساری کھیاں ہے، اس نے عصا کو ہلایا تو دونوں گدھ نیچے گر گئے اور یہی مفہوم اس ارشاد باری تعالیٰ کا ہے: [وَاِنْ كَادَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ] ''اور ان کی چال ایسی تھی قریب تھا کہ ان کی وجہ سے پہاڑ ہل جاتے۔'' ابواسحاق کہتے ہیں کہ عبداللہ کی قراءت میں اسی طرح ہے: [وَاِنْ كَادَ مَكْرُهُمْ] [2]

مجاہد نے یہ قصہ بخت نصر کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ جب اس کی نظر زمین اور اس کے باشندوں سے منقطع ہوگئی تو آواز دی گئی کہ اے سرکش! اب تیرا کیا ارادہ ہے؟ یہ آواز سن کر وہ ڈر گیا، پھر اس نے اپنے اوپر آواز سنی تو اس نے نیزے گاڑ دیے اور ان پر گدھ بٹھا دیے، پہاڑ ان کے گرنے کو دیکھ کر ڈر گئے اور قریب تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔ یہی معنی ہیں اس آیت کریمہ کے: ﴿ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴾ ''اور ان کی چالیں ایسی نہ تھیں کہ ان کی وجہ سے پہاڑ ہل جائیں۔'' [3]

ابن جریج نے نقل کیا ہے کہ مجاہد نے اس آیت کریمہ کو پہلے لام کے فتحہ اور دوسرے لام کے ضمہ کے ساتھ یعنی [لَتَزُوْلُ] پڑھا ہے۔ [4] اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان کی تدبیریں ایسی نہ تھیں کہ ان سے پہاڑ ٹل جائیں۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ [5] اور امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اس کا مفہوم یہی بیان کیا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ جو شرک اور کفر کیا تو اس نے پہاڑوں کو یا کسی اور چیز

---

[1] عبدالرحمٰن کے والد کا نام علماء نے واصل، دانیل، دنیال وغیرہ نقل کیا ہے۔ واللہ أعلم۔ [2] تفسیر الطبری:320/13 ملحوظہ: تفسیر طبری میں ﴿ وَاِنْ كَانَ ...... ﴾ ہی ہے، البتہ امام قرطبی نے اپنی تفسیر:380/9 پر امام ابن کثیر کے مطابق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے [وَاِنْ كَادَ ......] کی قراءت بیان فرمائی ہے۔ [3] تفسیر الطبری:321,320/13. [4] تفسیر الطبری:321/13. [5] تفسیر الطبری:

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿47﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ

چنانچہ آپ ہرگز خیال نہ کریں کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا۔ بے شک اللہ غالب ہے، انتقام لینے والا ﴿47﴾ جس دن یہ زمین

الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿48﴾

دوسری زمین سے بدل دی جائے گی، اور آسمان بھی، اور لوگ اللہ، واحد، قہر والے کے سامنے (پیش) ہوں گے ﴿48﴾

کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ ان کے کفر و شرک کا وبال خود انھی کے لیے ہے۔ ① یہ آیت کریمہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے مشابہ ہے: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾ (بنی إسرآءیل 37:17) ”اور زمین پر اکڑ کر (اور تن کر) مت چل کہ بے شک تو ہرگز نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ تو ہرگز طول میں پہاڑوں (کی چوٹیوں) تک پہنچ سکتا ہے۔“

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں دوسرا قول جو علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہاں مکر سے مراد ان کا شرک ہے اور یہ آیت کریمہ حسبِ ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۙ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾ (مریم 91,90:19) ”قریب ہے کہ اس (افترا) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں اس (بات) پر کہ انھوں نے اللہ کے لیے بیٹا تجویز کیا۔“ ضحاک اور قتادہ کا قول بھی یہی ہے کہ یہاں مکر سے مراد ان کا شرک ہے۔ ②

### تفسیر آیات: 48,47

**اللہ تعالیٰ وعدے کے خلاف نہیں کرتا:** اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو دہراتے اور اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ﴾ ”چنانچہ آپ ہرگز خیال نہ کریں کہ اللہ نے جو اپنے پیغمبروں سے وعدہ کیا ہے اس کے خلاف کرے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے جو یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی انھیں اپنی نصرت سے شاد کام فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی کے بارے میں یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ بہت زبردست ہے، کوئی چیز اس کے ارادے میں حائل نہیں ہو سکتی اور نہ اس پر غالب آ سکتی ہے اور جو اس کی ذات اقدس کا انکار اور کفر کرے تو وہ اس سے انتقام لے سکتا ہے، لہٰذا ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (المرسلٰت 15:77) ”اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔“

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ﴾ ”جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیے جائیں گے۔)“ یعنی اس کا یہ وعدہ اس دن پورا ہو گا جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور وہ زمین اس مألوف و معروف زمین جیسی نہ ہو گی جیسا کہ صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، میں

① تفسیر الطبری: 325/13. ② تفسیر الطبری: 323,322/13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى أَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ۔ قَالَ سَهْلٌ۔ أَوْ غَيْرُهُ۔: لَيْسَ فِيهَا مَعْلَمٌ لِّأَحَدٍ] ''روز قیامت لوگوں کو ایک ایسی زمین پر اکٹھا کیا جائے گا جو سفید سرخی مائل صاف گول روٹی کی طرح ہوگی اور اس میں کسی کے لیے کوئی نشان نہ ہوگا (بالکل ہموار ہوگی۔)''[1]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ ......﴾ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: [عَلَى الصِّرَاطِ] ''پل صراط پر۔''[2] اسے صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے امام بخاری نے نہیں۔ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔[3]

امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا تھا، آپ کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور اس نے کہا: اے (محمد ﷺ!) آپ پر سلام ہو۔ میں نے اسے زور کا ایک دھکا دیا قریب تھا کہ وہ گر جاتا، اس نے کہا کہ تم مجھے دھکا کیوں دیتے ہو۔ میں نے کہا: تم اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں کہتے؟ یہودی نے جواب دیا: ہم آپ کو اسی نام سے پکاریں گے جو آپ کے گھر والوں نے آپ کا نام رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ اسْمِي مُحَمَّدٌ الَّذِي سَمَّانِي بِهِ أَهْلِي، فَقَالَ الْيَهُودِيُّ: جِئْتُ أَسْأَلُكَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَيَنْفَعُكَ شَيْءٌ إِنْ حَدَّثْتُكَ؟ قَالَ: أَسْمَعُ بِأُذُنَيَّ، فَنَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِعُودٍ مَّعَهُ، فَقَالَ: سَلْ! فَقَالَ الْيَهُودِيُّ: أَيْنَ يَكُونُ النَّاسُ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: هُمْ فِي الظُّلْمَةِ دُونَ الْجِسْرِ، قَالَ: فَمَنْ أَوَّلُ النَّاسِ إِجَازَةً ؟ قَالَ: فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ، قَالَ الْيَهُودِيُّ: فَمَا تُحْفَتُهُمْ حِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ؟ قَالَ: زِيَادَةُ كَبِدِ النُّونِ، قَالَ: فَمَا غِذَاؤُهُمْ عَلٰى إِثْرِهَا؟ قَالَ: يُنْحَرُ لَهُمْ ثَوْرُ الْجَنَّةِ الَّذِي كَانَ يَأْكُلُ مِنْ أَطْرَافِهَا، قَالَ: فَمَا شَرَابُهُمْ عَلَيْهِ؟ قَالَ: مِنْ عَيْنٍ فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: وَجِئْتُ أَسْأَلُكَ عَنْ شَيْءٍ لَّا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ رَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ. قَالَ: يَنْفَعُكَ إِنْ حَدَّثْتُكَ؟ قَالَ: أَسْمَعُ بِأُذُنَيَّ، قَالَ جِئْتُ أَسْأَلُكَ عَنِ الْوَلَدِ؟ قَالَ: مَاءُ الرَّجُلِ أَبْيَضُ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ أَصْفَرُ، فَإِذَا اجْتَمَعَا، فَعَلَا مَنِيُّ الرَّجُلِ مَنِيَّ الْمَرْأَةِ أَذْكَرَا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَإِذَا عَلَا مَنِيُّ الْمَرْأَةِ مَنِيَّ الرَّجُلِ، آنَثَا بِإِذْنِ اللّٰهِ، قَالَ الْيَهُودِيُّ: لَقَدْ صَدَقْتَ، وَإِنَّكَ لَنَبِيٌّ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَذَهَبَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَقَدْ سَأَلَنِي هٰذَا عَنِ الَّذِي سَأَلَنِي عَنْهُ، وَمَا لِي عِلْمٌ بِشَيْءٍ مِّنْهُ حَتّٰى أَتَانِيَ اللّٰهُ بِهِ]

---

① صحيح البخاري، الرقاق، باب يقبض الله الأرض يوم القيامة......، حديث: 6521 وصحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب في البعث والنشور......، حديث: 2790. ② مسند أحمد: 35/6. ③ صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب في البعث والنشور......، حديث: 2791 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة إبراهيم، حديث: 3121 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر البعث، حديث: 4279.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَ تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿49﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى

اور اس دن آپ تمام مجرم زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھیں گے ﴿49﴾ ان کے کرتے گندھک کے ہوں گے، اور آگ ان کے

وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿50﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿51﴾

چہروں کو ڈھانپتی ہو گی ﴿50﴾ تا کہ اللہ ہر نفس کو (اس عمل کی) جزا دے جو اس نے کمایا۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ﴿51﴾

''یقیناً میرا نام محمد ہے جو میرے گھر والوں نے رکھا ہے۔ یہودی نے عرض کی کہ میں آپ سے ایک سوال پوچھنے آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے بیان کروں تو کیا تمھیں اس سے کچھ فائدہ ہوگا۔ یہودی نے جواب دیا کہ میں آپ کی بات کو پوری توجہ سے سنوں گا، رسول اللہ ﷺ نے اس لکڑی کے ساتھ زمین کو کریدتے ہوئے جو آپ کے پاس تھی، فرمایا: ہاں تم پوچھو، تو یہودی نے پوچھا کہ جس دن یہ زمین دوسری زمین سے اور آسمان دوسرے آسمان سے بدل دیے جائیں گے، اس دن لوگ کہاں ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ پل سے ورے اندھیرے میں ہوں گے۔ یہودی نے پوچھا کہ سب سے پہلے کن لوگوں کو اجازت ملے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فقراء مہاجرین کو، یہودی نے پوچھا کہ جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو انھیں کیا تحفہ ملے گا۔ فرمایا: مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا حصہ۔ یہودی نے پوچھا کہ اس کے بعد انھیں کیا غذا دی جائے گی۔ آپ نے فرمایا: ان کے لیے جنت کے اس بیل کو ذبح کیا جائے گا جو جنت ہی کی اطراف واکناف میں چرا کرتا تھا، یہودی نے پوچھا کہ اس کھانے کے ساتھ وہ کیا پئیں گے۔ آپ نے فرمایا: وہ جنت کے ایک ایسے چشمے سے پانی پئیں گے جس کا نام سلسبیل ہوگا۔ یہ سن کر یہودی نے کہا کہ آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے، پھر یہودی نے کہا کہ میں آپ سے ایک ایسا سوال بھی پوچھنے آیا ہوں جس کا جواب تمام اہل زمین میں سے سوائے نبی کے یا ایک دو آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا، آپ نے فرمایا: اگر میں تم سے بیان کروں تو کیا تمھیں اس سے فائدہ ہوگا۔ اس نے عرض کی: میں آپ کی بات پوری توجہ سے سنوں گا، اس نے کہا کہ میں آپ سے بچے کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں، آپ نے فرمایا: مرد کا پانی سفید رنگ کا اور عورت کا پانی پیلے رنگ کا ہوتا ہے اور جب یہ دونوں پانی جمع ہو جائیں اور مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے لڑکے کو جنم دیتے ہیں اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے لڑکی کو جنم دیتے ہیں۔ یہودی نے کہا کہ آپ نے بالکل سچ فرمایا: آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور پھر وہ چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے جانے کے بعد فرمایا: اس شخص نے مجھ سے جو سوالات پوچھے ہیں ان کے بارے میں مجھے پہلے کوئی علم نہ تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے بارے میں علم عطا فرما دیا۔''[1]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَبَرَزُوْا﴾ ''اور سامنے (کھڑے) ہوں گے۔'' یعنی تمام کے تمام لوگ اپنی قبروں سے باہر نکل کھڑے ہوں گے۔ ﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿48﴾﴾ ''اللہ کے لیے جو یگانہ و زبردست ہے۔'' یعنی اس ذات گرامی کے سامنے جو ہر چیز

① صحيح مسلم، الحيض، باب بيان صفة مني الرجل والمرأة......، حديث: 315.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پر غالب ہے اور جس کے سامنے سب کی گردنیں جھکی ہوئی اور عقلیں ماند پڑ گئی ہیں۔

**تفسیر آیات:49-51**

**روز قیامت مجرموں کے احوال:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیے جائیں گے اور تمام مخلوقات اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے نکل کھڑی ہوں گی تو اے محمد (ﷺ!) اس دن آپ کفر اور فساد کی صورت میں جرم کرنے والے مجرموں کو (اس حال میں) دیکھیں گے: ﴿مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴾ ''زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔'' یعنی ہر جنس اور ہر شکل کے مجرموں کو اپنی اپنی جنس اور اپنی اپنی صنف کے ساتھ ملا دیا جائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ ......﴾ الآیة (الصّٰٓفّٰت 22:37) ''جو لوگ ظلم کرتے تھے ان کو اور ان کے جوڑوں کو جمع کرلو......'' اور فرمایا: ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴾ (التکویر 7:81) ''اور جب روحیں (بدنوں سے) ملا دی جائیں گی۔'' اور فرمایا: ﴿وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴾ (الفرقان 13:25) ''اور جب یہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں (زنجیروں میں) جکڑ کر ڈالے جائیں گے تو وہ وہاں ہلاکت کو پکاریں گے۔'' اور فرمایا ﴿وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝﴾ (صٓ 38,37:38) ''اور شیاطین کو بھی (ان کے زیر فرمان کیا) یہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ مارنے والے تھے۔ اور دوسروں کو بھی (جو) زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، اعمش اور عبدالرحمٰن بن زید رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿الْاَصْفَادِ ﴾ کے معنی زنجیروں کے ہیں۔[1] اور یہی معنی عربی لغت میں مشہور ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ﴾ ''ان کے کُرتے گندھک کے ہوں گے۔'' یعنی جس لباس کو وہ پہنیں گے وہ گندھک کا ہوگا۔ گندھک وہ ہے جس کے ساتھ اونٹوں کی مالش کی جاتی ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ چیز ہے جو آگ کو سب سے زیادہ پکڑنے والی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ﴿قَطِرَانٍ﴾ سے مراد پگھلا ہوا تانبا ہے، اس لیے وہ کبھی اس طرح بھی پڑھتے تھے: [سَرَابِيلُهُمْ مِّنْ قِطْرٍ آنٍ] یعنی ان کا لباس ایسے گرم تانبے سے بنا ہوگا جس کی گرمی انتہا کو پہنچی ہوگی۔ مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن اور قتادہ رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴾ ''اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ رہی ہوگی۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون 104:23) ''آگ ان کے چہروں کو جھلس دے گی اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن اسحاق نے بیان کیا کہ ہمیں ابان بن یزید نے یحییٰ بن ابو کثیر سے، انھوں نے زید سے، انھوں نے ابو سلام سے اور انھوں نے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَرْبَعٌ مِّنَ الْجَاهِلِيَّةِ

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 2254/7. [2] تفسیر القرطبی: 385/9 والدر المنثور: 170/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ

یہ (قرآن) لوگوں کے لیے ایک پیغام ہے اور تاکہ اس کے ذریعے سے انھیں ڈرایا جائے، اور تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ بے شک وہی (اللہ) معبود

اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿52﴾ 7 ع 11 19

واحد ہے، اور تاکہ عقل مند نصیحت حاصل کریں ﴿52﴾

لَا يَتْرُكُونَهُنَّ: اَلْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْإِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ، وَالنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ أَوْ دِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ] ”جاہلیت کی چار چیزیں باقی رہیں گی جنھیں نہیں چھوڑیں گے: (1) حسب پر فخر۔ (2) نسب پر طعن۔ (3) ستاروں سے بارش طلب کرنا اور (4) میت پر نوحہ کرنا۔ اور نوحہ کرنے والی عورت اگر موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے قیامت کے دن اس طرح کھڑا کیا جائے گا کہ اس کا کرتا گندھک کا یا اوڑھنی خارش والی ہوگی۔“[1] اس کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے۔[2] امام بخاری نے نہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ﴾ ”یہ اس لیے کہ اللہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دے۔“ یعنی قیامت کے دن جیسا کہ فرمایا: ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴾ (النجم 31:53) ”تاکہ جن لوگوں نے برے کام کیے ان کو ان کے اعمال کا (برا) بدلہ دے اور جنھوں نے اچھائیاں کیں انھیں اچھا بدلہ دے۔“

اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿51﴾ ﴾ ”بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔“ یعنی جب وہ اپنے بندے کا محاسبہ کرے گا تو اس سے جلد حساب لے لے گا کیونکہ وہ ہر چیز جانتا ہے اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ اس کی قدرت کے سامنے ساری مخلوق ایسے ہے جیسے کوئی ایک انسان ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ (لقمٰن 28:31) ”(اللہ کو) تمھارا پیدا کرنا اور تمھیں دوبارہ اٹھانا ایسا ہی ہے جیسے ایک نفس کو پیدا کرنا ہے۔“ اور یہی معنی ہیں مجاہد کے اس قول کے کہ وہ شمار کرنے اور گننے کے اعتبار سے جلد حساب لینے والا ہے۔

### تفسیر آیت: 52

**اللہ کا پیغام:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ﴾ (الأنعام 19:6) ”تاکہ اس کے ذریعے سے میں تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کر دوں۔“ یعنی یہ قرآن تمام انسانوں اور جنوں کی طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے جیسا کہ اس سورۂ مبارکہ کے آغاز میں فرمایا: ﴿ الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ (إبراهيم 1:14) ”الٓرٰ۔ (یہ) ایک (پرنور) کتاب ہے اس کو ہم نے آپ پر اس لیے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔“

---

[1] مسند أحمد: 5/342، 343. [2] صحيح مسلم، الجنائز، باب التشديد في النياحة، حديث: 934.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾ ''اور تا کہ اس کے ذریعے سے انھیں ڈرایا جائے اور بے شک وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود ہے۔'' یعنی اس (قرآن) میں موجود دلائل و براہین سے وہ اس بات پر استدلال کریں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ ﴿ وَلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝52 ﴾ ''اور تا کہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔''

سورۂ ابراہیم کی تفسیر مکمل ہوئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# تفسیر سورۂ حجر

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ① رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا

الٓرٰ. یہ آیات ہیں کتاب اور قرآن مبین کی ① کسی وقت کافر چاہیں گے کاش کہ وہ مسلمان ہوتے ② (اے نبی!) انھیں چھوڑ دیجیے، وہ کھائیں

مُسْلِمِيْنَ ② ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ③

(پئیں) اور فائدہ اٹھائیں، اور (جھوٹی) امید انھیں غفلت میں ڈالے رکھے، پھر جلد ان کو معلوم ہو جائے گا ③

## تفسیر آیات :1-3

**کفار کسی وقت تمنا کریں گے کہ کاش! وہ مسلمان ہوتے:** حروف مقطعات کے متعلق شروع میں بحث گزر چکی ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے۔'' یعنی کافروں کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ ایک وقت آئے گا جب وہ اپنے کفر پر ندامت کا اظہار کریں گے اور تمنا کریں گے کہ اے کاش! وہ دنیا میں مسلمان ہوتے۔ سفیان ثوری نے سَلَمہ بن کُہَیل سے، انھوں نے ابوزَعراء سے اور انھوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ: ﴿ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ② ﴾ ''کسی وقت کافر چاہیں گے کہ کاش! وہ مسلمان ہوتے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ ان جہنمیوں کے بارے میں ہے جو یہ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کو جہنم سے باہر نکالا جا رہا ہے۔[1] ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ وہ اس آیت کی یہ تفسیر بیان کیا کرتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ گناہ گار مسلمانوں کو جہنم میں مشرکوں کے ساتھ یکجا کر دے گا تو مشرک ان سے کہیں گے کہ جس کی تم دنیا میں عبادت کرتے تھے وہ تمھارے کچھ کام نہ آیا تو مشرکوں کی یہ بات سن کر اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے اور وہ اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت سے گناہ گار مسلمانوں کو جہنم سے باہر نکال دیں گے اور اسی وقت کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ② ﴾ ''کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ اے کاش! وہ مسلمان ہوتے۔''[2]

① تفسیر الطبری:6/14. ② تفسیر الطبری:6/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ④ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا

اور ہم نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا ہے اس (کی تباہی) کے لیے لکھی ہوئی (میعاد) مقرر تھی ④ کوئی امت اپنے (مقرر) وقت سے نہ آگے نکل

وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ⑤

سکتی ہے اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے ⑤

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ⑥ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ

اور انھوں نے کہا: اے وہ شخص! جس پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا گیا ہے، یقیناً تو تو مجنون ہے ⑥ تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لے آتا اگر تو

كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑦ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ⑧ اِنَّا

سچوں میں سے ہے؟ ⑦ فرشتے تو ہم صرف حق (عذاب) کے ساتھ نازل کرتے ہیں اور پھر اس وقت ان (کفار) کو ڈھیل نہیں دی جاتی ⑧ بے شک

نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑨

ہم ہی نے یہ ذکر (قرآن) نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں ⑨

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا﴾ ''(اے نبی!) ان کو ان کے حال پر رہنے دیجیے کہ وہ کھائیں (پئیں) اور فائدے اٹھالیں۔'' یہ بہت سخت ڈانٹ ڈپٹ اور شدید ترین سرزنش ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۝﴾ (إبراهيم 30:14) ''کہہ دیجیے کہ (چندروز دنیا میں) فائدہ اٹھالو، پھر یقیناً تم کو دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' اور فرمایا ﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝﴾ (المرسلٰت 46:77) ''(اے جھٹلانے والو!) تم (دنیا میں) کچھ (دن) کھالو اور فائدے اٹھالو، بے شک تم مجرم ہو۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ﴾ ''اور (جھوٹی) امید ان کو (دنیا میں) غافل کیے رکھے۔'' توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے۔ ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ③﴾ ''عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔'' یعنی اس کا انجام۔

### تفسیر آیات: 5,4

**ہر بستی کے لیے ایک وقت مقرر ہے:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے کسی بھی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس وقت جب اس پر حجت تمام ہوگئی اور اس کی مہلت ختم ہوگئی اور اس نے کسی امت کی تباہی و بربادی کے لیے جو وقت مقرر کر رکھا ہوتا ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ یہ اہل مکہ کے لیے تنبیہ بھی تھی اور رہنمائی بھی کہ وہ اپنے شرک، عناد اور الحاد سے باز آجائیں کیونکہ ان جرائم کی وجہ سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ انھیں صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے۔

### تفسیر آیات: 9-6

**کفار کا رسول اللہ ﷺ کو مجنون قرار دینا اور نزول ملائکہ کا مطالبہ اور ان کا رد:** اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ کفار نے اپنے کفر، سرکشی اور عناد کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ﴾ ''اے وہ شخص! جس پر نصیحت (کی کتاب) نازل ہوئی ہے۔'' یعنی وہ جو اس کے نازل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ﴿اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ⑥﴾ ''یقیناً تو تو دیوانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ⑩ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ

اور یقیناً آپ سے پہلے ہم کئی گروہوں میں رسول بھیج چکے ہیں ⑩ اور ان کے پاس جو بھی رسول آیا وہ اس سے مذاق

يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑪ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ⑫ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ

کرتے تھے ⑪ ہم اسی طرح مجرموں کے دلوں میں ہلسی مذاق ڈالتے ہیں ⑫ وہ اس (قرآن) پر ایمان نہیں لاتے اور

سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ⑬

(یہی) پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے⑬

ہے۔'' یعنی ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم تیری اتباع کریں اور اس دین کو چھوڑ دیں جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے۔

﴿لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑦﴾ ''اگر تو سچا ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا؟'' یعنی جو اس بات کی گواہی دیتے کہ تو جو دین لے کر آیا ہے وہ سچا ہے جیسا کہ فرعون نے بھی کہا تھا: ﴿فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ○﴾ (الزخرف 53:43) ''پھر اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ اتارے گئے یا فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے؟'' کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ○ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ○﴾ (الفرقان 22,21:25) ''اور ان لوگوں نے کہا جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ نازل کیے گئے یا ہم اپنے پروردگار کو دیکھتے۔ بلاشبہ یہ اپنے نفسوں میں بڑائی رکھتے ہیں اور (اسی بنا پر) بڑے سرکش ہو رہے ہیں۔ جس دن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں کے لیے کوئی خوشی کی بات نہیں ہوگی اور وہ (فرشتے) کہیں گے: (تم پر جنت) ممنوع و حرام ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ⑧﴾ ''ہم فرشتوں کو نازل نہیں کرتے مگر حق (عذاب) کے ساتھ اور اس وقت ان (کفار) کو مہلت نہیں ملتی۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس آیت میں ﴿بِالْحَقِّ﴾ سے مراد رسالت اور عذاب ہے۔[1] پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسی نے کتاب نصیحت، یعنی قرآن کو نازل فرمایا ہے اور وہی تغیر و تبدل سے اس کی حفاظت فرمائے گا۔

### تفسیر آیات :10-13

**مشرکین کا اپنے رسولوں کے ساتھ استہزا:** اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر کفار قریش نے آپ کی تکذیب کی ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اللہ نے آپ سے پہلے بھی سابقہ تمام امتوں میں رسول بھیجے اور ہر امت نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور مذاق اڑایا، پھر ازراہ عناد و تکبر ہدایت کی اتباع سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ⑫﴾ ''ہم اسی طرح اس (گمراہی و کفر اور استہزا و شرک)

[1] تفسیر الطبری :11/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ⑭ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ

اور اگر ہم ان پر آسمان سے ایک دروازہ کھول دیں، پھر وہ اس پر چڑھنے لگیں ⑭ تب بھی وہ یہی کہیں گے کہ ہماری تو نظریں ہی بند کر دی

1 ع 15 1

اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ⑮

گئی ہیں، بلکہ ہم لوگوں پر جادو ہوا ہے ⑮

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ⑯ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ

اور یقیناً ہم نے آسمان میں ستارے بنائے اور اسے ناظرین کے لیے زینت دی ⑯ اور ہم نے انھیں ہر شیطان مردود سے محفوظ

رَّجِيْمٍ ⑰ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ⑱ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا

رکھا ⑰ مگر جو چوری چھپے سنے تو چمکتا شہاب (دہکتا شعلہ) اس کا پیچھا کرتا ہے ⑱ اور ہم نے زمین پھیلا دی اور اس میں پہاڑ

فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ⑲ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ

ڈال (گاڑ) دیے اور اس میں ہر چیز مناسب مقدار میں اگائی ⑲ اور ہم نے تمھارے لیے زمین میں معاش کے اسباب بنا دیے

لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ⑳

اور ان کے لیے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو ⑳

کو مجرموں کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔'' یہاں دلوں میں ڈالنے سے مراد شرک ہے۔[1]

اور ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ⑬ ﴾ ''اور پہلوں کی (یہی تباہی و بربادی کی) روش گزر چکی ہے۔'' یعنی یہ حقیقت معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں کو کس طرح تباہ و برباد کر دیا تھا جنھوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور اس نے دنیا و آخرت میں اپنے نبیوں اور ان کے پیروکاروں کو کس طرح نجات عطا فرمائی تھی۔

## تفسیر آیات: 15,14

**کفار نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لاتے:** اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے کفر، عناد اور سرکشی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو پھر بھی یہ تصدیق نہیں کریں گے بلکہ یہی کہیں گے: ﴿ اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا ﴾ ''ہماری تو نظریں ہی بند کر دی گئی ہیں۔'' مجاہد، ابن کثیر اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہماری آنکھیں بند کر دی گئی ہیں۔[2] قتادہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ ہماری آنکھیں پکڑی گئی ہیں جبکہ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ ہم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے اور ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔[3] ابن زید کہتے ہیں کہ السُّکران وہ ہوتا ہے جس میں عقل نہ ہو۔[4]

## تفسیر آیات: 20-16

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2258/7. ② تفسیر الطبری: 18,17/14. ③ تفسیر الطبری: 18/14. ④ تفسیر الطبری: 19/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**آسمانوں اورزمین میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے بلند و بالا اور ارفع واعلیٰ آسمانوں کو پیدا فرمایا اور انھیں مختلف نجوم و کواکب سے مزین فرمایا ہے جن میں سے بعض ثابت اور بعض سیارے ہیں۔ جو شخص ان کے نظام پر غور وفکر کرے گا اسے بہت سے عجائبات اور بے شمار روشن نشانات نظر آئیں گے کہ وہ حیران و ششدر رہ جائے گا۔ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ یہاں آیت کریمہ میں برج سے مراد ستارے ہیں[1] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا﴾ الآية (الفرقان 25:61) ''اور اللہ بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں ثوابت وسیارے بنائے......''

عطیہ عوفی کہتے ہیں کہ ﴿ بُرُوْجًا ﴾ سے یہاں مراد نگہبان ستاروں کے محلات ہیں۔[2] اللہ تعالیٰ نے شہابوں کو سرکش شیطانوں سے حفاظت کا ذریعہ بنا دیا ہے تاکہ وہ ملاء اعلیٰ کی بات کو نہ سن سکیں ان میں سے اگر کوئی سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بات سننے کے لیے پیش قدمی کرتا ہے تو ایک روشن انگارا آتا ہے اور وہ اسے تباہ کر دیتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ وہ شہاب ثاقب کے پہنچنے سے پہلے سنی ہوئی بات دوسرے شیطانوں تک منتقل کر دیتا ہے اور وہ دوسرا شیطان اسے اپنے دوست نجومی اور کاہن وغیرہ تک پہنچا دیتا ہے جیسا کہ درج ذیل صحیح حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِّقَوْلِهِ كَالسِّلْسِلَةِ عَلٰى صَفْوَانٍ] ''اللہ تعالیٰ جب آسمان میں کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے سامنے جھکتے ہوئے اپنے پروں کو اس طرح مارتے ہیں جیسے پتھر پر کوئی زنجیر کھینچی جا رہی ہو۔'' حدیث کے راوی علی بن عبداللہ کی روایت میں تو الفاظ یہیں تک ہیں جبکہ دیگر راویوں نے اس کے بعد یہ الفاظ بھی ذکر کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ان تک پہنچ جاتا ہے، اور جب ان کے دلوں سے اضطراب دور ہو جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تمھارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ نے حق فرمایا ہے اور وہ عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے۔ اس فیصلے کو چوری چھپے سننے والے بھی سن لیتے ہیں اور چوری سننے والے ایک دوسرے کے اوپر اس طرح ہوتے ہیں، سفیان نے اپنے ہاتھ سے اس طرح وضاحت کی کہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو کھول کر ایک دوسرے کے اوپر کھڑا کر دیا۔ کبھی یوں ہوتا ہے کہ قبل اس کے کہ سننے والا اس بات کو اپنے ساتھی تک پہنچائے، شہاب ثاقب آتا اور اسے جلا دیتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ شہاب ثاقب اسے نہیں لگتا اور یہ بات اپنے سے نیچے والے ساتھی کی طرف منتقل کر دیتا ہے حتی کہ وہ اسے زمین تک پہنچا دیتے ہیں۔ سفیان کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ پھر یہ بات زمین تک پہنچ جاتی ہے اور وہ اس جادوگر یا کاہن کے منہ میں ڈال دی جاتی ہے، پھر وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ بولتا ہے مگر پھر بھی اسے سچا سمجھا جاتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ کیا اس نے فلاں دن یہ نہیں کہا تھا کہ فلاں فلاں واقعات رونما ہوں گے اور وہ اسی طرح رونما ہو گئے، حالانکہ اس کی وہ پیش گوئی اس بات کی وجہ سے سچی ثابت ہوتی ہے جو آسمان سے سنی گئی ہوتی ہے۔[3]

---

[1] تفسير الطبرى:20/14. [2] تفسير ابن أبى حاتم:2259/7 وتفسير البغوى:52/3. [3] صحيح البخارى، التفسير، باب قوله: ﴿ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ ...... ﴾ (الحجر 18:15)، حديث:4701.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ٘ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿21﴾ وَ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ

اور ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہی ہیں، اور ہم ہر چیز معلوم مقدار ہی میں اتارتے ہیں ﴿21﴾ اور ہم نے بوجھل (بارآور) ہوائیں بھیجیں، پھر آسمان

لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ﴿22﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ

سے پانی نازل کیا، پھر وہ تمھیں پلایا، اور اس (پانی) کا ذخیرہ کرنے والے تم نہیں ہو ﴿22﴾ اور بلاشبہ ہم ہی زندگی اور موت دیتے ہیں، اور بے شک ہم

وَ نُمِیْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿23﴾ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا

ہی (سب کے) وارث ہیں ﴿23﴾ اور یقیناً ہمیں ان کا علم ہے جو تم میں سے پہلے گزر چکے اور ان کا (بھی) علم ہے جو پیچھے رہنے والے ہیں ﴿24﴾ اور (اے

الْمُسْتَاْخِرِیْنَ ﴿24﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿25﴾ ع 2 10 2

نبی!) بے شک آپ کا رب ہی انھیں اکٹھا کرے گا۔ بے شک وہ حکیم و علیم ہے ﴿25﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اس نے زمین کو پیدا فرمایا، پھیلایا، وسیع کیا اور بچھایا ہے، پھر اس نے اس میں اونچے اونچے پہاڑ، وادیاں، کھیت اور صحرا بنا دیے، پھر اس نے اس زمین سے رنگ رنگ کی فصلوں اور پھلوں کو پیدا فرمایا۔ ﴿وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿19﴾﴾ ''اور ہم نے اس میں ہر ایک چیز مناسب مقدار میں اگائی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿مَّوْزُوْنٍ ﴿19﴾﴾ کے معنی معلوم کے ہیں۔ سعید بن جبیر، عکرمہ، ابو مالک، مجاہد، حکم بن عتیبہ، حسن بن محمد، ابو صالح اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔①

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ﴾ ''اور ہم ہی نے تمھارے لیے اس میں معاش کے سامان پیدا کیے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم ہی نے تمھارے لیے زمین میں مختلف انواع و اقسام کے اسباب معیشت بھی مہیا کر دیے ہیں، مَعَایِشُ مَعِیشَةٌ کی جمع ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ ﴿20﴾﴾ ''اور ان کے لیے بھی جن کو تم روزی نہیں دیتے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ان سے مراد جانور اور مویشی وغیرہ ہیں۔② ابن جریر کہتے ہیں کہ ان سے مراد غلام، لونڈیاں، جانور اور مویشی ہیں۔③ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احسانات کا ذکر فرما رہا ہے کہ اسی نے اسباب معیشت اور کمانے کے مختلف طریقے آسان کر دیے ہیں۔ کچھ جانوروں کو سواری کے لیے مسخر کر دیا اور کچھ کو انسانوں کی خوراک بنا دیا ہے، غلاموں اور لونڈیوں کو خدمت میں لگا دیا ہے اور ان سب کا رزق ان کے ذمے نہیں بلکہ ان کے خالق و مالک کے ذمے ہے، یعنی منفعت تو ان سے یہ لوگ اٹھاتے ہیں مگر ان کا رزق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذمے ہے۔

## تفسیر آیات: 21-25

**ہر چیز کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ ہر چیز کا مالک ہے، ہر چیز اس کے لیے بہت ہی آسان ہے، اور تمام چیزوں کے خزانے اسی کے پاس ہیں ﴿وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿21﴾﴾ ''اور ہم ہر چیز بمقدار مناسب اتارتے رہتے ہیں۔'' جس طرح وہ چاہے اور جس طرح وہ ارادہ فرمائے اس میں بھی اس کی بے پایاں حکمت اور

① تفسیر الطبری: 23,22/14. ② تفسیر الطبری: 24/14. ③ تفسیر الطبری: 25/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنے بندوں پر رحمت کا ظہور ہے اس پر یہ واجب نہیں لیکن اس نے اپنی ذات پاک پر رحمت کو واجب قرار دے رکھا ہے۔ یزید بن ابوزیاد نے ابو جحیفہ سے اور انھوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی سال دوسرے سال سے زیادہ بارش والا نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا اپنے بندوں میں بارش کو تقسیم فرماتا رہتا ہے، ایک سال کہیں زیادہ بارش ہو جاتی ہے اور دوسرے سال کسی اور جگہ، پھر انھوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ ؗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ ''اور ہمارے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم ان کو بمقدار مناسب اتارتے رہتے ہیں۔''[1] اس کو امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔

**ہواؤں کے فائدے:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ ﴾ ''اور ہم ہی بوجھل ہوائیں بھیجتے ہیں۔'' یعنی جو بادلوں کو بھر دیتی ہیں اور ان سے پانی برستا ہے اور درختوں کو بھر دیتی ہیں اور ان کے پتے اور گوشے پھوٹنے لگتے ہیں۔ یہاں ﴿ الرِّیٰحَ ﴾ کا لفظ جمع کے صیغے کے ساتھ استعمال ہوا ہے تا کہ ان سے بار آوری ہو جبکہ قرآن مجید میں الریح العقیم ''نامبارک ہوا'' کا لفظ واحد استعمال ہوا ہے کیونکہ یہ ہوا بار آور نہیں ہوتی اور بار آوری دو یا دو سے زیادہ چیزوں ہی سے ہو سکتی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ﴿ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہوا کو بھیجا جاتا ہے اور وہ آسمان سے پانی لیتی، پھر بادلوں کو چلاتی ہے حتی کہ بادلوں سے اس طرح پانی برسنے لگتا ہے جس طرح بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی دودھ دیتی ہے۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابراہیم نخعی اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[3] ضحاک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہوا کو بادل پر بھیج دیتا ہے جو اسے بار آور کر دیتی ہے تو بادل پانی سے بھر جاتا ہے۔[4] عبید بن عمیر لیثی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خوشخبری دینے والی ہوا کو بھیجتا ہے تو وہ زمین میں جھاڑو دے دیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ ابھارنے والی ہوا کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو ابھارتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ جمع کرنے والی ہوا کو بھیجتا ہے، جو بادلوں کو جمع کر دیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ بار آور کرنے والی ہوا کو بھیجتا ہے جو درختوں کو بار آور کر دیتی ہے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ ﴾ ''اور ہم ہی بوجھل ہوائیں بھیجتے ہیں۔''[5]

**میٹھا پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ﴾ ''پھر ہم نے وہ تمھیں پلایا۔'' یعنی ہم نے تمھارے لیے میٹھا پانی نازل کیا ہے تاکہ تم اسے پی سکو اور اگر ہم چاہتے تو اس پانی کو کڑوا اور کھاری بنا دیتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ واقعہ میں فرمایا ہے: ﴿ اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾ (الواقعة 56:68-70) ''بھلا دیکھو تو، جو پانی تم پیتے ہو، کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کھارا کر دیں، پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟'' اور

[1] تفسیر الطبری: 26/14. [2] تفسیر الطبری: 28/14. [3] تفسیر الطبری: 29/14. [4] تفسیر ابن أبی حاتم: 2261/7. [5] تفسیر الطبری: 29/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ○ ﴾ (النحل 10:16) ''وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے آسمان سے پانی برسایا جسے تم پیتے ہو اور اسی سے درخت بھی (شاداب ہوتے ہیں) جن میں تم (اپنے جانور) چراتے ہو۔''

پھر فرمایا: ﴿ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴾ ''اور تم تو اس کا ذخیرہ نہیں رکھتے۔'' یعنی تم تو اس کی حفاظت نہیں کر سکتے بلکہ ہم ہی اسے نازل کرتے، اس کی تمھارے لیے حفاظت کرتے اور اس کو ندیوں اور چشموں کی صورت میں جاری کر دیتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو لے جائیں اور اسے ختم کر دیں لیکن اپنی رحمت سے ہم نے اسے نازل بھی فرمایا، میٹھا بھی بنایا اور چشموں، کنوؤں اور نہروں کی صورت میں اسے محفوظ بھی کر دیا تاکہ سارا سال محفوظ رہے اور لوگ خود بھی پیتے رہیں اور اپنے مویشیوں، کھیتوں اور باغات کو بھی سیراب کرتے رہیں۔

**مخلوق کو پہلی دفعہ اور دوبارہ پیدا کرنے پر اللہ کی قدرت:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ ﴾ ''اور بلاشبہ ہم ہی زندگی اور موت دیتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پہلی بار پیدا کرنے اور اسے دوبارہ زندہ کر دینے کے بارے میں اپنی قدرت کا بیان فرمایا ہے کہ اس کی ذات پاک نے مخلوق کو عدم سے وجود بخشا، پھر وہ انھیں موت دے گا اور ان سب کو قیامت کے دن اٹھائے گا۔ اور اس نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب کا وارث ہے اور ان سب کو ایک دن اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ پہلے اور پچھلے سب لوگوں کو جانتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴾ ''اور البتہ تحقیق جو لوگ تم میں سے پہلے گزر چکے ہیں ہمیں معلوم ہیں اور جو پیچھے آنے والے ہیں، وہ بھی ہمیں معلوم ہیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک جتنے لوگ فوت ہوئے ہیں وہ سب ﴿ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ ﴾ ''اگلے'' ہیں اور اب جس قدر لوگ زندہ ہیں اور جس قدر قیامت تک آئیں گے وہ سب ﴿ الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴾ ''پچھلے'' ہیں۔[1] عکرمہ، مجاہد، ضحاک، قتادہ، محمد بن کعب اور شعبی وغیرہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

ابن جریر نے محمد بن ابو معشر سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کو محمد بن کعب سے اس آیت کریمہ: ﴿ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴾ کے بارے میں تبادلہ خیال کرتے ہوئے سنا، عون نے کہا کہ اس آیت میں اگلے اور پچھلے لوگوں سے مراد نماز کی صفیں ہیں۔ محمد بن کعب نے کہا: نہیں، یہ بات درست نہیں بلکہ اگلوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو فوت یا قتل ہو گئے اور پچھلوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو بعد میں پیدا ہوں گے۔ ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور (اے نبی!) آپ کا پروردگار (قیامت کے دن) ان سب کو جمع کر دے گا، بے شک وہ بڑا دانا (اور) خبردار ہے۔'' یہ سن کر عون بن عبداللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قرآن

---

[1] تفسیر الطبری: 32/14 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2262/7. [2] تفسیر الطبری: 14/31-34.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿26﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ

اور یقیناً ہم نے انسان کو سڑے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے تخلیق کیا ہے ﴿26﴾ اور اس سے پہلے جنوں کو ہم نے سخت حرارت والی

قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿27﴾

آگ سے تخلیق کیا ﴿27﴾

فہمی کی مزید توفیق بخشے اور جزائے خیر سے نوازے۔[1]

**تفسیر آیات: 27,26**

**انسانوں اور جنوں کی تخلیق کا مادہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ یہاں ﴿صَلْصَالٍ﴾ سے مراد خشک مٹی ہے۔[2] اور یہ آیت کریمہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہی کی طرح ہے: ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝﴾ (الرحمٰن 55:14,15) ''اسی نے انسان کو ٹھیکری کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔''

مجاہد سے یہ روایت بھی ہے کہ ﴿صَلْصَالٍ﴾ بدبودار مٹی کو کہتے ہیں۔[3] لیکن آیت کی آیت کے ساتھ تفسیر کرنا زیادہ بہتر ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿26﴾﴾ ''سڑے ہوئے گارے سے۔'' یعنی ﴿صَلْصَالٍ﴾ کے معنی کھنکھناتا ہوا، ﴿حَمَاٍ﴾ کے معنی گارا اور ﴿مَّسْنُوْنٍ ﴿26﴾﴾ کے معنی سڑا ہوا ہیں۔ اور فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اور جنوں کو ہم نے اس سے بھی پہلے پیدا کیا تھا۔'' یعنی انسانوں سے پہلے ﴿مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿27﴾﴾ ''سخت حرارت والی آگ سے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سموم ایسی آگ کو کہتے ہیں جو قتل کردے۔[4] امام ابوداود طیالسی نے بیان کیا ہے کہ ہم سے شعبہ نے اور انھوں نے ابواسحاق سے روایت کیا کہ میں عمرو بن اصم کی بیمار پرسی کے لیے ان کے پاس گیا تو انھوں نے کہا: کیا میں آپ سے وہ بات نہ بیان کروں جو میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنی ہے؟ آپ فرماتے تھے کہ ہماری یہ آگ اس آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے جس سے جنوں کو پیدا کیا گیا تھا، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿27﴾﴾ ''اور جنوں کو ہم نے اس سے بھی پہلے سخت حرارت والی آگ سے پیدا کیا تھا۔''[5] اور صحیح حدیث میں ہے: [خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُّورٍ، وَّ خُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ، وَّ خُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ] ''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا ہے اور آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمھارے لیے (قرآن میں) بیان کیا گیا ہے (مٹی سے۔)''[6] اس آیت کریمہ سے مقصود آدم علیہ السلام کے شرف ان کے عنصر کی پاکیزگی اور ان کے مادے کی طہارت کی طرف توجہ دلانا ہے۔

---

[1] تفسیر الطبری: 32,31/14. [2] تفسیر الطبری: 37/14. [3] تفسیر الطبری: 39/14. [4] تفسیر الطبری: 40/14.
[5] المستدرك للحاكم، التفسير، سورة الرحمٰن: 474/2 و تفسير الطبري: 41/14، البتہ مسند ابی داود طیالسی میں یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔ [6] صحيح مسلم، الزهد......، باب في أحاديث متفرقة، حديث: 2996.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿28﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ

اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: بے شک میں سڑے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے ایک بشر تخلیق کرنے والا ہوں ﴿28﴾ پھر جب

وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿29﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿30﴾ اِلَّآ

میں اسے درست کرلوں اور اپنی روح سے اس میں پھونک دوں تو اس کے آگے سجدہ کرتے گر پڑنا ﴿29﴾ پھر سارے فرشتوں نے اکٹھے سجدہ

اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿31﴾ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ

کیا ﴿30﴾ سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا کہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو ﴿31﴾ اللہ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کیا ہے کہ تو سجدہ کرنے

السّٰجِدِیْنَ ﴿32﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿33﴾

والوں کے ساتھ شامل نہ ہوا؟ ﴿32﴾ اس نے کہا: میں ایسا نہیں کہ ایک بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ﴿33﴾

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿34﴾ وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿35﴾ قَالَ رَبِّ

اللہ نے فرمایا: پھر تو یہاں سے نکل جا، چنانچہ بلاشبہ تو مردود ہے ﴿34﴾ اور بے شک تجھ پر یوم جزا تک لعنت ہے ﴿35﴾ اس نے کہا: میرے رب! مجھے اس دن

فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿36﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿37﴾ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿38﴾

تک مہلت دے جب (لوگ دوبارہ) اٹھائے جائیں ﴿36﴾ اللہ نے فرمایا: بے شک تو مہلت دیے جانے والوں میں سے ہے ﴿37﴾ مقرر وقت کے دن تک ﴿38﴾

## تفسیر آیات: 28-33

**تخلیق آدم، فرشتوں کو سجدے کا حکم اور ابلیس کا انکار:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کا ان کی تخلیق سے قبل ہی فرشتوں میں ذکر فرمایا اور انھیں یہ شرف بخشا کہ اس نے فرشتوں کو انھیں سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سب فرشتوں نے انھیں سجدہ کیا مگر ابلیس نے حسد، کفر، عناد، تکبر اور باطل پر فخر کے باعث سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: ﴿لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿33﴾﴾ ”میں ایسا نہیں ہوں کہ ایک انسان کو سجدہ کروں جس کو تو نے سڑے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے بنایا ہے۔“ جیسا کہ اس نے کہا: ﴿اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ○﴾ (الأعراف 12:7) ”میں اس سے بہتر ہوں، مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے تو نے مٹی سے بنایا ہے۔“ اور یہ بھی کہا: ﴿اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ ز لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِیْلًا ○﴾ (بنی إسراءیل 62:17) ”بھلا دیکھ تو یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں تھوڑے سے لوگوں کے سوا اس کی (تمام) اولاد کی جڑ کاٹتا رہوں گا۔“

## تفسیر آیات: 34-38

**ابلیس کا جنت سے اخراج اور قیامت تک مہلت:** اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ابلیس کو حکم دیا جس کی نہ مخالفت کی جا سکتی تھی اور نہ ٹالا جا سکتا تھا کہ وہ اس مقام و مرتبہ سے نکل جائے جو اسے ملاء اعلیٰ میں حاصل ہے کیونکہ اب وہ مردود ہے اور اب روز قیامت تک اس پر مسلسل اور متواتر لعنت برستی رہے گی۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿39﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ

اس نے کہا: میرے رب! مجھ کو تیرے گمراہ کرنے کے سبب یقیناً میں ان (لوگوں) کے لیے زمین میں (گناہ) خوش نما بنادوں گا اور ان سب کو گمراہ

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿40﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿41﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا

کروں گا ﴿39﴾ تیرے ان بندوں کے سوا جو ان میں سے چنے ہوئے ہیں ﴿40﴾ اللہ نے فرمایا: یہی مجھ تک (پہنچانے والی) سیدھی راہ ہے ﴿41﴾ بے شک

مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿42﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿43﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ۭ

میرے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں، مگر گمراہوں میں سے (تیرا زور اس پر چلے گا) جس نے تیری اتباع کی ﴿42﴾ اور یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم

لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿44﴾ ع 3/19/3

ہے ﴿43﴾ اس کے سات دروازے ہیں، ان (گمراہوں) میں سے ہر دروازے کے لیے ایک تقسیم شدہ حصہ ہے ﴿44﴾

ابلیس پر لعنت فرمائی تو اس کی فرشتوں والی صورت تبدیل ہوگئی اور اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور قیامت تک دنیا میں ہر چیخ کا تعلق اسی سے ہے۔[1]

### تفسیر آیات:39-44

**ابلیس کا چیلنج اور اس کے لیے جہنم کی وعید:** اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی بغاوت و سرکشی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے رب تعالیٰ سے کہا: ﴿ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ ﴾ ''میرے پروردگار! جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے۔'' یعنی جس طرح تو نے مجھے رستے سے دور کر دیا اور الگ کر دیا ہے تو، ﴿ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ ﴾ ''یقیناً میں لوگوں کے لیے (گناہوں کو) آراستہ کر دکھاؤں گا۔'' یعنی آدم علیہ السلام کی اولاد کے لیے۔ ﴿ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''زمین میں۔'' یعنی میں انھیں گناہوں کی ترغیب دوں گا اور انھیں ان کا شوق دلاؤں گا، دلوں میں گناہوں کی محبت پیدا کروں گا۔ ﴿ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿39﴾ ﴾ ''اور البتہ میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا۔'' یعنی جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا اور اسے مجھ پر قدرت بخشی ہے (اسی طرح میں بھی اس کی ساری اولاد کو گمراہ کر دوں گا۔)

﴿ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿40﴾ ﴾ ''تیرے ان بندوں کے سوا جو ان میں سے چنے ہوئے ہیں۔'' جیسا کہ دوسری جگہ ابلیس نے کہا: ﴿ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ (بنی إسرآءیل 17:62) ''بھلا دیکھ تو یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت بخشی ہے اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو میں تھوڑے سے لوگوں کے سوا اس کی (تمام) اولاد کی جڑ کاٹتا رہوں گا۔'' اللہ تعالیٰ نے اسے ڈانٹ پلاتے اور سرزنش کرتے ہوئے کہا: ﴿ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿41﴾ ﴾ ''مجھ تک (پہنچنے کا) یہی سیدھا رستہ ہے۔'' یعنی تم سب نے ایک دن میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے اور میں ہی تمھارے اعمال کا بدلہ دوں گا اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا بدلہ اور اگر اعمال برے ہوئے تو برا بدلہ دوں گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴾ (الفجر 89:14) ''بے شک آپ کا پروردگار، البتہ گھات (تاک) میں ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ ﴾ (النحل 16:9) ''اور سیدھا رستہ تو اللہ تک (جا پہنچتا) ہے۔''

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 7/2265.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھر فرمایا: ﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ﴾ ''بے شک جو میرے (مخلص) بندے ہیں ان پر تیرا کوئی زور نہیں (کہ تو ان کو گناہ میں ڈال سکے۔)'' یعنی جن کے مقدر میں ہدایت میں نے لکھ دی ہے ان تک پہنچنے کے لیے تجھے کوئی رستہ ہی نہیں ملے گا۔ ﴿ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾ ﴾ ''صرف ان گمراہوں پر (تیرا زور چلے گا) جو تیرے پیچھے چل پڑے۔'' یہ استثنا منقطع ہے۔ امام ابن جریر نے یہاں یزید بن قُسَیط کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی مسجدیں، ان کی بستیوں سے باہر ہوتی تھیں جب نبی اپنے رب تعالیٰ سے کوئی بات پوچھنا چاہتے تو وہ اپنی مسجد میں چلے جاتے، اس میں جس قدر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماتا نماز ادا کرتے، پھر اپنے رب تعالیٰ سے سوال کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا دشمن (ابلیس) آیا اور وہ ان کے اور قبلے کے درمیان بیٹھ گیا تو اللہ تعالیٰ کے نبی نے کہا: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیمِ] ''میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' اللہ تعالیٰ کے دشمن نے کہا کہ یہ بتاؤ کہ جس سے تم نے پناہ چاہی ہے کیا وہ وہی ہے؟ اللہ تعالیٰ کے نبی نے پھر پڑھا: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیمِ] اور اسے تین بار پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کے دشمن نے کہا: تم یہ بتاؤ کہ مجھ سے کس طرح بچو گے؟ اس پر اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا: بلکہ تم یہ بتاؤ کہ ابن آدم پر کس طرح غالب آتے ہو؟ دوبارہ پوچھا اس کے بعد ہر ایک نے ایک دوسرے کو پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ کے نبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾ ﴾ ''بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں، (تیرا زور) صرف ان (گمراہوں) پر (چلے گا) جو تیرے پیچھے چل پڑے۔'' اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جواب دیا کہ ہاں یہ بات تو میں نے آپ کی ولادت سے بھی پہلے سنی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے نبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ ﴾ (الأعراف 7:200) ''اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کے دل میں کسی طرح کا وسوسہ پیدا ہو تو اللہ سے پناہ مانگیے۔ بے شک وہ خوب سننے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔'' واللہ! میں جب بھی تیرا کچھ وسوسہ محسوس کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے تیری پناہ مانگنے لگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جواب دیا کہ ہاں! آپ سچ کہتے ہیں، آپ اسی تعوذ کے ساتھ ہی مجھ سے بچ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا: [فَأَخْبِرْنِی بِأَیِّ شَیْءٍ تَغْلُبُ ابْنَ آدَمَ؟] ''اچھا یہ بتاؤ کہ تم ابن آدم پر کس چیز کے ساتھ غالب آتے ہو؟'' ابلیس نے جواب دیا کہ میں انسان کو غصے اور خواہش نفس کے وقت اپنے قابو میں کر لیتا ہوں......۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۳﴾ ﴾ ''اور یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔'' یعنی جو لوگ ابلیس کی پیروی کریں گے ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ ﴾ الآیة (ھود 11:17) ''اور ان گروہوں میں سے جو کوئی اس کا انکار کرے تو اس کا ٹھکانا آگ ہے......۔''

① تفسیر الطبری: 46/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ؁ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ؁ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ

بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے (45) (کہا جائے گا:) تم ان میں سلامتی سے باامن داخل ہو جاؤ (46) اور ان کے سینوں میں جو کینہ

صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ؁ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا

حسد ہوگا ہم نکال دیں گے، (وہ) تختوں پر آمنے سامنے (بیٹھے) بھائی بھائی ہوں گے (47) انھیں وہاں نہ کوئی تھکاوٹ (تکلیف) پہنچے گی اور نہ وہاں

هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ؁ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ؁ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ

سے نکالا جائے گا (48) (اے نبی!) میرے بندوں کو خبر سنا دیجیے کہ یقیناً میں خوب بخشنے والا (اور) خوب رحم کرنے والا ہوں (49) اور بے شک میرا عذاب

الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ؁

بھی بڑا دردناک عذاب ہے (50)

**جہنم کے سات دروازے ہیں:** پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں اور ﴿ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ؁ ﴾ ''ہر ایک دروازے کے لیے ایک تقسیم شدہ حصہ ہے۔'' یعنی ہر ایک دروازے سے داخل ہونے والے ابلیس کے پیروکاروں کو متعین کر دیا گیا ہے اور وہ اس دروازے سے ہر صورت میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ ہر شخص اپنے عمل کے مطابق ان دروازوں سے داخل ہوگا اور اپنے عمل کے مطابق ہی وہ جہنم کے درجے میں ہوگا۔ اس ارشاد باری تعالیٰ کے یہی معنی ہیں: ﴿ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ؁ ﴾ ''اور ہر ایک دروازے کے لیے ایک تقسیم شدہ حصہ ہے۔''

**تفسیر آیات: 45-50**

**اہل جنت کا تذکرہ:** اللہ تعالیٰ نے جب اہل دوزخ کا ذکر کیا تو اس کے بعد اہل جنت کا بھی تذکرہ فرمایا کہ وہ باغات اور چشموں میں ہوں گے اور ان سے کہا جائے گا: ﴿ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ؁ ﴾ ''تم ان میں سلامتی سے امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔'' یعنی تم آفتوں سے سلامت رہو گے اور تمھیں سلام کہا جائے گا اور تمھیں کوئی خوف وخطر نہ ہوگا بلکہ تم امن میں ہو گے اور اس بات کا بھی کوئی خدشہ دل میں نہ لاؤ کہ تمھیں یہاں سے کبھی نکال دیا جائے گا یا یہاں کی نعمتیں کبھی ختم ہو جائیں گی یا یہ جنت کبھی فنا ہو جائے گی۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ؁ ﴾ ''اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہوگی اس کو ہم نکال (کر صاف کر) دیں گے (گویا) بھائی بھائی تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔'' قاسم نے ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے دلوں میں دنیا والی کدورتیں اور کینے ہوں گے لیکن جب وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ کر ملاقات کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے دنیا کی تمام کدورتوں کو نکال دے گا، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ ﴾ ''اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہوگی ہم اس کو نکال دیں گے۔''[1] قاسم بن عبدالرحمٰن جب ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرے تو

[1] تفسیر الطبری: 48/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ضعیف ہے لیکن اس کی یہ روایت قتادہ کی اس روایت کے مطابق ہے جو وہ ابو متوکل ناجی سے بیان کرتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَخلُصُ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ فَيُحْبَسُونَ عَلَى قَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيُقْتَصُّ لِبَعْضِهِمْ مِّنْ بَعْضٍ مَّظَالِمُ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا، حَتّٰى إِذَا هُذِّبُوا وَنُقُّوا أُذِنَ لَهُمْ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ] ''مومن دوزخ سے نجات پا جائیں گے اور انھیں دوزخ اور بہشت کے درمیان ایک پل پر کھڑا کیا جائے گا، اور بعض سے بعض کی ان زیادتیوں کا بدلہ لیا جائے گا جو انھوں نے دنیا میں کی تھیں حتی کہ جب وہ پاک صاف ہو جائیں گے تو پھر انھیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔'' [1]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ ﴾ ''ان کو وہاں کوئی تکان نہ پہنچے گی۔'' یعنی انھیں وہاں کسی تکان کا سامنا ہوگا نہ کوئی ایذا دی جائے گی جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے: [(أَمَرَنِي رَبِّي أَنْ أُبَشِّرَ خَدِيجَةَ) بِبَيْتٍ مِّنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ] ''اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں خدیجہ کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دے دوں جو موتیوں سے بنا ہوگا اور اس میں نہ کوئی شور و غوغا ہوگا اور نہ کوئی تکان۔'' [2]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴿48﴾ ﴾ ''اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔'' جیسا کہ حدیث میں ہے: [إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا فَلَا تَسْقَمُوا أَبَدًا، وَّإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَعِيشُوا فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا، وَّإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوا فَلَا تَهْرَمُوا أَبَدًا، (وَّإِنَّ لَكُمْ أَنْ تُقِيمُوا فَلَا تَظْعَنُوا أَبَدًا)] ''اب تم ہمیشہ ہمیشہ تندرست رہو گے اور کبھی بھی بیمار نہ ہو گے۔ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہو گے۔ اور اب کبھی بھی فوت نہیں ہو گے، اب تم سدا جوان رہو گے اور کبھی بھی بوڑھے نہیں ہو گے۔ اور اب ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اور یہاں سے کبھی بھی نہیں جاؤ گے۔'' [3] اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: ﴿ خٰلِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ ﴾ (الکہف 18:108) ''ہمیشہ ان میں رہیں گے اور وہاں سے جگہ بدلنا نہیں چاہیں گے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيٓ أَنِّيٓ أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿49﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿50﴾ ﴾ ''(اے پیغمبر!) آپ میرے بندوں کو بتا دیں کہ میں بڑا بخشنے والا (اور) نہایت مہربان ہوں۔ اور بے شک میرا عذاب بھی درد دینے والا

[1] صحيح البخاري، الرقاق، باب القصاص يوم القيامة، حديث:6535. [2] صحيح البخاري، العمرة، باب متى يحل المعتمر؟ حديث:1792 و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل خديجة أم المؤمنين رضي الله عنها، حديث: 2433 عن عبدالله بن أبي أوفى رضی اللہ عنہ. البتہ اس کا ابتدائی حصہ مسند أحمد:279/6 عن عائشة رضی اللہ عنہا کے مطابق ہے۔ [3] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب في دوام نعيم أهل الجنة......، حديث:2837 صحیح مسلم میں تعيشوا کے بجائے تَحيَوا ہے جبکہ قوسین والا جملہ ہمیں مرفوعاً نہیں ملا، البتہ اس کے بجائے [وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا فَلَا تَبْأَسُوا أَبَدًا] ''اور بے شک تم ہمیشہ ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے کبھی بدحال نہیں ہو گے'' کے الفاظ ہیں۔ دیکھیے صحيح مسلم حوالۂ مذکورہ اور جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الزمر، حديث: 3246. اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اس طرح کے الفاظ مروی ہیں: [وَتُقِيمُونَ فَلَا تَظْعَنُونَ أَبَدًا] دیکھیے مسند ابن الجعد: 374 ، حديث:2569.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿51﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿52﴾ قَالُوْا وقف لازم

اور انھیں ابراہیم کے مہمانوں کی خبر سنا دیجیے ﴿51﴾ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو انھوں نے سلام کیا، اس نے کہا: بے شک ہم تم سے ڈرتے ہیں ﴿52﴾ وہ

لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿53﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ

بولے: ڈرمت، بے شک ہم تجھے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں ﴿53﴾ ابراہیم نے کہا: کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو جبکہ مجھ پر بڑھاپا آچکا؟

تُبَشِّرُوْنَ ﴿54﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿55﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ

چنانچہ (اب) کس بنا پر بشارت دیتے ہو؟ ﴿54﴾ وہ بولے: ہم نے تجھے حق (امر واقعی) کی بشارت دی ہے، چنانچہ تو ناامیدوں میں سے نہ ہو ﴿55﴾ ابراہیم

رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿56﴾

نے کہا: اور اپنے رب کی رحمت سے تو گمراہ لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں ﴿56﴾

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿57﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿58﴾ لا

ابراہیم نے کہا: پھر تمھارا مقصد کیا ہے؟ اے بھیجے ہوئے (فرشتو!) ﴿57﴾ انھوں نے کہا: بے شک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں ﴿58﴾

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿59﴾ لا اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ

سوائے آلِ لوط کے، بے شک ہم ان سب کو نجات دینے والے ہیں ﴿59﴾ سوائے اس کی بیوی کے، ہم نے مقدر کر دیا کہ بے شک وہ پیچھے

الْغٰبِرِيْنَ ﴿60﴾ ع 4 16 4

رہ جانے والوں میں سے ہوگی ﴿60﴾

عذاب ہے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) میرے بندوں کو یہ بتادیں کہ میں صاحب رحمت بھی ہوں اور میرا عذاب بھی بہت دردناک ہے۔ اس آیت کریمہ کی نظیر پہلے بھی گزر چکی ہے اور یہ امید وخوف کے مقامات پر دلالت کرتی ہے۔[1]

### تفسیر آیات: 51-56

**ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا لڑکے کی بشارت دینا:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) ابراہیم کے مہمانوں کا قصہ بھی بتادیں۔ ضَیف کا لفظ زَوْر (ملاقاتی) اور سَفَر (مسافر) کی طرح واحد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ انھیں بتادیں: ﴿ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿52﴾ ﴾ ''جب وہ ابراہیم کے پاس آئے تو انھوں نے سلام کیا اس نے کہا کہ بے شک ہم تم سے ڈرتے ہیں۔'' ان سے ڈرنے کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ موٹے تازے بچھڑے کے بھنے ہوئے گوشت کی طرف بڑھتے ہی نہیں جو انھوں نے بطور ضیافت ان کے آگے رکھا تھا تو فرشتوں نے کہا: ﴿ لَا تَوْجَلْ ﴾ ''آپ نہ ڈریں۔'' ﴿ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ○ ﴾ (الذّٰریٰت 51:28) ''انھوں نے آپ کو ایک دانش مند بیٹے کی خوشخبری سنائی۔'' اس بیٹے سے مراد اسحاق علیہ السلام ہیں جیسا کہ سورۂ ہود میں بیان کیا جاچکا ہے۔[2] ﴿ قَالَ ﴾ ''وہ بولے'' اپنے اور اپنی بیوی کے بڑھاپے کی وجہ سے تعجب کرتے ہوئے اور وعدے کی تحقیق کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ﴿ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ

① دیکھیے الرعد، آیت: 6 والأنعام، آیت: 147 کے ذیل میں۔ ① دیکھیے ہود، آیت: 71 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿61﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿62﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا

پھر جب فرشتے آلِ لوط کے ہاں پہنچے ﴿61﴾ تو لوط نے کہا: بے شک تم لوگ تو اجنبی ہو ﴿62﴾ وہ بولے: بلکہ ہم تیرے پاس وہ (عذاب) لائے ہیں جس

فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿63﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿64﴾

میں یہ (لوگ) شک کرتے تھے ﴿63﴾ اور ہم تیرے پاس حق (یقینی چیز) لائے ہیں اور بے شک ہم سچے ہیں ﴿64﴾

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ

چنانچہ تو رات کے کسی حصے میں اپنے اہل وعیال کو لے کر نکل، اور تو ان کے پیچھے چل، اور تم میں سے کوئی (پیچھے) مڑ کر نہ دیکھے اور چلے جاؤ

تُؤْمَرُوْنَ ﴿65﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿66﴾

جہاں تمھیں حکم دیا جاتا ہے ﴿65﴾ اور ہم نے اسے اس امر کا فیصلہ سنا دیا کہ بے شک صبح ہوتے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی ﴿66﴾

عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿54﴾ ''کیا تم مجھے خوشخبری دیتے ہو جبکہ مجھ پر بڑھاپا آ چکا؟ اب کاہے کی خوشخبری دیتے ہو؟'' فرشتوں نے جو بشارت دی تھی اس کے یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے اور بشارت کے بعد ایک اور خوشخبری کے رونما ہونے کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ﴿ بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿55﴾ ﴾ ''ہم آپ کو سچی خوشخبری دیتے ہیں، چنانچہ آپ مایوس نہ ہوں۔''

## تفسیر آیات: 57-60

**فرشتوں کی آمد کا سبب:** اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ جب ان کا خوف دور ہو گیا اور انھیں بشارت مل گئی تو انھوں نے فرشتوں سے ان کی آمد کا مقصد پوچھا تو انھوں نے بتایا: ﴿ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿58﴾ ﴾ ''بے شک ہم ایک گناہ گار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔'' گناہ گار قوم سے ان کا اشارہ قوم لوط کی طرف تھا فرشتوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ لوط علیہ السلام کے گھر والوں کو بچا لیں گے، البتہ ان کی بیوی ہلاک ہو جائے گی، اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿60﴾ ﴾ ''سوائے اس کی بیوی کے، اس کے لیے ہم نے ٹھہرا دیا ہے کہ بے شک وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔'' یعنی وہ پیچھے رہ جانے اور ہلاک ہو جانے والوں میں سے ہے۔

## تفسیر آیات: 61-64

**فرشتوں کی لوط علیہ السلام کے پاس آمد:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ فرشتے جب لوط علیہ السلام کے پاس حسین چہروں والے نوجوانوں کی صورت میں آئے اور ان کے گھر میں داخل ہو گئے تو انھوں نے کہا: ﴿ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿62﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿63﴾ ﴾ ''بے شک تم تو ناآشنا سے لوگ ہو۔ وہ بولے کہ (نہیں) بلکہ ہم آپ کے پاس وہ (عذاب) لے کر آئے ہیں جس میں یہ (لوگ) شک کرتے ہیں۔'' یعنی یہ لوگ جس عذاب اور تباہی و ہلاکت کے واقع ہونے میں شک کیا کرتے تھے ہم اسے لے کر آ گئے ہیں۔ ﴿ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ ﴾ ''اور ہم آپ کے پاس یقینی بات لے کر آئے ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ الآية (الحجر 8:15) ''ہم فرشتوں کو نازل نہیں کیا کرتے مگر حق کے ساتھ......'' فرمانِ الٰہی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿67﴾ قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿68﴾

اور شہر (سدوم) والے خوشیاں مناتے ہوئے آئے ﴿67﴾ لوط نے کہا: بے شک یہ لوگ میرے مہمان ہیں، لہٰذا تم مجھے رسوا نہ کرو ﴿68﴾ اور اللہ سے ڈرو اور

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿69﴾ قَالُوْۤا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿70﴾ قَالَ هٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِيْۤ اِنْ كُنْتُمْ

مجھے ذلیل نہ کرو ﴿69﴾ وہ بولے: کیا ہم نے تجھے دنیا والوں (کی حمایت) سے روکا نہیں تھا؟ ﴿70﴾ لوط نے کہا: یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں (ان سے نکاح

فٰعِلِيْنَ ﴿71﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿72﴾

کرلو) اگر تم (کچھ) کرنے والے ہو ﴿71﴾ (اے نبی!) آپ کی عمر کی قسم! بے شک وہ اپنی مستی (گمراہی) میں بھٹک رہے تھے ﴿72﴾

﴿ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿64﴾ ﴾ ''اور بے شک ہم سچے ہیں۔'' فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو جو یہ خبر دی کہ وہ نجات پا جائیں گے اور ان کی قوم کو ہلاک کر دیا جائے گا، اس کی تاکید کے طور پر انھوں نے یہ کہا کہ ہم آپ سے یہ بالکل سچ کہہ رہے ہیں۔

### تفسیر آیات: 66,65

**لوط علیہ السلام کو اپنے گھر والوں کو لے کر رات کو نکل جانے کا حکم:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ فرشتوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جائیں اور آپ ان سب کے پیچھے پیچھے چلیں تاکہ یہ امر کے لیے زیادہ موجب حفاظت ہو، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی غزوات کے موقع پر لشکر اسلام کے پیچھے ہوتے تھے تاکہ آپ کمزوروں کو سہارا دیں اور بچھڑ جانے والوں کو ساتھ ملا دیں۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ ﴾ ''اور آپ میں سے کوئی (پیچھے) مڑ کر نہ دیکھے۔'' یعنی جب تم اپنی قوم کی چیخ وپکار کو سنو تو پیچھے مڑ کر نہ دیکھو اور قوم کو نازل ہونے والے عذاب میں تباہ وبرباد ہونے دو۔ ﴿ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿65﴾ ﴾ ''اور جہاں آپ کو حکم ہو وہاں چلے جایئے۔'' آپ گویا ان کے ساتھ اس طرح تھے جس طرح وہ شخص ہوتا ہے جو رستے کی نشان دہی کرنے والا ہو۔ ﴿ وَقَضَيْنَاۤ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ ﴾ ''اور ہم نے لوط کی طرف وحی بھیجی۔'' یعنی انھیں پہلے سے یہ بتا دیا: ﴿ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿66﴾ ﴾ ''بے شک ان لوگوں کی جڑ صبح ہوتے کاٹ دی جائے گی۔'' جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝ ﴾ (ھود 11:81) ''بے شک ان کے (عذاب کے) وعدے کا وقت صبح ہے اور کیا صبح قریب نہیں؟''

### تفسیر آیات: 67-72

**اہل شہر فرشتوں کو نوجوان سمجھ کر ان کے پاس آ گئے:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب اہل شہر کو لوط علیہ السلام کے ان حسین و جمیل چہروں والے مہمانوں کی آمد کا علم ہوا تو وہ خوش خوش دوڑتے چلے آئے تو ﴿ قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿68﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿69﴾ ﴾ ''لوط علیہ السلام نے کہا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں، لہٰذا (کہیں ان کے بارے میں) مجھے رسوا نہ کرنا۔ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو۔'' حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے یہ بات اس وقت فرمائی جب آپ کو ابھی تک یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ یہ مہمان اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جیسا کہ سورۂ ہود میں فرمایا ہے۔ [1]

[1] دیکھیے ھود، آیت:81 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿73﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ

پھر سورج نکلتے انھیں ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا ﴿73﴾ پھر ہم نے اس (بستی) کے اوپر والے (حصے) کو اس کے نیچے والا (حصہ) کر دیا، اور ان پر کھنگر کے پتھر

سِجِّيْلٍ ﴿74﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿75﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿76﴾ اِنَّ فِيْ

برسائے ﴿74﴾ بے شک اس میں گہری نظر سے غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ﴿75﴾ اور بے شک وہ بستی سیدھی راہ پر موجود ہے ﴿76﴾ اور

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿77﴾

بے شک اس میں مومنوں کے لیے یقیناً نشانی ہے ﴿77﴾

یہاں اس بات کا ذکر پہلے ہوا ہے کہ وہ اللہ کے فرشتے ہیں، پھر اس کے بعد قوم کے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آنے اور جھگڑنے کا ذکر ہوا ہے لیکن یاد رہے کہ ''واؤ'' ہمیشہ ترتیب کے لیے نہیں ہوتی بالخصوص جبکہ اس کے خلاف دلیل بھی موجود ہو۔ بہرحال قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کو جواب دیتے ہوئے کہا: ﴿ اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿70﴾ ﴾ ''کیا ہم نے تمھیں سارے جہان (کی حمایت وطرف داری) سے منع نہیں کیا؟'' یعنی کیا ہم نے تمھیں منع نہیں کیا کہ تم نے کسی کی مہمان داری نہیں کرنی۔ پھر حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کی رہنمائی کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عورتوں کو پیدا فرمایا اور ان کی شرم گاہوں کو ان کے لیے حلال قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں تفصیل کے ساتھ بحث پہلے ہو چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔[1] قوم لوط اپنی مدہوشی میں اس بات سے غافل تھی کہ تباہی و بربادی اور عذاب نے اسے اب گھیر لیا ہے اور صبح ہونے سے پہلے پہلے انھیں صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿72﴾ ﴾ ''(اے نبی!) آپ کی عمر کی قسم! بے شک وہ اپنی مستی میں مدہوش (ہو رہے) تھے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ کی زندگی کی قسم کھائی ہے اور اس میں آپ کے عظیم شرف، بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مقام و مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔ عمرو بن مالک نُکْرِی نے ابوجَوزاء سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ایسے نفس کو پیدا نہیں فرمایا اور وجود نہیں بخشا جو اس کی نگاہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ مکرم و محترم ہو اور آپ کے سوا کوئی نہیں جس کی زندگی کی اس نے قسم کھائی ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿72﴾ ﴾ ''(اے نبی!) آپ کی عمر کی قسم! بے شک وہ اپنی مستی میں مدہوش (ہو رہے) تھے۔'' یعنی تمھاری زندگی، عمر اور دنیا میں بقا کی قسم! ﴿ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿72﴾ ﴾ ''بے شک وہ اپنی مستی میں مدہوش (ہو رہے) تھے۔'' اسے امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔[2] قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ اپنی گمراہی میں ﴿ يَعْمَهُوْنَ ﴿72﴾ ﴾ یعنی کھیل رہے تھے۔[3] علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ لَعَمْرُكَ ﴾ یعنی تمھاری زندگی کی قسم! ﴿ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿72﴾ ﴾ یعنی وہ اپنی مستی میں حد سے بڑھ رہے تھے۔[4]

---

① دیکھیے ہود، آیت: 78 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 58/14 و تفسیر ابن أبي حاتم: 2270,2269/7. ③ تفسیر الطبری: 59/14. ④ تفسیر الطبری: 59/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿78﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿79﴾

اور بے شک اَیکہ (بستی) والے بھی البتہ ظالم تھے ﴿78﴾ چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا، اور بے شک وہ دونوں (تباہ شدہ بستیاں) کھلی شاہراہ پر ہیں ﴿79﴾

### تفسیر آیات: 73-77

**قوم لوط کی ہلاکت:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ ﴾ ''پھران کو ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا۔'' اور وہ اس طرح کہ طلوع آفتاب کے وقت ایک بے حد خوفناک آواز آئی اور اس کے ساتھ ہی ان کی بستیوں کو اٹھا دیا گیا، تہ و بالا کر دیا گیا اور اوپر سے ان پر پتھروں کی بارش برسا دی گئی۔ یہاں پتھروں کے لیے سجیل کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے بارے میں ضروری بحث پہلے کی جا چکی ہے۔[1] ارشاد الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿75﴾ ﴾ ''بے شک اس قصے میں اہل فراست کے لیے نشانیاں ہیں۔'' یعنی ان علاقوں پر اس عذاب الٰہی کے نشانات اس شخص کے لیے نہایت واضح ہیں جو چشم بصیرت و بصارت کے ساتھ جائزہ لے جیسا کہ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿75﴾ ﴾ کے معنی اہل فراست کے ہیں۔[2] ابن عباس اور ضحاک نے اس کے معنی بیان کیے ہیں: دیکھنے والے۔[3] قتادہ کے بقول اس کے معنی ہیں: عبرت حاصل کرنے والے۔[4] ہمارے نزدیک اس کے معنی ہیں: غور وفکر کرنے والے۔

**بستی سدوم رستے پر ہے:** فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿76﴾ ﴾ ''اور بے شک وہ (شہر) سیدھے رستے پر (موجود) ہے۔'' یعنی یہ بستی سدوم جس کی صوری اور معنوی حالت بدل دی گئی اور جس پر پتھروں کی بارش برسائی گئی حتی کہ وہ خبیث بحیرہ مردار کی صورت اختیار کر گئی، وہ ان کے اس رستے پر واقع ہے جسے لوگ آج تک استعمال کر رہے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۝ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:137,138) ''اور بلاشبہ تم دن کو بھی ان (کی بستیوں) کے پاس سے گزرتے رہتے ہو اور رات کو بھی، کیا پھر تم عقل نہیں رکھتے؟'' فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿77﴾ ﴾ ''بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانی ہے۔'' یعنی ہم نے قوم لوط کو جو تباہ و برباد کر دیا اور لوط اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا تو اس قصے میں اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ ایمان لانے والوں کے لیے ایک واضح اور روشن نشانی ہے۔

### تفسیر آیات: 79,78

**قوم شعیب کی ہلاکت:** اَیکہ کے رہنے والوں سے مراد قوم شعیب ہے جن کے لیے یہاں ﴿ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ﴾ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ضحاک، قتادہ اور کئی دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ اَیکہ گھنے درخت کو کہتے ہیں۔[5] ان کا ظلم یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے، رستے کو کاٹ دیتے اور ناپ تول میں کمی کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے چنگھاڑ، زلزلے اور سائبان کے عذاب کی صورت میں انتقام لیا۔ یہ لوگ قوم لوط کے قریب تھے اگرچہ زمانے کے اعتبار سے ان کے بعد ہوئے ہیں

① دیکھیے ہود، آیت: 82 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 14/60. ③ تفسیر الطبری: 14/61. ④ تفسیر الطبری: 14/61. ⑤ تفسیر الطبری: 14/64,65.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿80﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا

اور یقیناً حجر والوں (ثمود) نے رسولوں کی تکذیب کی ﴿80﴾ اور ہم نے انھیں اپنی نشانیاں دیں، پھر وہ ان سے اعراض کرنے والے

مُعْرِضِيْنَ ﴿81﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿82﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

تھے ﴿81﴾ اور وہ پہاڑوں سے بے خوف ہو کر گھر تراشتے تھے ﴿82﴾ چنانچہ انھیں صبح ہوتے ہی چنگھاڑ نے آ پکڑا ﴿83﴾ پھر ان کے کام

مُصْبِحِيْنَ ﴿83﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿84﴾

نہ آیا وہ (مال) جو وہ کماتے تھے ﴿84﴾

مکران کا علاقہ قریب قریب ہی تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿79﴾﴾ ''اور یہ دونوں بستیاں کھلے رستے پر (موجود) ہیں۔'' ﴿لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿79﴾﴾ کے معنی کھلے رستے کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، ضحاک اور دیگر کئی مفسرین کا قول ہے کہ اس کے معنی ظاہر رستے کے ہیں۔[1] یہی وجہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے یہ الفاظ بھی کہے: ﴿وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝﴾ (ھود 11:89) ''اور لوط کی قوم تم سے کچھ دور نہیں۔''

### تفسیر آیات: 80-84

**وادی حجر کے رہنے والوں کی ہلاکت:** وادی حجر کے رہنے والوں سے قوم ثمود کے لوگ مراد ہیں جنھوں نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی اور یاد رہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کی تکذیب کی تو اس نے گویا تمام انبیائے کرام کی تکذیب کی، اسی لیے یہاں جمع کا لفظ استعمال کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ انھوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس نے صالح علیہ السلام کو ایسی نشانیاں دیں جو ان کی صداقت کی واضح دلیل تھیں، مثلاً: اس نے صالح علیہ السلام کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے ایک ٹھوس اور جامد چٹان سے اونٹنی کو نکال دیا تھا جو ان کے علاقوں میں چرتی تھی۔ ایک دن وہ پانی پیتی تھی اور ایک دن وہ لوگ پانی پیتے تھے مگر جب ان لوگوں نے سرکشی کی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں تو صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝﴾ (ھود 11:65) ''تم اپنے گھروں میں تین دن (اور) فائدے اٹھالو، یہ ایسا وعدہ ہے کہ جھوٹا نہیں ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى﴾ الآیة (حٰم السجدة 41:17) ''اور جو ثمود تھے ان کو ہم نے سیدھا رستہ دکھا دیا تھا مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ بھی ذکر فرمایا ہے: ﴿وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿82﴾﴾ ''اور وہ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے بے خوف ہو کر۔'' یعنی نہ تو انھیں کسی کا ڈر خوف تھا اور نہ ایسے گھروں کی انھیں ضرورت تھی بلکہ محض تکبر، فخر اور غرور کی وجہ سے وہ ایسے گھر بناتے تھے جیسا کہ وادی حجر میں ان کے گھروں کے کھنڈرات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کو تشریف لے جاتے وقت جب اس وادی کے پاس سے گزرے تو آپ نے سر مبارک کو جھکا لیا اور

[1] تفسیر الطبری: 65/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان کے مابین ہے حق ہی کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔ اور یقیناً قیامت آنے والی ہے، تو (اے نبی!) آپ (کافروں

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿85﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿86﴾

سے) خوبصورت انداز سے درگزر کریں ﴿85﴾ بلاشبہ آپ کا رب ہی سب کو تخلیق کرنے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿86﴾

اپنی سواری کی رفتار تیز کر دی اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: [لَاتَدْخُلُوا عَلٰی هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ]، [فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ أَنْ يُّصِيبَكُمْ مِّثْلُ مَا أَصَابَهُمْ] ''ان لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جن کو عذاب دیا گیا تھا مگر یہ کہ تم رو رہے ہو اور اگر رونا نہ آئے تو ان پر داخل نہ ہو کہیں تم بھی اس عذاب کی گرفت میں نہ آ جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے۔''[1] اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿83﴾ ﴾ ''پھر انھیں صبح کے وقت چیخ نے آ پکڑا۔'' یعنی چوتھے دن کی صبح کے وقت ان پر عذاب آ گیا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿84﴾ ﴾ ''پھر جو کام وہ کرتے تھے، وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔'' یعنی فصلوں اور پھلوں کو جو وہ اگاتے تھے اور جن کی وجہ سے انھوں نے بخل کرتے ہوئے اونٹنی کو نہ صرف یہ کہ پانی نہیں پینے دیا بلکہ اس کی کونچیں بھی کاٹ دیں تا کہ انھیں پانی کی قلت کا مسئلہ پیش نہ آئے مگر ان کے یہ مال ان کے کچھ کام نہ آئے اور نہ عذاب الٰہی کو ان سے ٹال سکے۔

**تفسیر آیات: 86,85**

**دنیا کو مصلحت کی خاطر پیدا کیا گیا ہے:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ ﴾ ''اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان کے مابین ہے حق ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے اور یقیناً قیامت تو ضرور آ کر رہے گی۔'' حق سے مراد عدل ہے۔ ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ ﴾ (النجم 31:53) ''تا کہ جن لوگوں نے برے کام کیے انھیں ان کے اعمال کا (برا) بدلہ دے اور جنھوں نے نیکیاں کیں انھیں اچھا بدلہ دے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاۗءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝ ﴾ (صٓ 27:38) ''اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو (کائنات) ان میں ہے ان کو خالی از مصلحت نہیں پیدا کیا، یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں تو کافروں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ ﴾ (المؤمنون 116,115:23) ''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمھیں بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔ تو

[1] ابتدائی حصہ صحیح البخاری، المغازی، باب نزول النبیﷺ الحجر، حدیث:4420 اور دوسرا حصہ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ ...... ﴾ (الحجر15:80) حدیث:4702 کے مطابق ہے جبکہ سر جھکانے اور سواری کو تیز کرنے کا ذکر حدیث:4419 میں ہے۔ وصحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب النهي عن الدخول على أهل الحجر...... حدیث:2980 عن عبداللہ بن عمرؓ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿87﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى

بے شک ہم نے آپ کو بار بار دوہرائی جانے والی سات آیات اور قرآن عظیم دیا ہے ﴿87﴾ اور ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو جو مال و متاع

مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿88﴾

دیا ہے اس کی طرف آپ اپنی دونوں آنکھیں نہ اٹھائیں اور نہ ان (کی حالت) پر غم کھائیں اور اپنا (پُرشفقت) بازو مومنوں کے لیے جھکائے رکھیں ﴿88﴾

اللہ جو سچا بادشاہ ہے اس کی شان (اس سے) اونچی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی) عرش کریم کا مالک ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ خبر دی کہ قیامت یقیناً قائم ہونے والی ہے، پھر یہ حکم دیا کہ آپ مشرکوں کی ایذا رسانی اور تکذیب پر درگزر کریں جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الزخرف 89:43) ''(اے نبی!) آپ ان سے درگزر کریں اور کہہ دیجیے: سلام ہے، پھر عنقریب وہ جان لیں گے۔''

مجاہد اور قتادہ وغیرہ کا قول ہے اور وہ صحیح ہے کہ اس آیت کا تعلق مشرکوں اور کافروں سے قتال کے حکم سے پہلے کا ہے۔ ① کیونکہ یہ مکی سورت ہے اور قتال کا حکم ہجرت کے بعد نازل ہوا تھا۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿86﴾﴾ ''یقیناً آپ کا پروردگار ہی (سب کچھ) پیدا کرنے والا (اور) خوب جاننے والا ہے۔'' یہ گویا آخرت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت برپا کرنے پر قادر ہے کیونکہ وہ سب کچھ پیدا کرنے والا ہے۔ کسی بھی چیز کا پیدا کرنا اس کے لیے کچھ مشکل نہیں اور وہ جانتا ہے کہ جسم کس کس طرح پھٹے اور کہاں کہاں خاک میں ملے ہیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ڲ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَـيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝﴾ (یٰسٓ 83-81:36) ''بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ (ان کو پھر) ویسے ہی پیدا کر دے۔ کیوں نہیں! وہی تو بڑا پیدا کرنے والا (اور) خوب علم والا ہے۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا! تو وہ ہو جاتی ہے، چنانچہ وہ (ذات) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

## تفسیر آیات: 88,87

**قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے:** اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کو عظمت والا قرآن عطا کیا ہے، لہٰذا آپ دنیا اور اس کی زیب و زینت کی طرف نہ دیکھیں۔ یہ تو ہم نے دنیا داروں کو اس لیے دی ہے تاکہ ان کی آزمائش کریں، لہٰذا آپ ان پر رشک نہ کریں اور نہ اس وجہ سے اپنے دل میں حزن و ملال لائیں کہ وہ آپ کی تکذیب اور آپ کے دین کی مخالفت کرتے ہیں۔ ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (الشعرآء 215:26) ''اور جو مومن آپ کے پیرو ہو گئے ہیں، آپ ان کے لیے اپنا پہلو جھکائے رکھیں۔'' یعنی ان کے لیے اپنے شفقت کے پہلو کو جھکا دیں جیسا

① تفسیر الطبری: 68,67/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ فرمایا: ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴾ (التوبة 128:9) ”(لوگو) تمھارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں، تمھاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمھاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) بڑے مہربان ہیں۔“

**”سبع مثانی“ سے کیا مراد ہے؟** سبع مثانی کے بارے میں مفسرین میں اختلاف ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم، مجاہد، سعید بن جبیر، ضحاک وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سات طویل سورتیں، یعنی بقرہ، آل عمران، نسآء، مائدہ، انعام، اعراف اور یونس ہیں۔ [1] ابن عباس اور سعید بن جبیر نے یہ قول واضح طور پر بیان کیا ہے۔ [2] سعید کہتے ہیں کہ ان سورتوں میں فرائض، حدود، قصص اور احکام کو بیان کیا گیا ہے۔ [3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان سورتوں میں امثال، اخبار اور عبرت و نصیحت کی باتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ [4]

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سورۂ فاتحہ ہے اور یہ سات آیات پر مشتمل ہے۔ یہ قول حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ [5] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بسم اللہ اس سورت کی ایک مستقل آیت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے بطور خاص تمھیں عطا فرمائی ہے۔ [6] ابراہیم نخعی، عبداللہ بن عبید بن عمیر، ابن ابومُلیکہ، شَہر بن حَوشَب، حسن بصری اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ [7]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں دو حدیثیں بیان فرمائی ہیں: (1) ابوسعید بن مُعلّٰی سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے مجھے بلایا مگر میں آپ کے پاس نہ گیا حتی کہ نماز سے فارغ ہوگیا تو پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: [مَامَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَ؟] ”میرے پاس کیوں نہ آئے؟“ میں نے عرض کی کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: [أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ﴾] (الأنفال 24:8) ”کیا ارشاد باری تعالیٰ نہیں ہے؟“ ”اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانو جب وہ تمھیں بلائے۔“ پھر آپ نے فرمایا: [أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ؟] ”کیا میں تمھیں مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے قرآن کی عظیم ترین سورت نہ سکھا دوں؟“ پھر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد سے باہر تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کو یاد دلایا تو آپ نے فرمایا: [﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ (الفاتحة 2:1) هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ] ”الحمد للہ رب العالمین (سورۂ فاتحہ)، سبع مثانی (بار بار دوہرائی جانے والی سات آیات) اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔“ [8]

---

[1] تفسير الطبري: 68/14-70. [2] تفسير الطبري: 69/14. [3] تفسير الطبري: 70,69/14 وتفسير ابن أبي حاتم: 2272/7. [4] تفسير الطبري: 71/14. [5] تفسير الطبري: 73,72/14. [6] تفسير الطبري: 73/14. [7] تفسير الطبري: 75,74/14. [8] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ○ ﴾ (الحجر 87:15)، حديث: 4703.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿89﴾ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿90﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا

اور کہہ دیجیے: بے شک میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں ﴿89﴾ (ایسے ہی عذاب سے) جیسا کہ ہم نے قسمیں کھانے والوں پر نازل کیا تھا ﴿90﴾ جنھوں نے

الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿91﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿92﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿93﴾

(اپنے) قرآن (تورات) کو پارہ پارہ کر دیا ﴿91﴾ چنانچہ آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور باز پرس کریں گے ﴿92﴾ ان عملوں کی جو وہ کرتے تھے ﴿93﴾

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ] ''ام القرآن (سورۂ فاتحہ) ہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔''[1]

یہ احادیث مبارکہ نص ہیں کہ سورۂ فاتحہ ہی سبع مثانی، نماز میں دوہرا کر پڑھی جانے والی سات آیات اور قرآن عظیم ہے لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ سات طویل سورتوں کو بھی سبع مثانی قرار دیا جائے کیونکہ ان میں بھی یہ وصف موجود ہے بلکہ یہ اس کے بھی منافی نہیں ہے کہ سارے قرآن کو سبع مثانی قرار دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ﴾ الآية (الزمر 23:39) ''اللہ نے کتاب کی شکل میں بہترین کلام اتارا ہے، جس کے ملتے جلتے آیات و احکام بار بار دوہرائے جاتے ہیں۔'' یعنی اس کتاب کی آیات بار بار دوہرائی بھی جاتی ہیں اور یہ قرآن عظیم بھی ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ ﴾ ''اور ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو (جو فوائد دنیوی سے) متمتع کیا ہے، آپ ان کی طرف (رغبت سے) اپنی دونوں آنکھیں نہ اٹھائیں۔'' یعنی ان کے دنیوی ساز وسامان اور فانی چمک دمک کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس قرآن عظیم سے سرفراز فرمایا ہے، اس کے ساتھ بے نیاز ہو جائیں۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی کو اس بات سے منع کر دیا گیا ہے کہ وہ اس مال کی تمنا کرنے لگ جائے جو اس کے ساتھی کے پاس ہے۔[2] مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ ﴾ سے دولت مند لوگ مراد ہیں۔[3]

## تفسیر آیات: 89-93

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علانیہ ڈرانے والے ہیں:** اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں سے فرما دیں: ﴿ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿89﴾ ﴾ ''بے شک میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔'' یعنی آپ لوگوں کو دردناک عذاب سے ڈرانے والے ہیں کہ آپ کی تکذیب کرنے والوں پر کہیں اسی طرح کا عذاب نازل نہ ہو جائے جس طرح انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی سابقہ امتوں پر عذاب اور انتقام نازل ہوا تھا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴾ (الحجر 15:87)، حدیث: 4704. [2] تفسیر الطبری: 81/14. [3] تفسیر الطبری: 81/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



[إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتٰى قَوْمًا فَقَالَ: يَاقَوْمِ! إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ، وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ، فَالنَّجَاءَ (النَّجَاءَ) فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِّنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلٰى مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا، وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ، فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي فَاتَّبَعَ مَاجِئْتُ بِهِ، وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ]

''میری مثال اور اس دین کی مثال جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قوم کے پاس آکر یہ کہے کہ اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں علانیہ طور پر ڈرانے والا ہوں، لہٰذا نجات پا جاؤ، نجات پا جاؤ۔ تو قوم کے ایک گروہ نے تو اس کی اطاعت کی اور وہ راتوں رات اطمینان وسکون کے ساتھ چل پڑے تو وہ نجات پا گئے اور ایک گروہ نے اس کی تکذیب کی اور وہیں ٹھہرے رہے تو صبح کے وقت لشکر نے انھیں آلیا اور تباہ و برباد کر دیا۔ پس یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی اور اس دین کی پیروی کی جسے میں لے کر آیا ہوں اور اس شخص کی مثال ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جس دین کو میں لے کر آیا ہوں، اس کی تکذیب کی۔''[1]

﴿الْمُقْتَسِمِيْنَ﴾ کی تفسیر: فرمانِ الٰہی ہے: ﴿الْمُقْتَسِمِيْنَ ۝﴾ کے معنی ہیں قسمیں کھانے والے، یعنی انھوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ انبیائے کرام کی مخالفت کریں گے، ان کی تکذیب کریں گے اور انھیں تکلیف پہنچائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم صالح کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ﴾ الآية (النمل 49:27) ''کہنے لگے کہ تم آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور صالح اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے......'' یعنی رات کو انھیں قتل کر دیں گے۔ امام مجاہد فرماتے ہیں: ﴿تَقَاسَمُوْا﴾ کے معنی ہیں کہ قسمیں کھاؤ۔[2] اور فرمایا: ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ﴾ الآية (النحل 38:16) ''اور یہ اللہ کی سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے، اللہ اسے (قیامت کے دن قبر سے) نہیں اٹھائے گا......'' اور فرمایا: ﴿اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ ......﴾ الآية (إبراهيم 44:14) ''کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے......'' اور فرمایا: ﴿اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ......﴾ الآية (الأعراف 49:7) ''کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے ان کی دست گیری نہ کرے گا......'' گویا یہ لوگ دنیا میں جس چیز کی بھی تکذیب کرتے تو قسمیں کھا کھا کر تکذیب کیا کرتے تھے، اسی وجہ سے انھیں مُقْتَسِمِيْنَ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

---

[1] صحيح البخاري، الإعتصام بالكتاب والسنّة، باب الإقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث: 7283 اور قوسین والا لفظ حدیث: 6482 میں ہے۔ وصحيح مسلم، الفضائل، باب شفقته ﷺ على أمته......، حديث: 2283. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله عزوجل: ﴿الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝﴾ (الحجر 91:15)، قبل الحديث: 4705 وتفسير الطبري: 210/19.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝۹۱ ﴾ ''وہ لوگ جنھوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔'' یعنی انھوں نے ان کتابوں کو جوان پر نازل کی گئی تھیں، اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ یہ بعض کے ساتھ ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ﴿ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝۹۱ ﴾ سے مراد اہل کتاب ہیں جنھوں نے اپنی کتاب کو کئی اجزاء میں تقسیم کر دیا اور ان میں سے بعض کے ساتھ تو ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا۔[1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ مُقْتَسِمِينَ سے قریش مراد ہیں، اور قرآن سے مراد یہی قرآن مجید ہے اور بقول عطاء اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کے معنی یہ ہیں کہ بعض نے اسے سحر، بعض نے جنون اور بعض نے کہانت قرار دیا۔ ضحاک وغیرہ سے بھی عضین کے یہی معنی منقول ہیں۔[2]

محمد بن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ کے پاس قریش کے کچھ لوگ آئے۔ ولید قریش کا ایک سردار مانا جاتا تھا۔ موسم حج آیا تو اس نے کہا: اے گروہ قریش! موسم حج آ گیا ہے، عرب کے وفود کی آمد آمد ہے، انھوں نے تمھارے اس صاحب کے بارے میں سن رکھا ہے، لہٰذا تم سب اس کے بارے میں ایک رائے پر متفق ہو جاؤ اور اس بارے میں اختلاف کرتے ہوئے ایک دوسرے کی تکذیب اور ایک دوسرے کی بات کی تردید نہ شروع کر دینا۔ یہ سن کر قریش کہنے لگے: آپ اس بارے میں رائے قائم کیجیے، ہم بھی اس کے مطابق بات کریں گے۔ ولید کہنے لگا کہ نہیں بلکہ تم کہو تاکہ میں سنوں کہ تم کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم یہ کہیں گے کہ وہ کاہن ہے، ولید نے کہا: نہیں، وہ کاہن نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم یہ کہیں گے کہ وہ مجنون ہے، ولید نے کہا: نہیں، وہ مجنون بھی نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے، ولید نے کہا: نہیں، وہ شاعر بھی نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم کہیں گے کہ وہ ساحر ہے۔ ولید نے کہا: نہیں، وہ ساحر بھی نہیں ہے، پھر وہ بولے کہ اچھا آپ ہی کہیے کہ ہم اس کے بارے میں کیا کہیں۔ ولید کہنے لگا: اللہ کی قسم! ان کی بات میں حلاوت ہے، تم ان میں سے جو بھی کہو گے وہ پہچان لیا جائے گا کہ بے شک وہ بات باطل ہے، بہر حال زیادہ مناسب یہی بات ہے کہ تم یہ کہہ دو کہ وہ ساحر ہے، آخر کار اسی بات پر اتفاق کر کے انھوں نے مجلس کو برخاست کر دیا۔ انھی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝۹۱ ﴾ ''وہ لوگ جنھوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔'' یعنی اسے مختلف اصناف میں تقسیم کر دیا۔ ﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۹۲ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۳ ﴾ ''چنانچہ آپ کے پروردگار کی قسم! ہم ان سب سے ضرور پرسش کریں گے ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے۔'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو یہ باتیں کرتے رہے۔[3]

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله عزوجل: ﴿ اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴾ (الحجر 91:15)، حديث: 4705. [2] تفسير الطبري: 86/14-88. [3] السيرة النبوية لابن هشام، تحيرالوليدبن المغيرة فيما يصف به القرآن: 270/1 والدر المنثور: 198/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿94﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿95﴾ الَّذِيْنَ

چنانچہ آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے کھول کر سنا دیں اور مشرکین سے بے رخی برتیں ﴿94﴾ بلاشبہ ہم ٹھٹھا کرنے والوں کے مقابل آپ کو کافی ہیں ﴿95﴾ وہ لوگ

يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿96﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ

جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود بناتے ہیں، چنانچہ وہ (اپنا انجام) جلد جان لیں گے ﴿96﴾ اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اس سے آپ کا

بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿97﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿98﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى

سینہ (دل) تنگ ہوتا ہے ﴿97﴾ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ گزاروں میں ہو جائیں ﴿98﴾ اور آپ اپنے رب کی عبادت کریں حتی کہ

ع 6 20 6 يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿99﴾

آپ کے پاس یقین (موت) آجائے ﴿99﴾

ابوجعفر نے ربیع سے اور انھوں نے ابوالعالیہ سے ﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿92﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿93﴾ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ تمام بندوں سے قیامت کے دن دو باتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا: (1) وہ کس چیز کی عبادت کرتے تھے اور (2) انھوں نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔[1] علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ان آیات کی تلاوت کی، پھر اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴾ (الرحمٰن 55:39) ''اس روز نہ تو کسی انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں پرسش کی جائے گی اور نہ کسی جن سے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ یہ سوال نہیں کرے گا، کیا تم نے یہ عمل کیا تھا؟ کیونکہ اپنے بندوں کے اعمال کو وہ ان سے بھی زیادہ جانتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ یہ سوال کرے گا کہ تم نے یہ یہ کام کیوں کیے تھے۔[2]

## تفسیر آیات: 94-99

**حق کو بیان کرنے کا حکم:** اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے آپ کو جس دین کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے آپ اسے لوگوں تک پہنچا دیں اور اسے نافذ کر دیں اور لوگوں کو کھلم کھلا حق سنا دیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ﴾ ''چنانچہ آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے اسے کھول کر سنا دیں'' کے بارے میں فرمایا ہے کہ آپ حق کو بیان کر دیں۔[3] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں اس کا معنی ہے کہ جو آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کر گزریے۔[4] ابوعبیدہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھپ چھپ کر دین کی دعوت دیا کرتے تھے حتی کہ جب یہ آیت کریمہ: ﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ﴾ نازل ہوئی تو آپ نے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے باہر نکل کر کھلم کھلا دین کی دعوت دینا شروع فرما دی۔[5]

**مشرکین سے اعراض کا حکم اور استہزا کرنے والوں سے کفایت کی ضمانت:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَعْرِضْ عَنِ

① تفسیر الطبری: 90/14. ② تفسیر الطبری: 90/14. ③ تفسیر الطبری: 91/14. ④ تفسیر الطبری: 91/14.

⑤ تفسیر الطبری: 92/14 وتفسیر البغوی: 68,67/3 عن عبداللہ بن عبیدة.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ ﴾ ''اور آپ مشرکوں سے اعراض کریں، بلاشبہ ہم استہزا کرنے والوں سے آپ کو کافی ہیں۔'' یعنی آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے جو نازل ہوا ہے اسے پہنچا دیں اور ان مشرکین کی طرف التفات نہ فرمائیں جو آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات سے روک دینا چاہتے ہیں اور ﴿ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ ﴾ (القلم 9:68) ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ (کچھ) نرم پڑیں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں گے۔'' اور ان سے خوف نہ کھائیں، بے شک آپ کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ ان سے آپ کی حفاظت فرمائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ ﴾ الآية (المآئدة 68:5) ''اے پیغمبر! جو ارشادات اللہ کی طرف سے آپ پر نازل کیے گئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا۔''

محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ استہزا کرنے والوں کے سردار پانچ لوگ تھے اور وہ اپنی اپنی قوم کے سربراہ تھے: (1) بنو اسد بن عبدالعُزّٰی بن قُصَیّ میں سے اسود بن مُطّلِب ابوزَمعہ تھا جیسا کہ مجھے روایت پہنچی ہے، اس کے ایذا اور استہزا کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے بددعا کرتے ہوئے فرمایا تھا: [اَللّٰهُمَّ أَعْمِ بَصَرَهُ، وَأَثْكِلْهُ وَلَدَهُ] ''اے اللہ! اس کی آنکھوں کو اندھا کر دے اور اس کے بیٹے کو گم کر دے۔'' (2) بنو زُہرہ میں سے اسود بن عبد یَغُوث بن وَہب بن عبد مَناف بن زہرہ تھا۔ (3) بنو مخزوم میں سے ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ (4) بنو سَہم بن عمرو بن ہُصَیص بن کعب سے عاص بن وائل بن ہشام تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں: عاص بن وائل بن ہاشم بن سُعَید بن سَہم تھا۔ اور (5) بنو خُزاعہ سے حارث بن طُلاطِلہ بن عمرو بن حارث بن عبد عمرو بن (لُؤَیُ بن) مِلْکان تھا جب یہ لوگ سرکشی میں حد سے بڑھ گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انھوں نے بہت زیادہ استہزا کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کریمہ نازل فرما دیں: ﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ ''پس جو حکم آپ کو دیا جاتا ہے، کھول کر سنا دیں اور مشرکوں سے اعراض کریں، بلاشبہ ہم استہزا کرنے والوں کے مقابل آپ کو کافی ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود قرار دیتے ہیں، چنانچہ عنقریب ان کو (ان باتوں کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔''[1]

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ مجھ سے یزید بن رُومان نے اور انھوں نے عروہ بن زبیر یا علماء میں سے کسی اور سے روایت کیا ہے کہ جبریل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب وہ (مشرکین) بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ جبریل آکر کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ بھی ان کے پاس کھڑے ہو گئے۔ وہاں سے اسود بن مطلب کا گزر ہوا تو جبریل نے اس کے چہرے پر ایک سبز پتا پھینکا جس سے وہ اندھا ہو گیا، اسی طرح اسود بن عبد یغوث کا گزر ہوا تو جبریل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تو وہ استسقا کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا، اسی طرح وہاں سے ولید بن مغیرہ گزرا تو جبریل نے اس کے

[1] السيرة النبوية لابن هشام، كفاية الله أمر المستهزئين:409/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پاؤں کے ٹخنے کے نیچے زخم کے نشان کی طرف اشارہ کیا، تہبند کو گھسیٹتے ہوئے یہ زخم اسے دو سال پہلے لگا تھا اور وہ اس طرح کہ اس کا خاندانِ خزاعہ کے ایک ایسے شخص کے پاس سے گزر ہوا تھا جو اپنے تیروں کو تیز کر رہا تھا، ایک تیر اس کے تہبند سے الجھ گیا اور اس کے پاؤں پر یہ زخم آ گیا تھا اس کی اور کوئی وجہ نہ تھی، اب اس کا یہ زخم پھٹ گیا اور یہ مر گیا۔ اس طرح وہاں سے عاص بن وائل گزرا تو جبریل نے اس کے پاؤں کے تلوے کی طرف اشارہ کیا، وہ طائف جانے کے لیے اپنے گدھے پر سوار ہو کر نکلا تو کانٹوں کے ایک ڈھیر پر گر گیا، کانٹا اس کے پاؤں کے تلوے میں گھس گیا اور یہ مر گیا، پھر حارث بن طُلاطِلہ وہاں سے گزرا تو جبریل نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا تو وہ پیپ تھوکنے لگا اور اسی سے مر گیا۔ ①

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود قرار دیتے ہیں، چنانچہ عنقریب ان کو (ان باتوں کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود کی پرستش کرنے والوں کے لیے یہ زبردست وعید ہے۔

**تکالیف برداشت کرنے پر حوصلہ افزائی اور موت تک تسبیح اور عبادت کا حکم:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے۔ تو آپ اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں داخل رہیں۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) ہم یہ جانتے ہیں کہ ان کی ایذا سے آپ کے دل کو تنگی اور انقباض لاحق ہوتا ہے لیکن آپ اسے خاطر میں نہ لائیں، اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے سے نہ رکیں اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کریں، وہی آپ کے لیے کافی ہے اور ان کے مقابلے میں وہی آپ کی مدد فرمائے گا، پس آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس کی تسبیح وتحمید اور اس کی عبادت، نماز میں مشغول رہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴾ ''تو آپ اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جائیں۔'' جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے جسے امام احمد نے نُعَیم بن ہَمّار سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: [يَا ابْنَ آدَمَ، لَا تَعْجِزْ عَنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَكْفِكَ آخِرَهُ] ''اے ابن آدم! دن کے ابتدائی حصے میں چار رکعتیں پڑھنے سے عاجز نہ آؤ، میں دن کے آخر تک تمھیں کفایت کروں گا۔'' ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾ ''اور آپ اپنے پروردگار کی عبادت کریں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین (موت) آ جائے۔'' امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سالم نے کہا ہے کہ یہاں ﴿ الْيَقِيْنُ ﴾ سے

① السيرة النبوية لابن هشام، ماأصاب المستهزئين: 410/2. اس واقعے کو علامہ ہیثمی اور امام طبرانی نے سند اور متن کے اختلاف سے روایت کیا ہے، دیکھیے الأحاديث الطوال للطبراني، تسمية المستهزئين......، حديث: 33 و مجمع الزوائد، التفسير، سورة الحجر: 47,46/7، حديث: 11113. ② مسند أحمد: 286/5 والسنن الكبرى للنسائي، الصلاة، باب الحث على الصلاة أول النهار: 178,177/1، حديث: 468.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مراد موت ہے۔① سالم سے مراد سالم بن عبداللہ بن عمر ہیں جیسا کہ امام ابن جریر نے بھی سالم بن عبداللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت کریمہ: ﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾ میں ﴿ الْيَقِيْنُ ﴾ سے مراد موت ہے۔②

صحیح بخاری میں ایک انصاری خاتون اُمّ علاء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جبکہ وہ فوت ہو گئے تھے تو اُمّ علاء نے کہا: ابوسائب! تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری عزت افزائی فرمائی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَمَا يُدْرِيكِ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَكْرَمَهُ؟] ''تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت افزائی فرمائی ہے۔'' انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! اگر اللہ تعالیٰ ان کی عزت افزائی نہیں فرمائے گا تو اور کس کی عزت افزائی فرمائے گا۔ آپ نے فرمایا: [أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ، وَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ] ''بے شک انھیں موت (اچھی حالت میں) آئی ہے کہ اللہ کی قسم! یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے خیر کی امید رکھتا ہوں۔''③ آپ کا استدلال اسی آیت کریمہ سے تھا: ﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾.

یاد رہے! عبادت، مثلاً: نماز وغیرہ انسان پر اس وقت تک واجب ہے جب تک اس میں عقل باقی ہو، نماز انسان کو حسب حال پڑھتے ہی رہنا چاہیے جیسا کہ صحیح بخاری میں عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ] ''کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ لو۔''④

اس سے یہ بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ ان ملحدین کی یہ بات غلط ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہاں یقین سے مراد معرفت ہے اور جس کو معرفت حاصل ہو جائے اس سے احکام شریعت ساقط ہو جاتے ہیں، حالانکہ یہ عقیدہ کفر، ضلالت اور جہالت ہے۔ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دیگر لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے انھیں اس کے حقوق وصفات کی سب سے زیادہ معرفت تھی اور وہ یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کس قدر تعظیم کی مستحق ہے، اس کے باوجود وہ دیگر لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی زیادہ عبادت کرتے اور موت کے وقت تک اعمال صالحہ کو پابندی سے بجالاتے تھے۔ بہر حال یہاں یقین سے مراد موت ہے جیسا کہ قریب ہی بیان کیا جا چکا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

ہر طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کہ اس نے ہدایت عطا فرمائی، ہم اسی سے مدد طلب کرتے، اسی کی ذات گرامی پر توکل کرتے اور اسی سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اکمل اور احسن حالت میں ہماری زندگی کا خاتمہ فرمائے۔ إِنَّهُ جَوَّادٌ كَرِيمٌ.

سورۂ حجر کی تفسیر مکمل ہوئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾ (الحجر 15:99)، بعد الحديث: 4706. ② تفسير الطبري: 99/14. ③ صحيح البخاري، الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت......، حديث:1243 مفصلاً. ④ صحيح البخاري، التقصير، باب إذا لم يطق قاعدًا صلّى على جنب، حديث:1117.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# تفسیر سورۂ نحل

یہ مکی سورت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ①

اللہ کا حکم آ پہنچا، لہٰذا تم اسے عجلت سے نہ مانگو۔ وہ پاک اور ان (معبودانِ باطلہ) سے برتر ہے جنھیں وہ شریک ٹھہراتے ہیں ①

## تفسیر آیت:1

**قیامت قریب ہے:** اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے بہت ہی قریب آجانے کو ماضی کے صیغے کے ساتھ بیان فرمایا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قیامت لامحالہ وقوع پذیر ہونے والی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمۡ وَ ہُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ۚ﴾ (الأنبیاء 21:1) ''لوگوں کے لیے ان کا حساب (اعمال کا وقت) بہت نزدیک آ پہنچا ہے جبکہ وہ غفلت میں پڑے (اس سے) اعراض کر رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَ انۡشَقَّ الۡقَمَرُ ○﴾ (القمر 54:1) ''قیامت بہت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔'' ﴿ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ﴾ ''لہٰذا تم اسے جلدی طلب نہ کرو۔'' یعنی جو چیز دور ہے وہ قریب ہے، لہٰذا اس کے لیے جلدی مت کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَ یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ ؕ وَ لَوۡ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّی لَّجَآءَہُمُ الۡعَذَابُ ؕ وَ لَیَاۡتِیَنَّہُمۡ بَغۡتَۃً وَّ ہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ○ یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَہَنَّمَ لَمُحِیۡطَۃٌۢ بِالۡکٰفِرِیۡنَ ○﴾ (العنکبوت 29:53,54) ''اور یہ لوگ آپ سے جلدی عذاب مانگ رہے ہیں۔ اور اگر (عذاب کا) ایک وقت مقرر نہ (ہو چکا) ہوتا تو انھیں عذاب ضرور آ لیتا اور یقیناً وہ (کسی وقت) ان پر ضرور ناگہاں آ کر رہے گا اور ان کو معلوم تک نہ ہو گا، یہ لوگ آپ سے جلد عذاب مانگ رہے ہیں اور بلاشبہ دوزخ تو کافروں کو گھیرنے والا ہے۔''

اور ابن ابو حاتم نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[تَطلُعُ عَلَیکُم عِندَ السَّاعَةِ سَحابَةٌ سَوداءُ مِنَ المَغرِبِ مِثلُ التُّرسِ، فَما تَزالُ تَرتَفِعُ فِی السَّماءِ، ثُمَّ یُنادِی مُنادٍ فِیها: یا أَیُّها النَّاسُ! فَیُقبِلُ النَّاسُ بَعضُهُم عَلٰی بَعضٍ، هَل سَمِعتُم؟ فَمِنهُم مَّن یَّقولُ: نَعَم، وَمِنهُم مَّن یَّشُكُّ، ثُمَّ یُنادِی الثَّانِیَةَ: یاأَیُّها النَّاسُ! فَیَقُولُ النَّاسُ بَعضُهُم لِبَعضٍ، هَل سَمِعتُم؟ فَیَقُولُونَ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ

وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنے حکم سے وحی دے کر فرشتے نازل کرتا ہے کہ تم (لوگوں کو) اس بات سے آگاہ کر دو کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی

اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

الٰہ نہیں، لہٰذا تم مجھ ہی سے ڈرو②

نَعَمْ، ثُمَّ يُنَادِي الثَّالِثَةَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! ﴿ اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ﴾ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّ الرَّجُلَيْنِ لَيَنْشُرَانِ الثَّوْبَ فَمَا يَطْوِيَانِهِ أَبَدًا، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَمُدَّنَّ حَوْضَهُ فَمَا يَسْقِي فِيهِ شَيْئًا أَبَدًا، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَحْلُبُ نَاقَتَهُ فَمَا يَشْرَبُهُ أَبَدًا، قَالَ: وَيَشْتَغِلُ النَّاسُ]

''قیامت کے قریب مغرب کی طرف سے ڈھال کی طرح کا ایک سیاہ بادل نمودار ہوگا جو مسلسل آسمان کی طرف اٹھتا جائے گا، پھر ایک منادی اس میں یہ آواز دے گا: اے لوگو! لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر کہیں گے: کیا تم نے سنا؟ کچھ لوگ تو کہیں گے ہاں اور کچھ شک کریں گے، پھر وہ دوبارہ آواز دے گا: اے لوگو! لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کیا تم نے سنا؟ وہ جواب دیں گے: ہاں، پھر وہ تیسری بار اعلان کرے گا: اے لوگو! ''اللہ کا حکم آپہنچا ہے تو اس کے لیے جلدی مت کرو۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت دو آدمیوں نے کپڑا پھیلا رکھا ہوگا مگر وہ اسے کبھی لپیٹ نہ سکیں گے، آدمی اپنے حوض کو پانی سے بھر رہا ہوگا مگر وہ اس میں سے کسی کو کبھی بھی پانی پلا نہ سکے گا اور آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ رہا ہوگا مگر وہ اسے کبھی بھی پی نہ سکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ مشغول ہو جائیں گے (اور وہ اپنے اس طرح کے کام کر نہ سکیں گے۔)''①

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی ذات اس بات سے پاک ہے کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے یا اس کے ساتھ بتوں اور معبودانِ باطلہ وغیرہ کی بھی عبادت کی جائے، اس کی ذات پاک اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے اور قیامت کی تکذیب کرنے والے بھی یہی لوگ ہیں۔ اور فرمایا: ﴿ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ① ﴾ ''وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے جو وہ (اللہ کا) شریک بناتے ہیں۔''

## تفسیر آیت:2

**اللہ جسے چاہے پیغام توحید کے ساتھ مبعوث فرمادے:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ ﴾ ''وہی فرشتوں کو وحی دے کر بھیجتا ہے۔'' یعنی وحی دے کر بھیجتا ہے۔ اور اسی طرح اس کا فرمان ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ ﴾ (الشوری

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2275/7 والمستدرك للحاکم، الفتن والملاحم: 540,539/4، حدیث: 8622 والمعجم الکبیر للطبرانی: 325/17، حدیث: 899 مزید دیکھیے صحیح البخاری، الرقاق، باب، حدیث: 6506 مختصرًا عن أبی ہریرة ﷺ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ

اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ تخلیق کیے، وہ ان سے برتر ہے جنھیں وہ شریک ٹھہراتے ہیں③ اس نے انسان کو نطفے سے تخلیق کیا تو

فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ④

یکایک وہ کھلا جھگڑالو ہو گیا④

(52:42) ''اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمھاری طرف روح القدس کے ذریعے سے (قرآن) بھیجا ہے، تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو اور لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ ﴾ ''اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے'' جو کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ ﴾ (الأنعام 124:6) ''اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کسے عنایت فرمائے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ ﴾ (الحج 75:22) ''اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب کر لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔''

اور فرمایا: ﴿ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ ﴾ (المؤمن 16,15:40) ''اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے، اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے، جس روز وہ ظاہر ہوں گے، ان میں سے کوئی چیز اللہ سے مخفی نہ رہے گی، آج کس کی بادشاہت ہے؟ اللہ ہی کے لیے جو اکیلا (اور) نہایت غالب ہے۔'' ﴿ اَنْ اَنْذِرُوْۤا ﴾ ''کہ (لوگوں کو) ڈراؤ۔'' یعنی انبیاء کو وہ اس لیے بھیجتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو یہ بتا دیں: ﴿ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ② ﴾ ''میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ ہی سے ڈرو۔'' یعنی میرے حکم کی مخالفت کرنے والو اور میرے سوا اوروں کی عبادت کرنے والو مجھ ہی سے ڈرو!

## تفسیر آیات:4,3

**اللہ ہی نے آسمان، زمین اور انسان کو پیدا فرمایا ہے:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسی نے عالم علوی، یعنی آسمانوں کو اور عالم سفلی، یعنی زمین اور ان کے اندر موجود تمام اشیاء کو پیدا فرمایا ہے اور ان تمام مخلوقات کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، انھیں بے کار پیدا نہیں کیا، انھیں اس لیے پیدا فرمایا ہے ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ ﴾ (النجم 31:53) ''تاکہ جن لوگوں نے برے کام کیے ان کو ان کے اعمال کا (برا) بدلہ دے اور جنھوں نے نیکیاں کیں ان کو نیک بدلہ دے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو ان لوگوں کے شرک سے پاک قرار دیا ہے جو اس کے ساتھ غیروں کی بھی پوجا کرتے ہیں کیونکہ ساری مخلوق کو صرف اسی وحدہ لاشریک نے پیدا فرمایا ہے، لہٰذا اس بات کا مستحق بھی وہی ہے کہ اس وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ اس نے جنس انسان کو بہت ہی کمزور نطفے سے پیدا فرمایا ہے مگر جب یہ بڑا ہو جاتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ⑤ وَلَكُمْ فِيْهَا

اور اس نے چوپائے بھی پیدا کیے، ان میں تمھارے لیے گرمی حاصل کرنے کا سامان اور دیگر منافع ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے (بھی)

جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ⑥ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا

ہو⑤ اور ان میں تمھارے لیے عزت وشان (بھی) ہے جب تم انھیں شام کو چرا کر لاتے ہو اور صبح چرانے لے جاتے ہو⑥ اور وہ تمھارے بوجھ

بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑦

اٹھا کر ان شہروں تک لے جاتے ہیں جہاں تم جسمانی مشقت کے بغیر نہیں پہنچ پاتے تھے۔ بے شک تمھارا رب بڑا شفقت والا، بہت رحم والا ہے⑦

اور پروان چڑھتا ہے تو یہ اپنے رب تعالیٰ سے جھگڑنے لگتا، اس کی تکذیب کرنے لگتا اور اس کے رسولوں سے جنگ کرنا شروع کر دیتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو اسے اس لیے پیدا فرمایا تھا کہ یہ اللہ کا بندہ بن جائے، اسے اس لیے پیدا نہیں کیا تھا کہ یہ اس کا مخالف بن جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاۗءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ○ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۭ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰي رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ○﴾ (الفرقان 25:54,55) ''اور وہی تو ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کو صاحب نسب اور سسرال والا بنا دیا اور آپ کا پروردگار ہر طرح کی قدرت رکھنے والا ہے اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں کہ جو نہ ان کو فائدہ پہنچا سکے اور نہ نقصان۔ اور کافر اپنے پروردگار کی مخالفت میں (شیطان کا) مددگار ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ○﴾ (یٰس 36:77-79) ''کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا، پھر وہ اچانک کھلم کھلا جھگڑنے والا (ہو گیا) اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا کہنے لگا کہ (جب) ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا۔ کہہ دیجیے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر قسم کے پیدا کرنے کو خوب جاننے والا ہے۔''

ایک حدیث میں ہے جسے امام احمد اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے بُسر بن جَحّاش سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہتھیلی پر لعاب دہن رکھا اور فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ: ابْنَ آدَمَ! أَنّٰى تُعْجِزُنِي وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مِّثْلِ هٰذِهٖ، حَتّٰى إِذَا سَوَّيْتُكَ وَعَدَّلْتُكَ، مَشَيْتَ بَيْنَ بُرْدَيْنِ وَلِلْأَرْضِ مِنْكَ وَئِيدٌ، فَجَمَعْتَ وَمَنَعْتَ، حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ، قُلْتَ: أَتَصَدَّقُ وَأَنّٰى أَوَانُ الصَّدَقَةِ؟] ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اے ابن آدم! تو مجھے کہاں عاجز کر سکتا ہے کہ میں نے تو تجھے اس جیسی ایک چیز سے پیدا کیا ہے حتی کہ جب میں نے تیرے اعضاء کو ٹھیک ٹھیک بنایا اور تیری قامت کو اعتدال سے بنا دیا تو تو (فخر وغرور کے ساتھ) اپنی دو چادروں میں چلنے لگا اور زمین پر تیرے چلنے کی پرزور آہٹ تھی۔ تو نے مال واسباب جمع کرنا شروع کر دیے اور اس سے (حق داروں کو) محروم رکھا حتی کے جب تیری روح حلق تک پہنچ گئی تو تو نے کہا کہ میں صدقہ کرتا ہوں، مگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اب صدقہ کرنے کا وقت کہاں ہے!''①

## تفسیر آیات:5-7

**چوپائے بھی اللہ کی مخلوق اور نعمت ہیں:** اللہ تعالیٰ اپنے اس احسان کا اظہار فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لیے چوپائے ، یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریاں پیدا فرمائیں جیسا کہ سورۂ انعام میں اس نے انھیں آٹھ قسموں میں تقسیم کر کے بیان فرمایا ہے۔② پھر اس نے ان چار پایوں میں اپنے بندوں کے بہت سے فوائد اور منافع رکھ دیے کہ وہ ان کی اون، پشم اور بالوں کو اپنے لباس، قالین اور غالیچوں کے لیے استعمال کرتے ہیں ان کے دودھ کو پیتے اور ان کی اولاد کے گوشت کو کھاتے ہیں اور یہ باعث زینت و جمال بھی ہیں، اس لیے فرمایا: ﴿ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ⑥ ﴾ ''اور جب شام کو انھیں (جنگل سے) لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل) چرانے لے جاتے ہو تو اس میں تمھاری عزت و شان ہے۔'' ﴿ تُرِيحُونَ ﴾ کے معنی بوقت شام چراگاہوں سے جانوروں کے واپس لانے کے ہیں کہ اس وقت ان کے شکم پُر، ان کے تھن بڑے اور ان کی کوہانیں زیادہ اونچی ہوتی ہیں۔ ﴿ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ⑥ ﴾ کے معنی صبح کے وقت انھیں چراگاہوں میں لے جانے کے ہیں۔

اور فرمایا: ﴿ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ ﴾ ''اور وہ تمھارے بوجھ اٹھاتے ہیں۔'' یعنی وہ بھاری بھرکم بوجھ جن کے نقل و حمل سے تم عاجز ہوتے ہو۔ ﴿ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ ﴾ ''(دور دراز) شہروں میں جہاں تم زحمت شاقہ کے بغیر پہنچ نہیں سکتے۔'' مثلاً: حج، عمرہ، جہاد، تجارت اور اس طرح کے دیگر مقاصد کے سفروں میں تم انھیں سواری اور بار برداری کے لیے استعمال کرتے ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝ ﴾ (المؤمنون 23:21,22) ''اور بے شک تمھارے لیے چار پایوں میں بھی عبرت (اور نشانی) ہے کہ جو ان کے پیٹوں میں ہے اس میں سے ہم تمھیں (دودھ) پلاتے ہیں اور تمھارے لیے ان میں (اور بھی) بہت سے فائدے ہیں اور بعض کو تم کھاتے بھی ہو اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنكِرُونَ ۝ ﴾ (المؤمن 40:79-81) ''اللہ ہی تو ہے جس نے تمھارے لیے چار پائے بنائے تاکہ ان میں سے بعض پر سوار ہو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور تمھارے لیے ان میں (اور بھی) فائدے ہیں اور اس لیے بھی کہ (کہیں جانے کی) تمھارے سینوں (دلوں) میں جو حاجت ہو ان پر (چڑھ کر وہاں) پہنچ جاؤ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو، اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے۔''

اسی لیے یہاں بھی ان نعمتوں کو شمار کرانے کے بعد فرمایا: ﴿ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ⑦ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ تمھارا پروردگار

① مسند أحمد 4/210 و سنن ابن ماجه، الوصايا، باب النهي عن الإمساك......، حديث: 2707 مختصراً. ② دیکھیے الأنعام، آیات: 143، 144.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ⑧

اور (اسی نے) گھوڑے، خچر اور گدھے (پیدا کیے) تا کہ تم ان پر سواری کرو اور زینت کے لیے (انھیں پیدا کیا)، اور وہ پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے ⑧

نہایت شفقت والا (اور) بڑا مہربان ہے۔'' یعنی تمھارا پروردگار وہ ہے جس نے یہ جانور تمھارے تابع فرمان اور مسخر کر دیے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ○ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ○ ﴾ (یٰسٓ 36:71،72) ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائیں، ان میں سے ہم نے ان کے لیے چوپائے پیدا کر دیے اور یہ ان کے مالک ہیں اور ان کو ان کے قابو میں کر دیا تو کوئی تو ان میں سے ان کی سواری ہے اور کسی کو یہ کھاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۙ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۙ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف 43:12-14) ''اور تمھارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تا کہ تم ان کی پیٹھوں پر چڑھو، پھر اپنے پروردگار کے احسان کو یاد کرو جب اس پر چڑھ جاؤ، اور کہو کہ وہ (ذات) پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیر فرمان کر دیا اور ہم اس کو قابو میں لانے والے نہیں تھے۔ اور یقیناً ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ ﴾ ''ان میں تمھارے لیے گرمائش کا سامان ہے'' سے مراد کپڑے ہیں۔ ﴿ وَّمَنَافِعُ ﴾ ''اور (بہت سے) فائدے ہیں'' سے کھانے پینے کے فوائد مراد ہیں۔①

## تفسیر آیت:8

**گھوڑے، گدھے اور خچر:** اس آیت کریمہ میں جانوروں کی ایک اور قسم کا ذکر ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا فرمایا اور ان کا بطور احسان ذکر کیا جا رہا ہے اور وہ گھوڑے، خچر اور گدھے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے سواری اور زینت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور ان کی تخلیق کا بڑا مقصد یہی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [نَهٰى، يَوْمَ خَيْبَرَ، عَنْ لُّحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، وَأَذِنَ فِي لُحُومِ الْخَيْلِ] ''خیبر کے دن گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے اور گھوڑے کے گوشت کی اجازت دی ہے۔''②

امام احمد اور ابوداود رحمہما اللہ نے دو سندوں کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ان میں سے ہر سند شرطِ مسلم کے مطابق ہے کہ غزوۂ خیبر کے دن ہم نے گھوڑے، خچر اور گدھے ذبح کیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خچر اور گدھے کے گوشت سے تو منع فرما دیا مگر گھوڑے کے گوشت سے منع نہیں فرمایا۔③ صحیح مسلم میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے

---

① تفسير الطبري: 106/14. ② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، حديث: 4219 وصحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب إباحة أكل لحم الخيل، حديث: 1941 واللفظ له. ③ مسند أحمد: 356/3 وسنن أبي داود، الأطعمة، باب في أكل لحوم الخيل، حديث: 3789 جبکہ اسی معنی کی حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے صحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب إباحة أكل لحم الخيل، حديث: 1941 میں بھی آئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



1 ﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۭ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝﴾ 9 ع 7

اور سیدھی راہ اللہ ہی پر (جا پہنچتی) ہے، اور بعض (راہیں) ان میں سے ٹیڑھی ہیں، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیتا⑨

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں گھوڑا ذبح کر کے کھایا اور ہم مدینہ میں تھے۔ ①

**تفسیر آیت:9**

**دینی رستوں کا بیان:** اللہ تعالیٰ نے جب حیوانات کا ذکر فرمایا جنھیں حسی اور مادی رستوں پر چلنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس نے معنوی اور دینی رستوں کی طرف بھی توجہ دلا دی۔ قرآن مجید میں اکثر و بیشتر یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ حسی اور مادی امور کا تذکرہ کرتے ہوئے دینی و معنوی مفید امور کی طرف بھی توجہ دلا دی جاتی ہے، مثلاً: فرمایا: ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ﴾ (البقرة 2:197) ''اور زادِ راہ (رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ کیونکہ بہتر (فائدہ) زادِ راہ پرہیز گاری ہے۔'' اور فرمایا: ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ﴾ (الأعراف 7:26) ''اے بنی آدم! ہم نے تم پر ایسا لباس اتارا جو تمھارا ستر ڈھانکتا اور (تمھارے بدن کو) زینت دیتا ہے اور (جو) پرہیز گاری کا لباس (ہے) وہ سب سے اچھا ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں حیوانوں اور چوپایوں وغیرہ کا ذکر فرمایا جن پر انسان سواری کرتے اور اپنی دلی حاجت کو پورا کرنے کے لیے پہنچ جاتے ہیں اور یہ جانور دور دراز مقامات اور شہروں میں پُر مشقت سفروں میں ان کے بھاری بھرکم سامان بھی منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان رستوں کا بھی ذکر فرمایا جن پر لوگ چلتے ہیں اور بیان فرمایا کہ ان میں سے سب سے سچا اور سیدھا وہ رستہ ہے جو اس کی ذات پاک تک پہنچا دے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ﴾ ''اور وہ سیدھا راستہ تو اللہ ہی پر (پہنچتا) ہے۔'' اور اسی طرح فرمایا: ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ﴾ (الأنعام 6:153) ''اور بلاشبہ یہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلو اور دوسرے رستوں پر نہ چلنا کہ وہ (رستے) تمھیں (اللہ کے) رستے سے الگ کر دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۝﴾ (الحجر 15:41) ''(اللہ نے) فرمایا کہ مجھ تک (پہنچنے کا) سیدھا رستہ یہی ہے۔''

مجاہد فرماتے ہیں: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے کہ وہ راہِ حق کو بیان فرمائے۔ ② عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے یہ معنی روایت کیے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے کہ وہ ہدایت اور گمراہی کو بیان فرما دے۔ ③ علی بن ابو طلحہ رحمہ اللہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ④ قتادہ اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔ ⑤ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۭ﴾ ''اور ان میں سے بعض (رستے) ٹیڑھے ہیں۔'' یعنی یہ

① صحيح البخاري، الذبائح والصيد، باب النحر والذبح، حديث: 5511 و صحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب إباحة أكل ......، حديث: 1942 و اللفظ له. لیکن [نَحْنُ بِالْمَدِينَةِ] اسی سیاق میں بخاری میں ہیں۔ ② تفسير الطبري: 113/14. ③ تفسير الطبري: 113/14. ④ تفسير الطبري: 113/14. ⑤ تفسير الطبري: 113/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمۡ مِّنۡهُ شَرَابٌ وَّمِنۡهُ شَجَرٌ فِیۡهِ تُسِیۡمُوۡنَ ⑩ یُنۡۢبِتُ

وہی ہے جس نے آسمان سے تمھارے لیے پانی نازل کیا، اسی سے پینا ہے اور اسی سے درخت (اگتے) ہیں جن میں تم (جانور) چراتے ہو⑩

لَكُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ وَالزَّیۡتُوۡنَ وَالنَّخِیۡلَ وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ

وہ اسی (پانی) سے تمھارے لیے کھیتی اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل۔ بے شک اس میں غوروفکر کرنے والے لوگوں کے

لَاٰیَةً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ ⑪

لیے بہت بڑی نشانی ہے⑪

ایسے رستے ہیں جو حق سے دور ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی دیگر ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ان سے مراد مختلف رستے اور متفرق آراء وخواہشات ہیں۔① مثلاً: یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت وغیرہ۔② ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں یہ الفاظ وَمِنۡكُمۡ جَآئِرٌ ہیں۔③

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی قدرت ومشیت سے یہ سب کچھ ہونے والا ہے: ﴿ وَلَوۡ شَآءَ لَهَدٰىكُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ⑨ ﴾ ''اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ كُلُّهُمۡ جَمِیۡعًا ؕ ﴾ (یونس 10:99) ''اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں، سب کے سب ایمان لے آتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا یَزَالُوۡنَ مُخۡتَلِفِیۡنَ ۙ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمۡ ؕ وَتَمَّتۡ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمۡلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ ○ ﴾ (ہود 11:118,119) ''اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر آپ کا پروردگار رحم کرے اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور آپ کے پروردگار کا قول پورا ہو گیا کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔''

### تفسیر آیات: 11,10

**بارش اور اس کے فوائد:** اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جن سے اس نے اپنے بندوں کو جانوروں اور چارپایوں کی صورت میں نوازا ہے اور اب وہ اپنے اس احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے آسمان سے ان کے لیے بارش کو نازل فرمایا، آسمان کا لفظ یہاں بلندی کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور اس بارش میں انسانوں اور ان کے حیوانوں کے لیے بے شمار فوائد ہیں، مثلاً: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَّكُمۡ مِّنۡهُ شَرَابٌ ﴾ ''اسی سے تمھارے لیے پینا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس صاف ٹھنڈے پانی کو شیریں بنا دیا ہے تاکہ تم اسے پی سکو اور یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے اسے کھارا اور کڑوا نہیں بنایا۔ ﴿ وَّمِنۡهُ شَجَرٌ فِیۡهِ تُسِیۡمُوۡنَ ⑩ ﴾ ''اور اس سے درخت بھی (شاداب ہوتے ہیں) جن میں تم (اپنے چوپایوں کو) چراتے ہو۔'' یعنی بارش کے اس پانی کے ساتھ اس نے تمھارے لیے درخت اُگا دیے جن میں تم اپنے چوپایوں کو چراتے ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما،

① تفسیر الطبری: 114/14. ② تفسیر القرطبی: 82/10 وتفسیر الطبری: 116/8. ③ تفسیر الطبری: 114/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور اس نے تمھارے لیے مسخر کیے رات اور دن اور سورج اور چاند، اور تمام تارے بھی اسی کے حکم کے پابند ہیں۔ بے شک اس میں عقل مند لوگوں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ⑫ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

کے لیے البتہ کئی نشانیاں ہیں⑫ اور رنگ برنگ کی وہ چیزیں بھی (تابع کردیں) جو اس (اللہ) نے تمھارے لیے زمین میں پیدا کیں۔ بے شک اس

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ⑬

میں ان لوگوں کے لیے جو نصیحت پکڑتے ہیں بہت بڑی نشانی ہے⑬

عکرمہ، ضحاک، قتادہ اور ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے کہ ﴿فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ⑩﴾ کے معنی ہیں تم چراتے ہو۔[1] اسی وجہ سے اونٹوں کو سائم کہا جاتا ہے کیونکہ سوم کے معنی چرنے کے ہیں۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ﴾ ''اسی پانی سے وہ تمھارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور (اور بے شمار درخت) اگاتا ہے اور ہر طرح کے پھل (پیدا کرتا ہے۔)''، یعنی پانی ایک ہی ہے مگر وہ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے ساتھ، اس پانی سے زمین میں مختلف قسموں، ذائقوں، رنگوں، خوشبوؤں اور شکلوں کے پھل پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑪﴾ ''غور کرنے والوں کے لیے یقیناً اس میں (اللہ کی قدرت کی) بڑی نشانی ہے۔'' یہ اس بات کی دلیل اور حجت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴾ (النمل 60:27) ''(کیا یہ بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور (جس نے) تمھارے لیے آسمان سے پانی برسایا؟ پھر ہم نے اس سے سرسبز باغ اگائے، تمھیں (قدرت) نہ تھی کہ تم ان کے درختوں کو اگاتے تو کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے۔ (ہرگز نہیں) بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو (رستے سے) ہٹ رہے ہیں۔''

## تفسیر آیات:13,12

**لیل ونہار، شمس وقمر کی تسخیر اور زمین کی پیداوار، نشانیاں ہیں:** اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس کی بڑی بڑی نشانیوں اور عظیم ترین احسانات میں سے لیل ونہار کی تسخیر بھی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے ہیں، شمس وقمر گھومتے ہیں اور نجوم، ثوابت وسیارے آسمانوں میں نور اور روشنی ہیں تاکہ تاریکیوں اور ظلمتوں میں ان سے رستے معلوم کیے جا سکیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بنا دیا ہے اور ہر ایک بلا کم وکاست اس رفتار سے چل رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر فرما دی ہے، تمام اجرام فلکی پر اللہ تعالیٰ

[1] تفسیر الطبری: 14/ 116,115.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً

اور وہی ہے جس نے سمندر مسخر کیا تا کہ تم اس میں سے تر و تازہ (مچھلی کا) گوشت کھاؤ، اور اس میں سے زیور (موتی) نکالو جو تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیاں

تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑭

دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتی چلی جاتی ہیں، اور تا کہ تم اس (اللہ) کا فضل تلاش کرو، اور تا کہ تم شکر کرو⑭ اور اس نے زمین میں پہاڑ ڈال (گاڑ) دیے

وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۙ⑮

کہ وہ تمھیں لے کر جھک (نہ) پڑے، اور نہریں اور راستے (بنائے)، تا کہ تم راہ پاؤ⑮ اور (دیگر) نشانیاں (بنائیں) اور تاروں سے بھی لوگ راہ پاتے

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ⑯ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا

ہیں⑯ بھلا جو (اللہ سب کچھ) تخلیق کرتا ہے وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو (کچھ بھی) تخلیق نہیں کرتا؟ کیا پھر تم نصیحت نہیں پکڑتے؟⑰ اور اگر تم اللہ کی

تَذَكَّرُوْنَ ⑰ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ⑱

نعمتیں گننا چاہو تو انھیں گن نہ سکو۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے⑱

ہی کا غلبہ وتسلط ہے، اسی نے انھیں مسخر کیا، ان کے اندازوں کو مقرر کیا اور ان کے کام کو آسان فرما دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 54:7) ”کچھ شک نہیں کہ تمھارا پروردگار اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوا، وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس سے پیچھے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا کیا، سب اس کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں۔ دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے) یہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ⑫ ﴾ ”سمجھنے والوں کے لیے یقیناً اس میں (اللہ کی قدرت کی) بہت سی نشانیاں ہیں۔“ یعنی ان تمام چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت اور اس کی عظیم الشان سلطنت کی ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی قدرتوں اور اس کی بیان کردہ دلیلوں کو سمجھتے ہیں۔

﴿ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ ﴾ ”اور جو طرح طرح کے رنگوں کی چیزیں اس نے زمین میں پیدا کیں (سب تمھارے زیر فرمان کر دیں۔)“ اللہ تعالیٰ نے پہلے اجرام فلکی کی طرف توجہ مبذول کرائی اور اب اس نے زمین میں پیدا کردہ عجیب امور، مختلف اشیاء، مثلاً: حیوانات، معدنیات، نباتات اور ان کے مختلف رنگوں، شکلوں، منافع اور خواص کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ ⑬ ﴾ ”نصیحت پکڑنے والوں کے لیے یقیناً اس میں نشانی ہے“ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتیں ہیں اور وہ ان کی وجہ سے اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

## تفسیر آیات: 14-18

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**ستاروں، سمندروں اور پہاڑوں میں اللہ کی قدرت کی دیگر نشانیاں:** اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی جن نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے، وہ یہ ہیں کہ اس نے تلاطم خیز موجوں والے دریا کو مسخر کر دیا ہے اور اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے اس احسان کا اظہار فرما رہا ہے کہ اس نے ان کے لیے دریاؤں اور سمندروں کو مسخر کر دیا، ان میں سفر کو آسان بنا دیا، ان میں مچھلیوں اور دیگر جانوروں کو پیدا کر کے ان کے گوشت کو حلال قرار دے دیا، خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ، ان کا شکار حلال ہونے کی حالت میں کیا جائے یا حالتِ احرام میں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں بہت ہی نفیس قسم کے موتی اور جواہر پیدا فرما دیے اور دریاؤں اور سمندروں کے پیندوں سے انھیں نکالنا اپنے بندوں کے لیے آسان کر دیا تاکہ انھیں بطور زیورات استعمال کیا جائے۔ اس نے دریاؤں اور سمندروں کو کشتیوں کے اٹھانے کے لیے بھی مسخر کر دیا ہے۔

کشتیوں کی صفت مَوَاخِرَ بیان کی گئی ہے، یعنی ایسی کشتیاں جو کہ دریاؤں اور سمندروں کے پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں یا وہ ہواؤں کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں اور یہ دونوں معنی صحیح ہیں۔ اس کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ کشتیاں اور جہاز اپنے اس اگلے حصے کے ساتھ دریاؤں اور سمندروں کے پانی کو پھاڑتے جاتے ہیں جس کے اس شکل وصورت میں بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی فرمائی اور بنانے کا طریقہ نسلاً بعد نسلٍ ان کے باپ حضرت نوح علیہ السلام سے بطور وراثت ان کی طرف منتقل ہوتا چلا آیا ہے، حضرت نوح علیہ السلام وہ سب سے پہلے انسان تھے جنھوں نے کشتی کی سواری اختیار فرمائی، انھیں اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے کا طریقہ سکھایا تھا اور پھر قرناً بعد قرنٍ اور نسلاً بعد نسل لوگوں میں یہ طریقہ منتقل ہوتا چلا آیا اور اس طریقے کو اختیار کر کے انھوں نے ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک کے سفر کرنا شروع کر دیے تاکہ یہاں کے ساز وسامان کو وہاں پہنچا سکیں اور وہاں کی اشیاء کو یہاں منتقل کر سکیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمایا ہے: ﴿وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝١٤﴾ ''اور اس لیے بھی (دریا کو تمھارے لیے مسخر کیا) کہ تم اللہ کے فضل سے (معاش) تلاش کرو اور تاکہ اس کا شکر کرو۔'' یعنی دریاؤں اور سمندروں کو مسخر کرنا بھی اس کی تم پر عظیم الشان نعمت اور ایک بہت بڑا احسان ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے زمین میں بہت مضبوط و مستحکم اور بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ پہاڑ بھی نصب فرما دیے تاکہ زمین کو قرار نصیب ہو جائے اور نہ وہ خود ڈگمگائے اور نہ اس پر بسنے والی جان دار چیزیں ہی ڈگمگائیں کیونکہ اس صورت میں ان کے لیے پرسکون زندگی بسر کرنا ممکن نہ ہوتا۔ اس لیے اس نے فرمایا: ﴿وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ۝﴾ (النّٰزعٰت 79:32)

''اور پہاڑ اس میں گاڑ دیے۔''

اور فرمایا: ﴿وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا﴾ ''اور نہریں اور رستے (بنا دیے۔)'' یعنی اس نے زمین میں نہریں جاری فرما دیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک بہتی چلی جاتی ہیں تاکہ ان سے بھی بندوں کو رزق حاصل ہو کہ ایک جگہ سے یہ نہریں ہوتی ہوئی دوسری جگہ کے لوگوں کے لیے رزق کا ذریعہ بن جاتی ہیں اور یہ مختلف علاقوں، جنگلوں، صحراؤں، پہاڑوں اور ٹیلوں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گزرتی ہوئی اس علاقے کے لوگوں تک پہنچ جاتی ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے مسخر کیا ہوتا ہے، پھر یہ دائیں بائیں، جنوباً شمالاً اور شرقاً غرباً بہتی چلی جاتی ہیں کہ ان میں سے کچھ نہریں چھوٹی ہوتی ہیں اور کچھ بڑی، اسی طرح اس نے بہت سی ندیاں بھی بہادیں جو کبھی جاری ہو جاتی ہیں اور کبھی خشک، کچھ میں پانی کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے اور کچھ میں سست، بہر حال یہ نہریں اور ندیاں بھی سطح زمین پر اللہ تعالیٰ کے ارادہ ومشیت اور اس کی تسخیر وتدبیر کے تابع چلتی ہیں کہ اس کے سوا نہ کوئی معبود حقیقی ہے اور نہ پروردگار!

اسی طرح اس اللہ رب العالمین نے زمین میں رستے بنادیے تاکہ اس کے بندے ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی طرف آجا سکیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو کاٹ کر ان کے درمیان سے رستے اور گزرگاہیں بنادیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝ ﴾ (الأنبيآء31:21) ”اور ہم نے اس میں کشادہ رستے بنائے تاکہ وہ (لوگ) راہ پائیں۔“

﴿ وَعَلٰمٰتٍ ط ﴾ ”اور (رستوں میں) نشانات بنادیے۔“ یعنی اس نے بڑے بڑے پہاڑوں میں بھی اور چھوٹے چھوٹے ٹیلوں میں بھی ایسے نشانات بنادیے ہیں جن سے مسافر اپنی گم شدہ منزل کا سراغ لگالیتے ہیں: ﴿ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ⑯ ﴾ ”اور وہ (لوگ) ستاروں سے بھی رستے معلوم کر لیتے ہیں۔“ یعنی رات کی تاریکیوں میں لوگ ستاروں سے رستے معلوم کر لیتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ ①

**عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے:** اپنی قدرت کے ان کمالات اور نشانات کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اس نے اپنی عظمت کو بیان فرمایا ہے کہ عبادت کے لائق اسی کی ذات گرامی ہے، یہ بت، مجسمے اور مورتیاں جو بنائے گئے ہیں اور وہ خود کسی چیز کو بنانے کی قدرت نہیں رکھتے، یہ بھلا اس قابل کہاں ہیں کہ ان کی پوجا کی جائے۔ ﴿ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ⑰ ﴾ ”توجو (اتنی مخلوقات) پیدا کرے کیا وہ ویسا ہے جو کچھ بھی نہ پیدا کر سکے؟ تو پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے؟“

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں اور اپنے احسانات کے حیطۂ شمار سے باہر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑱ ﴾ ”اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو اسے گن نہ سکو۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ یعنی وہ تم سے درگزر فرماتا ہے اگر وہ تمھیں یہ حکم دے دیتا کہ تم اس کی تمام نعمتوں کا شکر ادا کرو تو تم ایسا نہ کر سکتے اور اس کے اس حکم کی تم اطاعت نہ کر سکتے اور حکم کی اطاعت نہ بجالانے کی وجہ سے اگر وہ تمھیں عذاب دیتا تو وہ حق بجانب تھا لیکن وہ تو غفور ورحیم ہے، تمھارے بہت سے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے اور تمھارے بہت تھوڑے سے عمل کی بھی جزا عطا فرمادیتا ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نعمتوں کے شکر ادا کرنے میں تم سے جو کوتاہی ہوتی ہے اسے وہ معاف فرمادے گا، بشرطیکہ تم اس کے حضور توبہ کرو، اس کی اطاعت بجالاؤ اور اس کی خوشنودی کے طلب گار بن جاؤ کہ تمھاری توبہ اور انابت کے بعد وہ تم پر رحم فرمائے گا اور تمھیں اپنے عذاب سے بچائے گا۔ ②

① تفسیر الطبری: 122/14 . ② تفسیر الطبری: 125/14 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ⑲ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو ⑲ اور لوگ جنھیں اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز

لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ⑳ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ

تخلیق نہیں کرتے، جبکہ وہ خود تخلیق کیے گئے ہیں ⑳ (وہ) مردے ہیں، زندہ نہیں اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ وہ کب

يُبْعَثُوْنَ ㉑ ع 2/12/8

اٹھائے جائیں گے ㉑

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ㉒

تمھارا معبود بس ایک ہی معبود ہے، چنانچہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ان کے دل منکر ہیں، اور وہ تکبر کرنے والے ہیں ㉒

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ㉓

بلاشبہ یقیناً اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو قطعاً پسند نہیں کرتا ㉓

## تفسیر آیات: 19-21

**اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کو جانتا ہے:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ خفیہ باتوں کو بھی اسی طرح جانتا ہے جس طرح وہ ظاہر باتوں کو جانتا ہے، پھر روز قیامت وہ ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق جزا دیگا، اچھا عمل ہوا تو اچھی جزا اور اگر برا عمل ہوا تو سزا۔
**مشرکوں کے معبود مخلوق ہیں خالق نہیں:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں کی پوجا کرتے ہیں، وہ پیدا کیے گئے ہیں لیکن وہ خود کسی بھی چیز کو پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:95,96) ”کہ تم ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو، حالانکہ تم کو اور جو تم بناتے ہو اس کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ ﴾ ”(وہ) مردے ہیں، زندہ نہیں۔“ یعنی یہ تو جمادات ہیں، ان میں روح بھی نہیں، یہ سنتے بھی نہیں، دیکھتے بھی نہیں اور ان میں عقل و شعور بھی نہیں۔ ﴿ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ㉑ ﴾ ”ان کو یہ بھی تو شعور نہیں کہ اٹھائے کب جائیں گے۔“ یعنی یہ نہیں جانتے کہ قیامت کب ہوگی تو ایسی چیزوں سے کسی نفع یا ثواب یا جزا کی امید کیسے رکھی جا سکتی ہے۔ ان چیزوں کی امید تو اسی ذات گرامی ہی سے کی جا سکتی ہے جو ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر چیز کا خالق ہے۔ [1]

## تفسیر آیات: 23,22

[1] یہ آیت عام ہے اور صرف بتوں اور جمادات کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ ان اولیاء وغیرہ کو بھی شامل ہے جو وفات پا چکے ہیں لوگ ان کی پوجا کرتے ہیں اور حاجت برآری کے لیے ان کو پکارتے ہیں، اس لیے کہ آیت میں مذکورہ صفات ذوی العقول کی ہیں، مثلاً: پیدا نہیں کر سکتے، خود مخلوق ہیں، مردہ ہیں، زندگی ختم ہو گئی ہے، شعور نہیں رکھتے اور ان کے لیے بعث بعد الموت ہے، یہ صفات عام طور پر ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتی ہیں، ایسی صفات کا جمادات وغیرہ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے!

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿24﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ

اور جب ان سے کہا جائے کہ تمھارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں ﴿24﴾ تاکہ

كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ

یوم قیامت وہ اپنے کامل بوجھ اُٹھائیں اور کچھ ان کے بوجھ بھی جنھیں وہ بغیر علم کے گمراہ کرتے ہیں، جان لو! برا بوجھ ہے جو

ع 3/4/9 مَا يَزِرُوْنَ ﴿25﴾

وہ اٹھاتے ہیں ﴿25﴾

**اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کے سوائی کوئی معبود نہیں، معبود صرف وہ ذات واحد، احد، فرد اور صمد ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ کافروں کے دل اس بات کے منکر ہیں جیسا کہ انھوں نے اس بات پر ازراہ تعجب کہا: ﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ ﴾ (صٓ 38:5) ”کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ بلاشبہ یہ تو بڑی عجیب بات ہے!“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ ﴾ (الزمر 39:45) ”اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ تنگ دل و بیزار ہو جاتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں۔“

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿22﴾ ﴾ ”اور وہ سرکش ہو رہے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے سرکشی اختیار کر رہے ہیں اور ان کے دل اس کی توحید کا انکار کر رہے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ ﴾ (المؤمن 40:60) ”جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر اعراض کرتے ہیں، عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ ﴾ ”بلاشک وشبہ یہ جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اللہ اس کو جانتا ہے۔“ اور وہ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ ﴿ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿23﴾ ﴾ ”یقیناً وہ (اللہ) تکبر کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔“

## تفسیر آیات: 25,24

**کفار کی وحی سے روگردانی اور دگنی سزا:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب وحی کی تکذیب کرنے والے ان کفار سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ ﴿ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا ﴾ ”تمھارے پروردگار نے کیا اتارا ہے؟ تو کہتے ہیں“ جواب سے اعراض کرتے ہوئے: ﴿ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿24﴾ ﴾ ”وہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو کچھ نازل نہیں فرمایا اور یہ جو ہم پر پڑھتے ہیں تو یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں جو سابقہ لوگوں کی کتابوں سے ماخوذ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:5) ”اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے جمع کر رکھا ہے اور وہ صبح اور شام اس پر پڑھی جاتی ہیں۔“ یعنی رسول اللہ ﷺ پر یہ افترا پردازی کرتے ہوئے مختلف اور متضاد باتیں کہتے ہیں جو سب باطل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 48:17) ''دیکھوانھوں نے کس کس طرح کی آپ کے بارے میں باتیں بنائی ہیں؟ سو یہ گمراہ ہور ہے ہیں اور رستہ نہیں پا سکتے۔'' یہ اس لیے کہ جو شخص حق سے دور ہو جائے، وہ جو بھی کہے غلط کہے گا، یہ کفار آپ ﷺ کو ساحر، شاعر، کاہن اور مجنوں کہتے، پھر ان کے متفرد لیڈر ولید بن مغیرہ مخزومی نے اپنے زعم میں غور وفکر کے بعد قرار دیا کہ آپ ساحر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ۝ ﴾ (المدّثر 74:18-24) ''اس نے غور وفکر کیا اور اندازہ لگایا، پس یہ مارا جائے اس نے کیسا اندازہ لگایا! پھر وہ مارا جائے کیسا اندازہ لگایا! پھر اس نے تامل کیا، پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا، پھر پشت پھیر کر چلا اور (قبول حق سے) غرور کیا، پھر کہنے لگا یہ تو جادو ہے جو (اگلوں سے) منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔'' یعنی یہ پہلے لوگوں سے منقول ہوتا چلا آیا ہے تو یہ ظالم لوگ اس کی بات کو قبول کرتے ہوئے اس کے ہاں سے چلے گئے۔ قَبَّحَهُمُ اللّٰهُ.

**گمراہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ ساتھ اپنے پیروؤں کے بوجھ بھی اٹھائیں گے:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ ﴾ ''(اے پیغمبر! ان کو بکنے دو) یہ قیامت کے دن اپنے (اعمال کے) پورے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور جن کو یہ بغیر علم کے گمراہ کرتے رہے ان کے بوجھ بھی (اٹھائیں گے۔)'' یعنی ایسی باتیں کرنا تو ہم نے ان کی تقدیر میں لکھ دیا ہے تاکہ یہ اپنے اعمال کے بوجھ بھی اٹھائیں اور ان لوگوں کے اعمال کے بوجھ بھی اٹھائیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں۔ اپنی گمراہی کا بوجھ بھی ان کے سروں پر ہوگا اور ان لوگوں کی گمراہی کا بھی جن کو انھوں نے گمراہ کیا اور انھوں نے ان کی پیروی کی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَّمَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا] ''جو شخص ہدایت کی طرف دعوت دے تو اسے ان تمام لوگوں کے اجر کے مطابق اجر ملے گا جو اس کی اتباع کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ کی جائے گی اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی تو اسے ان تمام گناہوں کے برابر گناہ ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ کی جائے گی۔''[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ ۖ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ ﴾ (العنکبوت 13:29) ''اور یہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی اور جو بہتان یہ باندھتے رہے قیامت کے دن ان سے ضرور پرسش ہوگی۔'' عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کیا ہے کہ سورۂ نحل کی یہ آیت، سورۂ عنکبوت کی مذکورہ بالا آیت ہی کی طرح ہے۔[2] مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے گناہوں

[1] صحیح مسلم، العلم، باب من سن سنة حسنة......، حدیث: 2674. [2] تفسیر الطبری: 128/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ

تحقیق وہ لوگ مکر کر چکے ہیں جو ان سے پہلے تھے، پھر اللہ نے ان (کے مکر) کی عمارت کو بنیادوں سے آلیا، چنانچہ ان کے اوپر

فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿26﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ

چھت گر پڑی اور ان پر عذاب آیا جہاں سے وہ شعور نہ رکھتے تھے ﴿26﴾ پھر یوم قیامت اللہ انھیں رسوا کرے گا اور کہے گا: میرے

وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ

شریک کہاں ہیں جن کی بابت تم (مومنوں سے) جھگڑتے تھے؟ وہ لوگ کہیں گے جنھیں علم دیا گیا تھا: بے شک آج کا دن کافروں

الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿27﴾ۙ

کے لیے رسوائی اور بدبختی ہے ﴿27﴾

کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی جو ان کی پیروی کریں گے اور اس سے پیروی کرنے والوں کے عذاب میں کوئی تخفیف نہیں کی جائے گی۔ [1]

## تفسیر آیات: 27,26

**سابقہ لوگوں کے اعمال اور ان کی سزا کا ذکر:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''ان سے پہلے لوگوں نے بھی ویسی ہی مکاریاں کی تھیں۔'' اس آیت کریمہ کے بارے میں عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ نمرود ہے جس نے بہت بڑا محل تعمیر کروایا تھا۔ [2]

دیگر ائمہ تفسیر نے کہا ہے کہ یہ بخت نصر کی طرف اشارہ ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں اور عبادت میں اس کے ساتھ غیروں کو شریک کرنے والوں کے اعمال کے باطل ہونے کے لیے بیان کی گئی ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴾ (نوح 22:71) ''اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے۔'' یعنی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے انھوں نے ہر حیلے بہانے کو اختیار کیا اور لوگوں کو شرک کی طرف مائل کرنے کے لیے انھوں نے ہر وسیلے کا سہارا لیا جیسا کہ قیامت کے دن ان کے پیروکار کہیں گے: ﴿بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ...... ﴾ الآیة (سبا 33:34) ''بلکہ (تمھاری) رات دن کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا) جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں......۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ﴾ ''پھر اللہ نے ان (کے مکر) کی عمارت کو بنیادوں سے آلیا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو باطل کر کے انھیں بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ﴾ (المآئدۃ 64:5) ''یہ جب بھی لڑائی کے لیے آگ جلاتے ہیں تو اللہ اس کو بجھا دیتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا

① تفسیر الطبری: 128/14. ② تفسیر الطبری: 130/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



يَاُولِي الْاَبْصَارِ ○﴾ (الحشر2:59) ”تو اللہ نے ان کو وہاں سے آ لیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے تو اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو! عبرت پکڑو۔“ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿26﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ﴾ ”تو اللہ نے ان کی عمارت کو بنیادوں سے آ لیا اور چھت ان پر ان کے اوپر سے گر پڑی اور (ایسی طرف سے) ان پر عذاب آ واقع ہوا جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا، پھر وہ ان کو قیامت کے دن بھی ذلیل کرے گا۔“ یعنی ان کی رسوائیوں کو نمایاں کر دے گا اور ان کے دلوں میں چھپی ہوئی باتوں کو ظاہر کر دے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ○﴾ (الطارق9:86) ”اس دن (دلوں کے) بھید جانچے جائیں گے۔“ یعنی دلوں کے بھید نمایاں اور ظاہر کر دیے جائیں گے۔

**عہد شکنوں کی رسوائیاں:** صحیح بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ (عِنْدَ اسْتِهِ عَلٰى قَدْرِ غَدْرَتِهِ) فَيُقَالُ: هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ] ”قیامت کے دن ہر عہد شکن اور دھوکے باز انسان کی سرین کے پاس اس کی غداری کے بقدر ایک جھنڈا نصب کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔“[1]

اسی طرح یہ لوگ جس مکر و فریب سے کام لیا کرتے تھے، اسے واضح کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کے سامنے انھیں ذلیل و رسوا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سرزنش کرتے ہوئے ان سے مخاطب ہو کر فرمائے گا: ﴿اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ﴾ ”میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے؟“ یعنی جن کے لیے تم لڑتے اور جن کی خاطر تم دوسروں سے دشمنی کرتے تھے، آج وہ کہاں ہیں؟ آج وہ تمھاری مدد کیوں نہیں کرتے اور اس عذاب سے تمھیں خلاصی کیوں نہیں دلاتے؟ ﴿هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ؕ○﴾ (الشعرآء93:26) ”کیا وہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں یا (خود) بدلہ لے سکتے ہیں؟“ اور فرمایا: ﴿فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ○﴾ (الطارق10:86) ”تو انسان کے پاس نہ کوئی (اپنا) زور ہوگا اور نہ کوئی (اس کا) مددگار ہوگا۔“ جب ان پر حجت اور دلیل قائم ہو جائے گی اور بات ان کے خلاف ثابت ہو جائے گی تو وہ خاموش ہو جائیں گے، زبان پر کوئی حرف اعتذار لا سکیں گے اور نہ راہ فرار ہی اختیار کر سکیں گے۔

﴿قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ ”جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا، وہ کہیں گے۔“ یعنی وہی دنیا و آخرت میں سردار اور دونوں جہانوں میں حق بات کہنے والے ہیں۔ ﴿اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿27﴾﴾ ”بلاشبہ آج کافروں کی رسوائی اور

---

[1] قوسین سے پہلے ابتدائی حصہ صحيح البخاري، الفتن، باب: إذا قال عند قوم......، حديث:7111 آخری حصہ صحيح البخاري، الأدب، باب مايدعى الناس بآبائهم، حديث:6178 جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد:49/2 کے مطابق ہیں۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے: [يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدْرِ غَدْرِهٖ]، حديث:1738 مزید دیکھیے صحيح البخاري، حديث:3187,3186 عن أنس وعبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۖ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ

وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں فوت کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے، تو وہ (یہ کہتے ہوئے) سرِتسلیم خم کر دیتے ہیں کہ ہم تو کوئی

سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿28﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ

برا عمل نہیں کرتے تھے۔ (فرشتے کہتے ہیں:) کیوں نہیں! بے شک اللہ کو معلوم ہے جو تم عمل کرتے تھے ﴿28﴾ چنانچہ تم جہنم کے دروازوں میں داخل

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿29﴾

ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہو گے۔ سو کیسا برا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا! ﴿29﴾

بدبختی ہے۔'' آج ذلت ورسوائی اور عذاب اس شخص کا مقدر ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور ایسی چیزوں کو اس کا شریک بنایا جو کسی بھی نفع ونقصان کی مالک نہیں ہیں۔

### تفسیر آیات: 29,28

**بوقت وفات اور بعد از وفات کافروں کے حالات:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکوں اور اپنے اوپر ظلم کرنے والے ان لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب موت کے وقت فرشتے ان کی خبیث روحوں کو قبض کرنے کے لیے آتے ہیں تو ﴿ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ ﴾ ''تو یہ سرِتسلیم خم کر دیتے ہیں۔'' اور یہ کہتے ہوئے سمع وطاعت اور تسلیم ورضا کا اظہار کرتے ہیں کہ ﴿ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ ﴾ ''ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے۔'' اسی طرح قیامت کے دن بھی یہ کہیں گے: ﴿ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 23:6) ''اللہ کی قسم، اے ہمارے پروردگار! ہم مشرک نہیں تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ ﴾ (المجادلة 18:58) ''جس دن اللہ ان سب کو (جلا) اٹھائے گا تو جس طرح تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں (اسی طرح) اللہ کے سامنے قسمیں کھائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ ان کی باتوں اور قسموں کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿28﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿29﴾ ﴾ ''کیوں نہیں! بے شک جو کچھ تم کیا کرتے تھے، اللہ اسے خوب جانتا ہے، سو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ! ہمیشہ اس میں رہو گے، سو تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔'' یعنی یہ بہت ہی برا ٹھکانا اور ذلت ورسوائی کا مقام ہے، ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسولوں کی اطاعت سے ازراہ تکبر انکار کرتے تھے۔ یہ لوگ جس دن مریں گے، اسی دن ان کی روحیں جہنم میں داخل کر دی جائیں گی اور ان کے جسموں کو بھی قبروں میں جہنم کی حرارت اور گرم ہوائیں اپنی لپیٹ میں لے لیں گی، پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کی روحوں کو ان کے جسموں میں داخل کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آتش دوزخ کے سپرد کر دیا جائے گا، پھر ﴿ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ ﴾ (فاطر 36:35) ''نہ انھیں موت آئے گی کہ مر جائیں اور نہ اس کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ ﴾ (المؤمن 46:40) ''آتش (جہنم) کہ صبح اور شام اس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہوگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَا ذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ

اور (جب) پوچھا جاتا ہے متقی لوگوں سے کہ تمھارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: خیر ہی خیر۔ جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے

الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿30﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور دارِ آخرت تو یقیناً بہترین ہے اور کیا خوب ہے متقی لوگوں کا گھر! ﴿30﴾ (یعنی) ہمیشہ کے باغات ہیں، وہ ان

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿31﴾

میں داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہاں ان کے لیے وہ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔ اللہ اسی طرح متقی لوگوں کو جزا دیتا ہے ﴿31﴾ جن کو

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ

فرشتے اس حال میں فوت کرتے ہیں کہ وہ (کفر و شرک سے) پاک ہوتے ہیں تو (فرشتے) کہتے ہیں: تم پر سلام ہو، تم جنت میں داخل ہو جاؤ اس

تَعْمَلُوْنَ ﴿32﴾

کے بدلے میں جو تم عمل کرتے تھے ﴿32﴾

(حکم ہوگا کہ) فرعون کی آل کو سخت عذاب میں داخل کرو۔‘‘

تفسیر آیات: 30-32

**پرہیزگاروں کے حالات:** اللہ تعالیٰ نے پہلے بدنصیب لوگوں کی حالت کو بیان کیا اور اب سعادت مند لوگوں کی حالت کو بیان کیا جارہا ہے۔ بدنصیب لوگوں سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ ﴿مَا ذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ﴾ ’’تمھارے پروردگار نے کیا اتارا ہے؟‘‘ تو وہ جواب سے اعراض کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس نے تو کچھ نہیں اتارا، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی حکایتیں ہیں اور اس کے برعکس جب پرہیزگاروں اور سعادت مندوں سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ تمھارے پروردگار نے کیا نازل کیا ہے؟ تو وہ جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ان لوگوں کے لیے سراپا رحمت و برکت ہے جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی پیروی کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے جس کا اس نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا اور جس کے بارے میں اپنے رسولوں پر وحی نازل فرمائی: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ﴾ ’’جو لوگ نیکوکار ہیں (ان کے لیے) اس دنیا میں بھی بھلائی ہے۔‘‘ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○﴾ (النحل 16:97) ’’جو شخص نیک اعمال کرے گا مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن بھی ہو تو ہم اس کو (دنیا میں) پاکیزہ (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور آخرت میں ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔‘‘ یعنی جو شخص دنیا میں اچھے عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت کو اچھا بنا دے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آخرت کا گھر دنیا کی زندگی سے بہتر ہے اور اس میں دنیا کی نسبت پوری پوری جزا دی جائے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ ......﴾ الآیۃ (القصص 28:80) ’’اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس! اللہ کا ثواب کہیں بہتر ہے (اس شخص کے لیے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایمان لایا......) ''اور فرمایا: ﴿ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ○ ﴾ (آل عمرٰن 198:3) ''اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے، وہ نیکو کاروں کے لیے بہت اچھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ ﴾ (الأعلى 17:87) ''آخرت بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔'' اور اپنے رسول ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ ﴾ (الضحٰی 4:93) ''اور آخرت آپ کے لیے پہلی (دنیاوی حالت) سے کہیں بہتر ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے آخرت کے گھر کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ ''اور البتہ آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے اور پرہیزگاروں کا گھر بلاشبہ خوب ہے۔'' اور اس کا فرمان: ﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ ﴾ ''(وہ) بہشت جاودانی ہے۔'' ﴿ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ سے بدل ہے، یعنی آخرت کا گھر جس میں وہ داخل ہوں گے، وہ باغات جاودانی ہیں، ﴿ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ''ان کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔'' یعنی وہاں کے درختوں اور محلات کے درمیان نہریں رواں دواں ہیں۔ ﴿ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ ﴾ ''وہاں جو چاہیں گے، ان کے لیے میسر ہوگا۔'' یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے۔ ﴿ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾ (الزخرف 71:43) ''اور وہاں جو جی چاہیں اور جو آنکھوں کو اچھا لگے (موجود ہوگا) اور (اے اہل جنت!) تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ اہل جنت کی ایک جماعت کے اوپر سے بادل گزرے گا، جبکہ وہ اپنے مشروب پینے کے لیے بیٹھے ہوں گے، ان میں سے جو شخص جو خواہش کرے گا بادل اسے بارش کی صورت میں برسا دے گا حتی کہ ان میں سے ایک شخص یہ کہے گا کہ اے بادل! ہم پر نوجوان ہم عمر عورتوں کی بارش برسا تو ان کی اس خواہش کو بھی پورا کر دیا جائے گا۔[1]

﴿ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ ''اللہ پرہیزگاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتا ہے۔'' اللہ ہر اس شخص کو ایسا ہی بدلہ دیتا ہے جو اس پر ایمان لائے، اس سے ڈرے اور نیک عمل کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اپنی موت کے وقت یہ لوگ شرک کے میل کچیل اور ہر برائی سے پاک ہوتے ہیں اور اس وقت فرشتے انھیں سلام کہتے اور جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰۗؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ ﴾ (حمٓ السجدة 41:30-32) ''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ (اس پر) قائم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے خوشی مناؤ۔ ہم دنیا کی زندگی میں بس تمھارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمھارے رفیق ہیں) اور وہاں جس (نعمت) کو تمھارے جی چاہیں گے تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمھارے لیے موجود ہوگی (یہ) بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔''

[1] تفسير الطبرى :124/25 عن أبى ظَبْيَة السلفى رحمه الله یہ روایت مقطوع ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ

وہ (کافر) یہی انتظار تو کرتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا آپ کے رب کا حکم آئے۔ اسی طرح کیا تھا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔

قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿33﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا

اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا، اور لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ﴿33﴾ پھر انھوں نے جو کیا تھا اس کے برے نتائج انھیں پہنچے، اور انھیں اس

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿34﴾ ع 4/9/10

(عذاب) نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ﴿34﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا

اور مشرک لوگوں نے کہا: اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا ہی، اور ہم اس (کے حکم)

حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا

کے بغیر کوئی چیز حرام (بھی) نہ ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے کیا تھا جو ان سے پہلے تھے، چنانچہ رسولوں کے ذمے تو صرف صاف صاف

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿35﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا

پہنچا دینا ہے ﴿35﴾ اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے بعض کو اللہ نے

الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي

ہدایت دی، اور ان میں سے بعض پر ضلالت ثابت ہوگئی، لہٰذا تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو (رسولوں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا (عبرتناک)

الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿36﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ

ہوا؟ ﴿36﴾ (اے نبی!) خواہ آپ ان کی ہدایت کے لیے کتنی ہی حرص کریں، تو بے شک اللہ جسے گمراہ کرے اسے ہدایت نہیں دیتا،

اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿37﴾

اور ان (گمراہوں) کا مددگار کوئی بھی نہیں ﴿37﴾

قبل ازیں ہم آیت کریمہ: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۞﴾ (إبراهيم 14:27) کی تفسیر میں مومن اور کافر کی روح قبض کرنے سے متعلق احادیث بیان کر چکے ہیں۔

## تفسیر آیات: 33،34

**ایمان سے انکار کے معنی عذاب کے انتظار کے ہیں:** اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو اپنے باطل میں مست رہنے اور دنیا پر فریب خوردہ ہونے کی وجہ سے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کیا یہ لوگ اس انتظار میں ہیں کہ اب فرشتے ان کی روحوں کو قبض کرنے کے لیے آ ہی جائیں، یہ امام قتادہ کا قول ہے۔[1] ﴿اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ﴾ ”یا آپ کے پروردگار کا حکم آ پہنچے۔“ یعنی قیامت کا دن

[1] تفسير الطبري: 14/136.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنی تمام تر ہولناکیوں اور حشر سامانیوں کے ساتھ آ جائے ﴿ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''اسی طرح ان لوگوں نے کیا تھا جو ان سے پہلے تھے۔'' یعنی اس طرح ان سے پہلے ان جیسے مشرکوں نے کیا تھا کہ وہ اپنے شرک میں مست رہے حتی کہ انھوں نے عبرت ناک عذاب الٰہی کا مزہ چکھ لیا اور زبردست قسم کے عذاب میں مبتلا ہو گئے: ﴿ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ ﴾ ''اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیج کر اور اپنی کتابوں کو نازل فرما کر ان پر حجت تمام کر دی اور ان کا کوئی عذر باقی نہ چھوڑا۔ ﴿ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ ''بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے'' کہ رسولوں کی مخالفت کرتے تھے اور ان کے لائے ہوئے پیغام کی تکذیب کرتے تھے۔ اسی لیے عذاب الٰہی نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ ﴿ وَحَاقَ بِهِمْ ﴾ ''اور ان کو (ہر طرف سے) گھیر لیا'' یعنی دردناک عذاب نے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ﴿ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ ''جس چیز کے ساتھ وہ ٹھٹھے کیا کرتے تھے۔'' انبیائے کرام جب انھیں عذاب الٰہی سے ڈراتے تو وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے، اسی لیے روز قیامت ان سے کہا جائے گا: ﴿ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴾ (الطور 52:14) ''یہی وہ آتش (جہنم) ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

## تفسیر آیات: 35-37

**مشرکین کا شرک کے بارے میں تقدیر سے استدلال:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرکین مبتلائے فریب ہیں کہ وہ شرک کے بارے میں تقدیر سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ﴾ ''اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم ہی اس کے سوا کسی چیز کو پوجتے اور نہ ہمارے باپ دادا ہی (پوجتے) اور نہ اس کے (فرمان کے) بغیر ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔'' ان کا اشارہ اس بَحِیرہ، سائبہ اور وَصِیلہ وغیرہ کی طرف ہے جنھیں انھوں نے از خود ایجاد کر رکھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں فرمایا تھا۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہمارے یہ افعال ناپسند ہوتے تو وہ ہمیں یہ کرنے ہی نہ دیتا اور کرنے پر فوراً ان کی سزا دے دیتا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس طرح کے شبہات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ ''پس پیغمبروں کے ذمے (اللہ کے احکام کو) کھول کر سنا دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔'' یعنی بات اس طرح نہیں جس طرح تمھارا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس سے منع نہیں کیا بلکہ اس نے تو اس سے بہت سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، اس نے ہر زمانے اور ہر علاقے میں اپنے رسولوں کو بھیجا اور ان سب نے اس بات کی دعوت دی کہ صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کی جائے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے، ان سب کا فرمان تھا: ﴿ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ ''اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔''

جب سے انسانوں میں قوم نوح کے زمانے میں شرک پیدا ہوا، اللہ تعالیٰ اسی پیغام کے ساتھ لوگوں کی طرف اپنے رسولوں کو بھیجتا رہا ہے، سب سے پہلے رسول جنھیں اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا، وہ حضرت نوح علیہ السلام تھے اور خاتم النبیین

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت محمد ﷺ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب کے تمام جنوں اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ ان تمام انبیائے کرام نے اللہ تعالیٰ کی توحید ہی کی دعوت دی تھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ ﴾ (الأنبیآء 21:25) ''اور جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝ ﴾ (الزخرف 43:45) ''اور (اے نبی ﷺ!) جو اپنے پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ہیں، ان کے احوال دریافت کرلو۔ کیا ہم نے (اللہ) رحمٰن کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔'' اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔''

لہٰذا ان صریح ارشادات کے بعد کسی مشرک کے لیے یہ کہنا کس طرح روا ہے کہ ﴿ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ﴾ ''اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی چیز کو نہ پوجتے!'' اللہ تعالیٰ کی شرعی مشیت تو ان کی اس بات کی نفی کرتی ہے کیونکہ اس نے اپنے رسولوں کی زبانی انھیں شرک سے منع فرما دیا تھا، البتہ اس کی کونی وقدری (تقدیری) مشیت نے انھیں شرک کرنے دیا لیکن یہ ان کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کر کے جہنم میں جانے والے شیطانوں اور کافروں کو بھی پیدا کیا جبکہ وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند ہی نہیں فرماتا۔ شیطانوں اور کافروں کے جہنم کے لیے پیدا کرنے میں بھی اس کی حجت بالغہ اور حکمت قاطعہ کارفرما ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب رسولوں نے انھیں شرک اور اس کے انجام سے ڈرایا مگر انھوں نے شرک کو ترک نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا ہی میں اس کی سزا دے کر اس سے اپنی ناراضی کا اظہار فرمایا۔ اس لیے فرمایا ہے: ﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ ﴾ ''تو ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی سو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔'' یعنی جن لوگوں نے رسولوں کی مخالفت اور حق کی تکذیب کی ان کے حالات معلوم کرلو کہ کس طرح: ﴿ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝ ﴾ (محمد 47:10) ''اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور اسی طرح کا (عذاب) ان کافروں کو ہوگا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کو برباد کیا۔ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝ ﴾ (الملك 67:18) ''اور البتہ تحقیق جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے بھی جھٹلایا تھا سو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا ہوا۔''

**اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا:** پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں گمراہ کرنے کا ارادہ فرما لیا ہے تو آپ کا ان کی ہدایت کی خواہش کرنا انھیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ ﴾ (المآئدة 5:41) ''اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ

اور وہ اللہ کی پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ اسے (دوبارہ) نہیں اٹھائے گا۔ کیوں نہیں! (بلکہ وہ اٹھائے گا یہ) اس کے ذمے سچا وعدہ

حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿38﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ

ہے اور لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے ﴿38﴾ تاکہ ان کے لیے وہ بات واضح کر دے جس میں وہ اختلاف کرتے تھے، اور تاکہ معلوم ہو جائے کافروں کو

فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿39﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ

کہ بے شک وہی جھوٹے تھے ﴿39﴾ جب ہم کسی چیز کا ارادہ کر لیں تو اس کے لیے ہمارا صرف یہی قول ہوتا ہے کہ ہم اس سے کہتے ہیں: ہو جا!

اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿40﴾ ع 5/6 11

تو وہ ہو جاتی ہے ﴿40﴾

اگر کسی کو اللہ آزمائش میں ڈالنا (گمراہ کرنا) چاہے تو اس کے لیے آپ کچھ بھی اللہ سے (ہدایت کا) اختیار نہیں رکھتے۔" اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ﴾ (ھود 11:34) "اور اگر میں یہ چاہوں کہ تمھاری خیر خواہی کروں اور اللہ یہ چاہے کہ تمھیں گمراہ کرے تو میری خیر خواہی تم کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔" اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ﴾ "اگر آپ ان (کفار) کی ہدایت کے لیے للچائیں تو جس کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے، اس کو وہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔" جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ (الأعراف 7:186) "جس شخص کو اللہ گمراہ کرے تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ ان (گمراہوں) کو چھوڑے رکھتا ہے کہ اپنی سرکشی میں پڑے بھٹکتے رہیں۔"

اور فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ (یونس 10:96،97) "یقیناً جن لوگوں کے بارے میں اللہ کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آ جائے۔" اس کی شان یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، لہٰذا فرمایا: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ﴾ یعنی جس کو وہ گمراہ کر دے تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کے بعد اسے ہدایت دے دے؟ کوئی نہیں۔ ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿37﴾﴾ "اور ایسے لوگوں کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوتا۔" جو انھیں اس کی گرفت اور اس کے عذاب سے بچا سکے۔ ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الأعراف 7:54) "دیکھو سب مخلوق بس اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے، یہ) اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔"

## تفسیر آیات: 38-40

**بعث بعد الموت برحق ہے:** اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے سخت سخت قسمیں کھا کر کہا کہ جو شخص مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا، بعث بعد الموت کو انھوں نے بہت ہی بعید سمجھا تھا اور حضرات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انبیائے کرام نے بعث بعدالموت کی جوخبردی تو اس وجہ سے انھوں نے انبیاء ہی کی تکذیب کردی تھی اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کی تکذیب وتردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ بَلٰى ﴾ ''کیوں نہیں! (ایسا ضرور ہوگا۔)'' ﴿ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا ﴾ ''اس کے ذمے سچا وعدہ ہے۔'' جو یقیناً پورا ہوکر رہے گا۔ ﴿ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' اور جہالت کی وجہ سے رسولوں کی مخالفت کرتے اور کفر میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے برپا کرنے اور روز قیامت جسموں کے قبروں سے اٹھا کھڑا کرنے کی حکمت ومصلحت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ ﴾ ''تاکہ ان پر ظاہر کردے۔'' ﴿ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ﴾ ''جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں۔'' دوسری جگہ فرمایا: ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴾ (النجم 53:31) ''جن لوگوں نے برے کام کیے ہیں۔ ان کو ان کے اعمال کا (برا) بدلہ دے اور جنھوں نے نیکیاں کیں ان کو نیک بدلہ دے۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴾ ''اور اس لیے کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔'' اپنی ان قسموں کے کھانے میں جھوٹے تھے کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد دوبارہ نہیں اٹھائے گا، یہی وجہ ہے کہ ان مشرکوں اور کافروں کو قیامت کے دن آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جایا جائے گا اور دوزخ پر مقرر فرشتے ان سے کہیں گے: ﴿ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (الطور 52:14-16) ''پس وہ آتش (جہنم) ہے جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے یا تم کو نظر نہیں آتا؟ اس میں داخل ہوجاؤ اور صبر کرو یا نہ کرو تمھارے لیے یکساں ہے جو کام تم کیا کرتے تھے (یہ) ان ہی کا تم کو بدلہ مل رہا ہے!''

بعدازاں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، آسمان وزمین کی کوئی چیز اسے عاجز ودرماندہ نہیں کرسکتی، اس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے فرمادیتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے، اس طرح وہ جب قیامت کے برپا کرنے کا ارادہ کرے گا تو اس سے صرف ایک بار یہ فرمائے گا کہ ہوجا تو وہ برپا ہوجائے گی جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝ ﴾ (القمر 54:50) ''اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ ﴾ (لقمٰن 31:28) ''(اللہ کو) تمھارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے۔'' اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ ''جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری بات یہی ہے کہ اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے۔'' یعنی ہمارے صرف ایک بار حکم دینے سے وہ وجود میں آجاتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کو اس بات کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کو وجود میں آنے کے لیے بار بار حکم دے کیونکہ اس ذات گرامی کے کسی حکم کی مخالفت کی جاسکتی ہے اور نہ اسے ٹالا جاسکتا ہے، اس لیے کہ وہ واحد وقہار بہت ہی عظیم الشان ہے۔ اس کی عزت وجبروت اور اس کے جلال وبادشاہت

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ

اور جن لوگوں نے ظلم وستم (سہنے) کے بعد اللہ کی راہ میں ہجرت کی، البتہ ہم انھیں دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے، اور یقیناً آخرت کا اجر تو بہت

الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿41﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿42﴾ وقف لازم

بڑا ہے۔ کاش! وہ علم رکھتے ﴿41﴾ وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں ﴿42﴾

نے ہر چیز کو مقہور و مغلوب کر رکھا ہے، اس کے سوا کوئی معبود ہے اور نہ مالک!

### تفسیر آیات: 42,41

**مہاجرین کی جزا:** اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کی جزا کو بیان فرمایا ہے جنھوں نے اس کی رضا کے حصول کے لیے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ سے ثواب اور جزا کی امید میں اپنے گھروں، بھائیوں اور دوستوں کو چھوڑ دیا، ممکن ہے کہ یہ آیتِ کریمہ ان مہاجرین حبشہ کے بارے میں نازل ہوئی ہو جن پر جب مکہ میں اپنی قوم کی ایذا رسانیاں نہایت شدت اختیار کر گئی تھیں تو انھوں نے مکہ سے بلادِ حبشہ کی طرف ہجرت کر لی تھی تا کہ وہاں اپنے رب کی عبادت کر سکیں۔

ان مہاجرین کے مقدس گروہ میں حضرت عثمان بن عفان، آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہ بنت رسول ﷺ، رسول اللہ ﷺ کے برادرِ عم زاد جعفر بن ابوطالب اور ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہم سرفہرست تھے۔ جبکہ اہل اللہ کا یہ سارا گروہ اسی (80) کے قریب پاکباز مردوں اور عورتوں پر مشتمل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انھیں دنیا و آخرت میں اچھی جزا عطا فرمائے گا۔ ﴿لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ﴾ ''ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شعبی اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس اچھے ٹھکانے سے مراد مدینہ ہے۔[1] مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد پاکیزہ رزق ہے۔[2] اور ان دونوں قولوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ان مہاجرین نے اپنے گھروں اور مالوں کو ترک کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں ان سے بہتر گھر اور مال عطا فرما دیے کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے کسی بھی چیز کو ترک کر دے تو وہ یقیناً اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرما دیتا ہے۔ ان مہاجرین کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے انھیں علاقے بھی عطا فرما دیے اور لوگوں کی گردنوں کا بھی انھیں مالک بنا دیا جس کی وجہ سے یہ امراء اور حکام بن گئے، پھر لطف یہ کہ ان میں سے ہر ایک پرہیزگاروں کا امام بھی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان مہاجرین کو دنیا میں جو عطا فرمائے گا، آخرت کا ثواب اس سے بدر جہا بڑھ کر ہو گا۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ﴾ ''اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔'' یعنی ہم نے انھیں دنیا میں جو کچھ دیا ہے، آخرت کا اجر و ثواب اس سے کہیں بڑھ کر ہے: ﴿لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿41﴾﴾ ''کاش! وہ (اسے) جانتے۔'' یعنی جو لوگ ان کے ساتھ ہجرت میں شامل نہیں ہوئے بلکہ ان سے پیچھے رہ گئے، اے کاش! انھیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت

---

① تفسیر الطبری: 142/14. ② تفسیر الطبری: 143/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# ہجرت حبشہ

جب نبی ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مصائب میں مبتلا پایا اور یہ دیکھا کہ انہیں ان مصائب سے نجات دلانا ممکن نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم حبشہ کی سرزمین کی طرف نکل جاؤ تو وہاں ایک بادشاہ ہے جس کی سلطنت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا' اور وہ سچائی کی سرزمین ہے' حتیٰ کہ اللہ تمہارے لیے کوئی راستہ نکال دے۔'' یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی۔

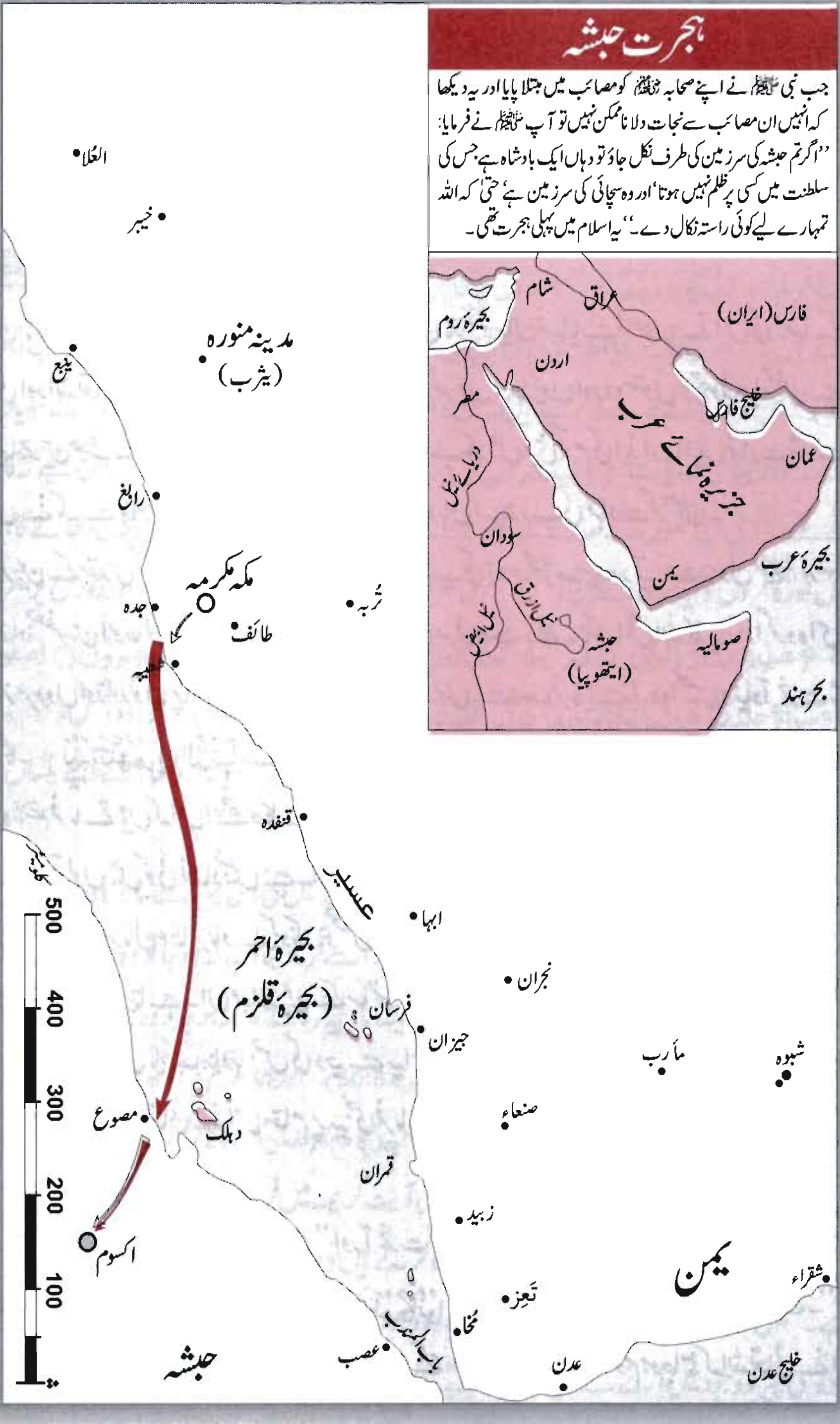


محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مرد ہی (نبی) بھیجے تھے، ہم ان کی طرف وحی کرتے تھے، لہٰذا تم اہل ذکر (اہل کتاب) سے پوچھ لو اگر تم علم نہیں رکھتے (43)

لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿43﴾ بِالۡبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ‌ؕ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ

(ہم نے انھیں) واضح دلائل اور کتابوں کے ساتھ (بھیجا تھا)، اور ہم نے آپ پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں جو کچھ

وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ ﴿44﴾

ان کی طرف نازل کیا گیا، اور شاید کہ وہ غور وفکر کریں (44)

کرنے والوں اور اپنے رسول کی اتباع کرنے والوں کے لیے کیا کچھ تیار فرما رکھا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ان پاک باز بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ﴿42﴾ ﴾ ''وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں۔'' یعنی ان لوگوں نے دنیا میں اپنی قوم کی ایذا پر صبر کیا اور اپنے اس اللہ پر بھروسا کیا جس نے دنیا وآخرت میں ان کے انجام کو اچھا کر دیا تھا۔

## تفسیر آیات: 44,43

**تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر تھے:** ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو عربوں نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنا کر بھیجے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ‌ؕ قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ ۝ ﴾ (یونس 2:10) ''کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انھی میں سے ایک مرد کی طرف وحی کی کہ لوگوں کو ڈرائیں اور ایمان لانے والوں کو خوشخبری دے دیں کہ ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے (ایسے شخص کی نسبت) کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگر ہے۔''

اور یہاں فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿43﴾ ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے مردوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل ذکر (اہل کتاب) سے پوچھ لو۔'' یعنی ان لوگوں سے پوچھ لو جن کو ماضی میں کتابیں دی گئی تھیں کہ ان کی طرف انسانوں کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا یا فرشتوں کو۔ اگر فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا تو پھر بے شک تم انکار کر دو اور اگر انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا تو پھر محمد ﷺ کی نبوت ورسالت کا بھی انکار نہ کرو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى‌ؕ ﴾ (یوسف 109:12) ''اور ہم نے آپ سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔'' ان کا تعلق آسمان میں رہنے والوں سے نہیں تھا جیسا کہ تم کہتے ہو۔[1] مجاہد نے

[1] تفسیر الطبری: 145/14۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل ذکر سے مراد اہل کتاب ہیں۔ ①

یہ ایسے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ ﴾ (بنی إسرآءیل 17:93,94) ''(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا انسان ہوں اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آ گئی تو ان کو ایمان لانے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی، کہنے لگے: کیا اللہ تعالیٰ نے آدمی کو پیغمبر (بنا) بھیجا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ ﴾ (الفرقان 25:20) ''اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں، سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ ﴾ (الأنبیآء 21:8) ''اور ہم نے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ (الأحقاف 46:9) ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں۔'' اور اسی کا فرمان ہے: ﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ ﴾ (الكهف 18:110) ''(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ میں تمھاری طرح کا ایک بشر ہی ہوں (البتہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی ہے کہ اگر کسی کو رسولوں کے بشر ہونے میں شک ہو تو وہ ان لوگوں سے جن کو پہلے کتابیں دی گئی تھیں، انبیاء کے بارے میں پوچھ لے کہ ان کے انبیاء انسان تھے یا فرشتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے: ﴿ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ کہ اس نے انبیائے کرام کو دلائل و براہین اور کتب کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک اور کئی دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے کہ ﴿ وَالزُّبُرِ ۭ ﴾ کے معنی کتب ہیں۔ ②

زُبُر، زَبُور کی جمع ہے، جب آپ کتاب لکھیں تو عرب اس کے لیے زَبَرْتَ الْكِتَابَ کا محاورہ استعمال کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ ﴾ (القمر 54:52) ''اور جو کچھ انھوں نے کیا (ان کے) اعمال ناموں میں (مندرج) ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبیآء 21:105) ''اور البتہ تحقیق ہم نے نصیحت (کی کتاب تورات) کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا کہ میرے نیکوکار بندے ملک کے وارث ہوں گے۔'' پھر فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ ﴾ ''اور ہم نے آپ کی طرف بھی (یہ) ذکر اتارا ہے۔'' یعنی قرآن ﴿ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾ ''تاکہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا'' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو نازل فرمایا تھا، آپ اس کے معنی کو خوب جانتے تھے، وحی الٰہی کے مشتاق تھے اور اس کی اتباع کرنے والے بھی۔ اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہ معلوم تھا کہ آپ اس کی ساری مخلوق میں سے افضل اور تمام اولاد آدم کے سردار ہیں، اس لیے

① تفسیر الطبری: 144/14. ② تفسیر الطبری: 147/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ

کیا بے خوف ہو گئے ہیں وہ لوگ جنھوں نے برے مکر کیے کہ اللہ انھیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر (وہاں سے) عذاب لے آئے جہاں سے وہ

حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿45﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿46﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ

شعور نہیں رکھتے ﴿45﴾ یا ان کے چلنے پھرنے کے دوران میں وہ انھیں پکڑ لے، پھر وہ اسے عاجز کرنے والے نہیں ﴿46﴾ یا انھیں حالتِ خوف میں مبتلا کر

عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿47﴾

کے پکڑ لے، پھر بلاشبہ تمھارا رب، بہت شفقت کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے ﴿47﴾

اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن مجید کو نازل فرمایا اور حکم دیا کہ آپ قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل اور قرآن مجید کے مشکل مقامات کی شرح وتفسیر بیان فرما دیں: ﴿ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿44﴾ ﴾ ''اور تاکہ وہ غور کریں۔'' اپنا جائزہ لیں، ہدایت اختیار کریں اور دنیا و آخرت میں نجات حاصل کر کے کامیاب ہو جائیں۔

## تفسیر آیات:45-47

**مجرم بے خوف کیسے ہو سکتے ہیں!** اللہ تعالیٰ نے اپنے حلم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان نافرمان لوگوں کو مہلت دے رکھی ہے جو برے کام کرتے ہیں، برے کاموں کی طرف دوسروں کو دعوت دیتے ہیں اور ان کے ساتھ مکر و فریب کرتے ہیں، حالانکہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر عذاب آ جائے۔ ﴿ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿45﴾ ﴾ ''جہاں سے ان کو خبر ہی نہ ہو۔'' انھیں اس بات کا علم ہی نہ ہو کہ ان پر عذاب آ رہا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: ﴿ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝ ﴾ (الملك 67:16,17) ''یا تم اس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو گئے ہو کہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور وہ اس وقت حرکت کرنے لگے۔ کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے نڈر ہو گئے ہو کہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے، سو تم عنقریب جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے!'' ﴿ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ ﴾ ''یا ان کو نقل و حرکت کرتے ہوئے پکڑ لے۔'' یعنی جب اپنے معیشت کے سلسلے میں آ جا رہے ہوں، اپنے سفروں میں مشغول ہوں یا غافل کر دینے والے کاموں میں مصروف ہوں۔ قتادہ اور سدی کہتے ہیں کہ اس سے سفروں میں چلنا پھرنا مراد ہے۔[1] جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ؕ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 7:97,98) ''کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو واقع ہو اور وہ (بے خبر) سو رہے ہوں اور کیا اہل شہر اس سے نڈر ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب چاشت کے وقت (دن چڑھے) آ نازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں۔'' ﴿ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿46﴾ ﴾ ''وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔'' یعنی وہ خواہ جس حال میں بھی ہوں اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں

[1] تفسیر الطبری: 14/149.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ

کیا یہ لوگ اللہ کی پیدا کی ہوئی ان چیزوں کو نہیں دیکھتے کہ ان کے سائے دائیں اور بائیں جانب سے ڈھلتے ہیں اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے، اور (اس

وَهُمْ دَاخِرُونَ ﴿48﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ

کے سامنے) وہ سب عاجز ہیں ﴿48﴾ اور آسمانوں اور زمین کے تمام جاندار اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور تمام فرشتے بھی، اور وہ تکبر نہیں کرتے ﴿49﴾ وہ اپنے

لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿49﴾ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿50﴾ السجدة ع 6 10 12 السجدة 3

اوپر سے اپنے رب سے ڈرتے ہیں، اور وہی کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے ﴿50﴾

کر سکتے۔ ﴿أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ﴾ ''یا حالتِ خوف میں ان کو پکڑ لے۔'' یعنی جب انھیں یہ خوف پیدا ہو گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ انھیں کہیں پکڑ ہی نہ لے تو وہ اس حالتِ خوف میں انھیں پکڑ لے اور اس حالت میں ان کا پکڑنا بہت شدید ہو گا کیونکہ جس چیز کا خوف بھی ہو اس کا حصول بہت شدید محسوس ہوتا ہے۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے معنی یہ ہیں کہ اگر میں چاہوں تو اسے بھی اس کے ساتھی کی موت کے بعد جب یہ ڈر رہا ہو تو پکڑ لوں۔[1] مجاہد، ضحاک اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[2]

**اللہ تعالیٰ کی رافت و رحمت:** پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿47﴾﴾ ''پس بے شک تمھارا پروردگار بہت شفقت کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔'' یعنی وہ تمھیں جلد سزا نہیں دیتا جیسا کہ صحیحین میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
[مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلَىٰ أَذًى يَسْمَعُهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى ...... وَيَجْعَلُونَ لَهُ وَلَدًا (وَّهُوَ مَعَ ذٰلِكَ) يَرْزُقُهُمْ وَيُعَافِيهِمْ]
''تکلیف دہ بات کو سن کر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر صبر کرنے والا اور کوئی نہیں...... لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا قرار دیتے ہیں اور وہ اس کے باوجود انھیں رزق اور عافیت عطا فرماتا ہے۔''[3]

صحیحین ہی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ] ''اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیے رکھتا ہے اور جب اسے پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:
﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ○﴾ (ھود 102:11) ''اور آپ کا پروردگار جب ظلم و زیادتی کرنے والی (اور نافرمان) بستیوں کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے، بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی (اور) بڑی سخت ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ○﴾ (الحج 48:22) ''اور بہت سی بستیاں ہیں کہ میں ان کو مہلت دیتا رہا اور وہ ظالم (اور نافرمان) تھیں، پھر میں

---

[1] تفسير الطبري: 150/14. [2] تفسير الطبري: 151/14. [3] صحيح البخاري، الأدب، باب الصبر في الأذى ......، حديث: 6099 وصحيح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب في الكفار، حديث: (50)-2804 واللفظ له عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿51﴾ وَلَهٗ مَا

اور اللہ نے فرمایا: دو الٰہ مت بناؤ، بس وہ اکیلا الٰہ ہے، لہٰذا تم مجھی سے ڈرو ﴿51﴾ اور اسی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اسی کی

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿52﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ

اطاعت دائمی ہے۔ کیا پھر تم غیر اللہ سے ڈرتے ہو؟ ﴿52﴾ اور تمھارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ تو اللہ ہی کی طرف سے ہے، پھر جب تمھیں کوئی

اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿53﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ

تکلیف پہنچتی ہے تو اسی سے تم آہ وفغاں کرتے ہو ﴿53﴾ پھر جب وہ تم سے تکلیف ہٹا دیتا ہے تو تم میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شرک

بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿54﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿55﴾

کرنے لگتا ہے ﴿54﴾ تاکہ ان (نعمتوں) کی ناشکری کریں جو ہم نے انھیں دیں، چنانچہ تم فائدہ اٹھا لو، پھر جلد تم جان لو گے ﴿55﴾

نے ان کو پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''[1]

## تفسیر آیات: 48-50

**ہر چیز اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے:** اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت، جلال اور کبریائی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تمام جمادات، حیوانات، انسان، جن، فرشتے اور ہر ہر چیز اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہے اور ہر وہ چیز جس کا سایہ صبح شام دائیں اور بائیں طرف لوٹتا رہتا ہے تو وہ اپنے سائے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جب سورج کا سایہ ڈھلتا ہے تو ہر چیز اللہ عزوجل کو سجدہ کرتی ہے۔[2] قتادہ اور ضحاک وغیرہم کا بس یہی قول ہے۔[3] ﴿وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿48﴾﴾ ''اور وہ عجز وانکسار کر رہے ہیں۔'' مجاہد نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر چیز کا لوٹنا اس کا سجدہ کرنا ہے، پہاڑوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان کا سایہ ان کا سجدہ کرنا ہے۔[4] ابو غالب شیبانی نے کہا کہ سمندر اور دریا کی موجیں ان کی نماز ہے۔[5] ان کی طرف سجدہ کی نسبت کرتے ہوئے انھیں ذوی العقول کی طرح سمجھ لیا گیا ہے، فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿49﴾﴾ ''اور تمام جان دار جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب اللہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے بھی اور وہ ذرا غرور نہیں کرتے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝﴾ (الرعد 13:15) ''اور جو شے آسمانوں اور جو زمین میں ہے خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام (سجدے کرتے ہیں۔)''

اور اس کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿49﴾﴾ ''اور فرشتے بھی اور وہ ذرا غرور نہیں کرتے۔'' فرشتے اس کی عبادت اور بندگی کے بجالانے سے ذرا برابر غرور نہیں کرتے۔ ﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ﴾ ''اور وہ اپنے اوپر اپنے

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ ......﴾ (هود 11:102)......، حديث: 4686 وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث: 2583 عن أبي موسى الأشعري ﷺ. ② تفسير الطبري: 14/153. ③ تفسير الطبري: 14/152،153. ④ تفسير الطبري: 17/170. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 7/2285.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پروردگار سے ڈرتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتے ہیں اور ڈرتے ہوئے اسے سجدہ کرتے رہتے ہیں۔ ﴿ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ ''اور جوان کو ارشاد ہوتا ہے، اس پر عمل کرتے ہیں۔'' یعنی مستقل مزاجی کے ساتھ اس کی اطاعت بجالاتے، اس کے احکام کو تسلیم کرتے اور جن کاموں سے اس نے منع فرمادیا ہے، انھیں ترک کردیتے ہیں۔

## تفسیر آیات: 51-55

**صرف اللہ تعالیٰ ہی مستحق عبادت ہے:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا عبادت صرف اسی وحدہ لاشریک ہی کی ہونی چاہیے کیونکہ وہی ہر چیز کا مالک، خالق اور پروردگار ہے۔ ﴿ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ﴾ ''اور اسی کی اطاعت دائمی ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، میمون بن مہران، سدی، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی ہمیشہ کے لیے اسی کی عبادت کے ہیں۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے ایک دوسری روایت کے مطابق اس کے معنی یہ ہیں کہ عبادت اسی کی واجب ہے۔[2] مجاہد سے روایت ہے کہ عبادت اسی کے لیے خالص ہے۔[3] یعنی آسمانوں اور زمین میں صرف اسی کی ذات گرامی مستحق عبادت ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾ (آل عمرٰن 3:83) ''کیا یہ کافر اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں، حالانکہ سب اہل آسمان وزمین خوشی یا زبردستی سے اللہ کے فرمانبردار ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں؟'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ کے قول کے مطابق یہ خبر کے باب سے ہوگا جبکہ مجاہد کے قول کے مطابق یہ طلب کے قبیل سے ہوگا، یعنی مطالبہ کیا جارہا ہے کہ ڈر جاؤ اور میرے ساتھ شرک نہ کرو اور میرے ہی لیے اطاعت وفرمانبرداری کو خالص کرو جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ﴾ (الزمر 39:3) ''دیکھو! خالص عبادت اللہ ہی کے لیے (ضروری) ہے۔''

**نفع ونقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے:** پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ نفع ونقصان کا مالک بھی وہی ہے، اپنے بندوں کو رزق، نعمت، عافیت اور نصرت سے نوازتا ہے تو یہ اس کا بندوں پر فضل واحسان ہے۔ ﴿ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴾ ''پھر جب تم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کے آگے آہ وفغاں کرتے ہو۔'' کیونکہ تمھیں یہ معلوم ہے کہ تکلیف کے ازالے پر اس کے سوا اور کوئی قادر نہیں ہے، لہٰذا بوقت ضرورت تم اسی کی طرف رجوع کرتے ہو، اس سے دعا کرتے، اسی کی طرف رغبت کرتے اور اسی سے فریاد کرتے ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝ ﴾ (بنی إسرآءيل 17:67) ''اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارتے ہو سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہوجاتے ہیں، پھر جب وہ تم کو (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم اعراض کرلیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔''

---

[1] تفسیر الطبری: 14/157,158 وتفسیر القرطبی: 10/113. [2] تفسیر الطبری: 14/158. [3] تفسیر الطبری: 14/159.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ

اور ہم نے انھیں جو رزق دیا ہے اس میں سے ان (باطل معبودوں) کا حصہ ٹھہراتے ہیں جنھیں یہ جانتے بھی نہیں، اللہ کی قسم! تم سے تمھاری افترا

تَفْتَرُوْنَ ﴿56﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿57﴾ وَاِذَا بُشِّرَ

پردازیوں کا ضرور سوال ہوگا ﴿56﴾ اور وہ اللہ کی بیٹیاں ٹھہراتے ہیں، وہ (اولاد سے) پاک ہے، اور ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں (یعنی بیٹے) ﴿57﴾ اور

اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿58﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ

جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی بشارت دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم و غصے سے بھرا ہوتا ہے ﴿58﴾ وہ اس عار کے باعث لوگوں

مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿59﴾

سے چھپتا پھرتا ہے جس کی اسے بشارت دی گئی ہے، (سوچتا ہے) کیا (اپنی) توہین کے باوجود اسے باقی رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے؟ آگاہ رہو!

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ﴿59﴾ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے بری مثال ہے، اور اللہ کے لیے اعلیٰ مثال ہے، اور وہ غالب،

7 ع 10 13 الْحَكِيْمُ ﴿60﴾

خوب حکمت والا ہے ﴿60﴾

اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿54﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ﴾ ''پھر جب وہ تم سے تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو کچھ لوگ تم میں سے اللہ کے ساتھ شریک کرنے لگتے ہیں تاکہ جو (نعمتیں) ہم نے ان کو عطا کی ہیں، ان کی ناشکری کریں۔'' کہا گیا ہے کہ ﴿ لِيَكْفُرُوْا ﴾ کا لام، لام عاقبہ ہے اور اس کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لام تعلیل ہے اور معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے لیے یہ اس لیے مقدر کر دیا ہے تاکہ وہ ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمائی ہیں، چھپائیں اور ان کا انکار کر دیں، حالانکہ وہی انھیں نعمتیں عطا فرمانے والا اور مصیبتوں کو ان سے دور کرنے والا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَتَمَتَّعُوْا ﴾ ''تو (مشرکو! دنیا میں) فائدے اٹھا لو۔'' جو چاہے عمل کر و اور دنیا کی اس زندگی میں تھوڑا عرصہ فائدے اٹھاؤ۔ ﴿ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿55﴾ ﴾ ''پھر عنقریب تم جان لوگے۔'' یعنی اس کا انجام۔

**تفسیر آیات: 56-60**

**مشرکین کا معبودانِ باطلہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق سے نذر و نیاز:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ان مشرکوں کی قبیح عادات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ بتوں، شریکوں اور معبودانِ باطلہ کی بھی علم کے بغیر پوجا کی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں جو رزق دیا تھا، اس میں انھوں نے اپنے بتوں کے لیے بھی حصہ مقرر کر دیا اور اپنے گمان سے تقسیم کرتے ہوئے کہا کہ یہ حصہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے، تو جو حصہ ان کے شریکوں کے لیے ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جا سکتا اور جو اللہ کا حصہ ہے، وہ ان کے شریکوں کی طرف جا سکتا ہے اور ان کے یہ فیصلے بہت

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہی برے ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ صرف اپنے شریکوں کے لیے بھی حصہ مقرر کر رکھا ہے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کے حصے پر فوقیت بھی دی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ وہ ان سے ان کے لیے اس کذب وافترا کے بارے میں ضرور باز پرس کرے گا اور انھیں اس کی آتش جہنم میں سخت سزا دی جائے گی، چنانچہ فرمایا: ﴿ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿56﴾ ﴾ ''(کافرو!) اللہ کی قسم! جو تم افترا کرتے ہو، اس کی تم سے ضرور پرسش ہوگی۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے فرشتوں کو مادہ قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنا دیا، پھر ان کی بھی پوجا شروع کر دی تو ان تینوں باتوں میں انھوں نے بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں، اس کی ذات بابرکات اولاد سے پاک ہے، پھر انھوں نے کہا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں جبکہ اپنے لیے یہ بیٹیوں کو پسند نہیں کرتے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ○ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ○ ﴾ (النجم 53:21,22) ''(مشرکو!) کیا تمھارے لیے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں، یہ تقسیم تو بڑی دھاندلی کی ہوئی!''

اور یہاں فرمایا: ﴿ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ﴾ ''اور یہ لوگ اللہ کے لیے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، حالانکہ اس سے وہ پاک ہے'' از روئے کذب وافترا جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ○ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ○ مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ○ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:151-154) ''خبردار! یہ لوگ اپنی بہتان طرازی سے یہ بات کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے، کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں کیا اس نے بیٹوں کی نسبت بیٹیوں کو پسند کیا ہے۔ تم کیسے لوگ ہو کس طرح کا فیصلہ کرتے ہو!'' اور اس کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿57﴾ ﴾ ''اور اپنے لیے (بیٹے) جو وہ چاہتے ہیں۔'' یعنی اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں اور خود بیٹیوں سے نفرت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی نسبت کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ اس کی اولاد ہو۔

**مشرکوں کی بیٹیوں سے نفرت:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا ﴾ ''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ (غم کے سبب) کالا پڑ جاتا ہے۔'' یعنی وہ رنجیدہ ہو جاتا ہے۔ ﴿ وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿58﴾ ﴾ ''اور (اس دل کو دیکھو تو) وہ غم و غصے سے بھرا ہوتا ہے۔'' اور اپنے اسی شدید غم کی وجہ سے وہ خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ ﴿ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ ﴾ ''لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔'' کیونکہ وہ اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ لوگ اسے دیکھیں: ﴿ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ ﴾ ''اسے دی گئی بری خوشخبری کی وجہ سے (اور سوچتا ہے) کہ آیا ذلت برداشت کر کے اسے باقی رہنے دے یا اسے مٹی میں دبا دے۔'' یعنی سوچتا ہے اگر اس نے اسے زندہ رکھا تو اسے ذلت و رسوائی کے ساتھ زندہ رکھے گا، اسے اپنے مال کا وارث بھی نہیں بنائے گا اور اولاد نرینہ کو اس پر ترجیح دے گا۔ ﴿ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ ﴾ ''یا وہ اسے مٹی میں دبا دے۔'' جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں یہ لوگ کیا کرتے تھے۔ کیا یہ لوگ جو بیٹیوں سے اس قدر شدید نفرت کرتے ہیں اور اپنے لیے انھیں پسند نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ

اور اگر اللہ لوگوں کے ظلم پر ان کا مواخذہ کرے تو اس (زمین) پر کوئی چلنے پھرنے والا نہ چھوڑے، اور لیکن وہ ایک مقرر وقت تک انھیں ڈھیل دیتا ہے،

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿61﴾ وَيَجْعَلُوْنَ

پھر جب ان کا مقرر وقت آپہنچتا ہے تو وہ ایک گھڑی بھی نہ آگے اور نہ پیچھے ہو سکتے ہیں ﴿61﴾ اور وہ اللہ کے لیے وہ چیز ٹھہراتے ہیں جس سے خود

لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ

کراہت کرتے ہیں، اور ان کی زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ بے شک ان کے لیے بھلائی ہے۔ بلاشبہ یقیناً ان کے لیے آگ ہے اور بے شک وہ

النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿62﴾

(اس میں) سب سے آگے بھیجے جائیں گے ﴿62﴾

ہیں! ﴿ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿59﴾ ﴾ ''(افسوس!) کیسا برا فیصلہ ہے جو یہ کرتے ہیں!'' ان کی بات بھی بری، ان کی تقسیم بھی بری اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی یہ نسبت بھی بری ہے جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○ ﴾ (الزخرف 17:43) ''جب ان سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری دی جاتی ہے جو انھوں نے اللہ کے لیے بیان کی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔''

اور یہاں فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ ﴾ ''جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، انھی کے لیے بری باتیں (شایاں) ہیں'' کہ نقص و عیب کو انھی کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔ ﴿ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ ﴾ ''اور اللہ ہی کے لیے صفت اعلیٰ ہے۔'' یعنی کمال مطلق کو ہر اعتبار سے صرف اسی کی ذات گرامی کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ ﴿ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿60﴾ ﴾ ''اور وہ نہایت غالب، بڑی حکمت والا ہے۔''

## تفسیر آیات: 62,61

**گناہوں پر فوراً گرفت نہیں کی جاتی:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ بندے اگرچہ ظلم کرتے ہیں مگر وہ ان کے ساتھ حلم سے پیش آتا ہے اور اگر وہ ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے گرفت کرنا چاہے تو زمین پر کسی ایک جاندار کو بھی نہ چھوڑے، یعنی انسانوں کے ساتھ ساتھ زمین پر بسنے والی دیگر تمام مخلوقات کو بھی وہ ہلاک کر دے لیکن اللہ رب ذوالجلال حلم کا معاملہ فرماتا ہے، بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈال دیتا ہے اور انھیں ایک مدت تک مہلت دیتا ہے، یعنی ان کی بداعمالیوں کی انھیں فوراً سزا نہیں دیتا اور اگر وہ ایسا کرنا چاہے تو کسی کو بھی باقی نہ چھوڑے ابن جریر رحمہ اللہ نے ابوسلمہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ظالم صرف اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! ظالم کے ظلم کی وجہ سے سرخاب اپنے گھونسلے میں مر جاتا ہے۔[1]

[1] تفسیر الطبری: 166/14 و شعب الإیمان للبیهقی، فصل فی ذکر ماورد من التشدید فی الظلم: 54/6، حدیث: 7479.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**مشرکوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی ناپسندیدہ چیزوں کی نسبت کرنا:** ارشاد باری ہے: ﴿ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ ﴾ ''اور یہ اللہ کے لیے ایسی چیزیں تجویز کرتے ہیں جن کو خود ناپسند کرتے ہیں۔'' مثلاً: بیٹیاں اور شرکاء جو اللہ کے بندے ہیں۔ جبکہ ان میں سے ہر شخص اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ مال میں اس کا کوئی شریک ہو ﴿ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ ﴾ ''اوران کی زبانیں جھوٹ بکتی ہیں کہ ان کے لیے (قیامت کے دن) بھلائی (نجات) ہوگی۔'' یہ ان کے اس دعوے کی تردید ہے کہ جس طرح انھیں دنیا میں بھلائی حاصل ہے، اسی طرح اگر واقعی قیامت برپا ہوئی تو وہاں بھی انھیں بھلائی نصیب ہوگی، ان کی یہ بات اس طرح ہے جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَىِٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ○ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ○ ﴾ (ھود 10,9:11) ''اور اگر ہم انسان کو اپنے پاس سے نعمت بخشیں، پھر اس سے اس کو چھین لیں تو ناامید (اور) ناشکرا (ہو جاتا ہے) اور اگر ہم تکلیف پہنچنے کے بعد آسائش (کا مزہ) چکھائیں تو (خوش ہوکر) کہتا ہے کہ (آہا!) سب سختیاں مجھ سے دور ہوگئیں، بے شک وہ خوشیاں منانے والا (اور) فخر کرنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ○ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ 50:41) ''اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اس کو اپنی رحمت (کا مزہ) چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرا حق تھا اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہو، اور اگر (قیامت سچ مچ بھی ہو اور) میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو میرے لیے اس کے ہاں بھی اچھائی ہے، پس کافر جو عمل کیا کرتے ہیں وہ ہم ضرور ان کو جتائیں گے اور ان کو سخت عذاب (کا مزہ) چکھائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ؕ○ ﴾ (مریم 77:19) ''بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہنے لگا کہ (اگر میں از سرِ نو زندہ ہوا تو بھی تو یہی) مال اور اولاد مجھے (وہاں) ضرور ملے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کا قصہ بیان کرتے ہوئے ان میں سے ایک کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ○ وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۞ ﴾ (الکھف 36,35:18) ''اور (ایسی شیخیوں سے) اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا، کہنے لگا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہوگا اور نہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت برپا ہوگی اور اگر میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو (وہاں) ضرور اس سے اچھی جگہ پاؤں گا۔'' اس فرمان باری تعالیٰ کا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں نے عمل تو برے کیے مگر یہ باطل امید رکھی کہ انھیں اپنے ان اعمال کا اچھا بدلہ ملے گا اور یہ محال ہے کہ برے عمل کا بدلہ اچھا ہو، اسی لیے ان کی باطل امید پر پانی پھیرتے ہوئے فرمایا: ﴿ لَا جَرَمَ ﴾ ''کچھ شک نہیں۔'' یقینی بات ہے، یہ ہر صورت میں واقع ہونے والی ہے کہ ﴿ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ ﴾ ''ان کے لیے (دوزخ کی) آگ (تیار) ہے۔'' یعنی قیامت کے دن ﴿ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ ﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ

اللہ کی قسم! البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلی قوموں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے (برے) اعمال ان کے لیے خوش نما کر دیے، چنانچہ

وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿63﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ

آج وہی ان کا دوست ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿63﴾ اور ہم نے آپ پر کتاب صرف اس لیے نازل کی ہے تاکہ آپ ان پر

لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿64﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ

وہ چیز واضح کر دیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، اور وہ ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ﴿64﴾ اور اللہ نے آسمان سے

السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿65﴾ ع 8/5/14

پانی نازل کیا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے البتہ نشانی ہے جو سنتے ہیں ﴿65﴾

”اور یہ (دوزخ میں) سب سے آگے بھیجے جانے والے ہیں۔“ مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو جہنم میں ڈال کر بھلا دیا جائے گا اور رائیگاں کر دیا جائے گا۔[1] جیسا کہ فرمایا: ﴿فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ﴾ (الأعراف 51:7) ”تو جس طرح یہ لوگ اپنے اس دن کی ملاقات کو بھولے ہوئے تھے، اس طرح آج ہم بھی انھیں بھلا دیں گے۔“

قتادہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ﴿مُّفْرَطُوْنَ ﴿62﴾﴾ کے معنی یہ ہیں کہ انھیں دوزخ میں سب سے آگے بھیجا جائے گا۔[2] یعنی یہ فَرْطٌ سے مشتق ہے اور فرَط اسے کہتے ہیں جو گھاٹ کی طرف سب سے پہلے جانے والا ہو۔ اور ان دونوں معنوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ انھیں جہنم میں سب سے آگے بھیجا جائے گا، پھر اس میں ڈال کر انھیں بھلا بھی دیا جائے گا اور یہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ ہی میں رہیں گے۔

## تفسیر آیات:63-65

**سابقہ لوگوں کے حالات سے تسلی:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے سابقہ امتوں کی طرف بھی جب اپنے پیغمبروں کو بھیجا تو انھوں نے ان کی تکذیب کی تھی تو اے محمد (ﷺ!) آپ کے ان بھائیوں اور پیغمبروں میں آپ کے لیے اسوہ ہے، آپ اپنی قوم کی تکذیب سے دل آزردہ نہ ہوں، مشرکوں نے پیغمبروں کی تکذیب اس لیے کی تھی کہ شیطان نے انھیں اس بات پر اکسایا اور ان کے اس کرتوت کو اس نے مزین کر کے دکھایا تھا: ﴿فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ﴾ ”تو آج بھی وہی ان کا دوست ہے۔“ یہ اپنی ان بداعمالیوں کی وجہ سے سزا اور عذاب کے مستحق ہیں، شیطان ان کا دوست ہے، وہ انھیں عذاب سے بچا نہیں سکے گا، نہ کوئی اور ہی ان کی مدد کرے گا، ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔

**نزولِ قرآن کا مقصد:** پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ اس نے یہ کتاب آپ پر اس لیے

[1] تفسیر الطبری: 169,168/14. [2] تفسیر الطبری: 169/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا

اور بے شک تمھارے لیے چوپایوں میں بھی عبرت (غور وفکر کا سامان) ہے۔ ہم تمھیں پلاتے ہیں اس سے جو ان کے پیٹوں میں ہے، گوبر اور لہو کے

خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿66﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا

بیچ سے خالص دودھ، پینے والوں کے لیے آسانی سے (حلق میں) اتر جانے والا ہے ﴿66﴾ اور کھجوروں اور انگوروں کے کچھ پھل وہ ہیں جن سے تم

وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿67﴾

نشہ (آور شراب) اور اچھا رزق حاصل کرتے ہو۔ بے شک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں ﴿67﴾

نازل فرمائی ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اسے واضح فرما دیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، قرآن مجید ہی لوگوں کے تمام تنازعات واختلافات میں فیصلہ کن ہے۔ ﴿ وَهُدًى ﴾ علاوہ ازیں یہ دلوں کے لیے ہدایت اور ﴿ وَّرَحْمَةً ﴾ عمل کرنے والوں کے لیے رحمت ہے۔ ﴿ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿64﴾ ﴾ اور وہ لوگ اسے مانتے بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح کفر کی وجہ سے مردہ ہو جانے والے دلوں کے لیے قرآن مجید کو حیات آفریں بنا دیا ہے، اسی طرح وہ مردہ ہو جانے والی زمین پر آسمان سے بارانِ رحمت نازل فرما کر اسے زندہ وشاداب بنا دیتا ہے۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿65﴾ ﴾ ''بے شک اس میں سننے والوں کے لیے نشانی ہے۔'' یعنی ان کے لیے جو کلام اور اس کے معنی کو سمجھتے ہیں۔

## تفسیر آیات: 67,66

**چوپاؤں، کھجوروں اور انگوروں میں بھی عبرت ہے:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّ لَكُمْ ﴾ ''اور بلاشبہ تمھارے لیے'' اے لوگو! ﴿ فِي الْاَنْعَامِ ﴾ ''چوپاؤں میں بھی۔'' یعنی اونٹوں، گائیوں اور بھیڑ بکریوں میں ﴿ لَعِبْرَةً ؕ ﴾ ''مقام عبرت (غور) ہے۔'' یعنی ان کا وجود بھی ان کے خالق کی حکمت، قدرت اور لطف ورحمت کی نشانی ہے۔ ﴿ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ ﴾ ''ان کے پیٹوں میں جو ہے، اس سے ہم تم کو پلاتے ہیں۔'' یہاں ﴿ بُطُوْنِهٖ ﴾ میں مفرد (مذکر) کی ضمیر استعمال کی گئی ہے، اس لیے کہ اس کا مرجع یا تو معنی نَعَم (جانور) ہے یا پھر اس لیے کہ اس کا مرجع حیوان ہے کیونکہ سارے چوپائے ہی حیوان ہیں اور معنی یہ ہیں کہ ہم تمھیں اس حیوان کے پیٹ سے دودھ پلاتے ہیں، (اسی طرح کی) ایک دوسری آیت میں: ﴿ بُطُوْنِهَا ﴾ (المؤمنون 21:23) (جمع کے لیے استعمال ہونے والی واحد مونث کی ضمیر ھا بھی استعمال کی گئی ہے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ) یہاں ان دونوں طرح کی ضمیروں کا استعمال جائز ہے جیسا کہ درج ذیل آیات میں ہے: ﴿ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ ﴾ (عبس 12,11:80) ''ہرگز نہیں! یہ (قرآن) نصیحت ہے، پس جو چاہے اسے یاد رکھے۔'' (اس میں پہلے مؤنث کی ھا ضمیر اور سورۂ مدثر، آیت: 54 میں پھر مذکر کی ضمیر ''ہ'' آئی ہے) اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ ﴾ (النمل 36,35:27) ''اور میں ان کی طرف کوئی تحفہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لاتے ہیں، پھر جب سلیمان کے پاس آیا......'' یعنی مال۔ (یہاں بھی هَدِيَّةٌ مؤنث ہے، پھر اسی کے لیے جآء مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**گوبراورلہو کے درمیان سے دودھ کا نکلنا:** اورفرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٖ وَّدَمٖ لَّبَنًا خَالِصًا﴾ ''گوبر ورلہو کے درمیان سے خالص دودھ (ہم تم کو پلاتے ہیں۔)''یعنی حیوان کے پیٹ میں جوگوبراورلہو ہے، وہ دودھ کی سفیدی، ذائقے اورحلاوت سے الگ رہتا ہے جب معدے میں غذا ہضم ہوجاتی ہے تو ہر چیز اپنی اپنی جگہ چلی جاتی ہے،خون رگوں میں چلا جاتا ہے،دودھ پستانوں کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، پیشاب مثانے کا رخ کرتا ہےاور گوبر باہر نکل جاتا ہے۔معدے سے الگ ہونے کے بعدان میں سے کسی ایک چیز کی دوسری میں قطعاً آمیزش نہیں ہوتی ہے اور نہ کوئی ایک چیز دوسری سے مل کر متغیر ہوتی ہے۔ ﴿لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ۞﴾ ''خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اتر جانے والا ہے۔'' کہ کوئی بھی اسے ناخوشگوار نہیں سمجھتا۔

اللہ تعالیٰ نے جب دودھ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے اسے لوگوں کے لیے ایک خوشگوار مشروب بنادیا ہے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دیگر مشروبات کا بھی ذکر فرمایا جنھیں لوگ کھجور اور انگور کے پھلوں سے بناتے ہیں اور شراب بھی کشید کرتے ہیں۔لیکن یادرہے یہ آیت کریمہ تحریم شراب کے حکم سے پہلے نازل ہوئی ہے،اسی لیے مشروبات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا﴾ ''اور کھجوراورانگور کے پھلوں سے بھی (تم پینے کی چیزیں تیارکرتے ہو) کہ ان سے شراب بناتے ہو۔''اس سے معلوم ہوا کہ حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے شراب جائز تھی یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت کھجور اور انگور کی شراب میں کوئی فرق نہ تھا، نیز گندم، جو، چنا اور شہد سے بنائی جانے والی شرابوں میں بھی کوئی فرق نہ تھا جیسا کہ احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔[1]

فرمانِ باری ہے: ﴿سَكَرًا وَّرِزۡقًا حَسَنًا﴾ ''شراب (بناتے ہو)اورعمدہ رزق (کھاتے ہو۔)'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سَکَر سے مراد وہ ہے جو ان کے پھلوں میں سے حرام قرار دیا گیا ہے۔اور رزق حسن سے مراد وہ ہے جو ان کے پھلوں میں سے حلال قرار دیا گیا ہے۔[2] اور ایک روایت میں ان سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ سکر سے مراد حرام اور رزق حسن سے مراد حلال ہے۔[3] یعنی ان کے پھلوں کو کھجور اور کشمش کی صورت میں جوخشک کرلیا جائے یا انگور یا کھجور کا شیرہ، سرکہ اور نبیذ، (کھجور، انگور، شہد یا کشمش سے بنایا جانے والا مشروب) بنالیا جائے تو وہ سکر پیدا ہونے سے پہلے پہلے حلال مشروب ہے جیسا کہ سنت میں اس کی تفصیل موجود ہے۔[4]

﴿اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ۞﴾ ''جولوگ سمجھ رکھتے ہیں۔ان کے لیے ان (چیزوں) میں (اللہ کی قدرت کی)

[1] صحیح البخاری، المغازی ، باب بعث أبی موسٰی......، حدیث:4343 وصحیح مسلم، الأشربة ، باب بیان أن کل مسکر ......، حدیث: 1733 بعد الحدیث:2001. [2] تفسیر الطبری: 176/14. [3] تفسیر الطبری: 177/14.

[4] صحیح البخاری، المغازی، باب بعث أبی موسیٰ......، حدیث:4343 وصحیح مسلم، الأشربة، باب بیان أن کل مسکر......، حدیث: 1733 وسنن أبی داود، الأشربة ، باب الخمر مماهی ، حدیث: 3677و3684.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿68﴾

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ تو پہاڑوں میں گھر (چھتے) بنا اور درختوں میں اور ان میں، جو (لوگ) چھپر بناتے ہیں ﴿68﴾

ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ

پھر ہر قسم کے پھلوں (اور پھولوں) سے کھا (رس چوس)، پھر اپنے رب کی آسان کی ہوئی راہوں پر چل۔ ان کے پیٹوں سے مختلف رنگوں

مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿69﴾

کا مشروب (شہد) نکلتا ہے، اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے، بے شک اس میں بھی غور وفکر کرنے والوں کے لیے بہت بڑی نشانی ہے ﴿69﴾

نشانی ہے۔'' یہاں عقل کا ذکر ہی مناسب تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، ان میں یہ سب سے اشرف ہے، یہی وجہ ہے کہ عقل کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے تمام نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۙ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (یٰسٓ 36:34-36) ''اور اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور اس میں چشمے جاری کر دیے تاکہ یہ ان کے پھل کھائیں اور ان کے ہاتھوں نے تو ان کو نہیں بنایا تو پھر کیا یہ شکر نہیں کرتے؟ وہ اللہ پاک ہے جس نے زمین کی نباتات کے اور خود ان کے اور جن چیزوں کی ان کو خبر نہیں سب کے جوڑے بنائے۔''

## تفسیر آیات: 69,68

**شہد کی مکھی اور اس کے شہد میں بھی عبرت ہے:** وحی سے یہاں الہام و رہنمائی مراد ہے اور شہد کی مکھی کے لیے یہ رہنمائی کہ وہ ٹھکانا حاصل کرنے کے لیے پہاڑوں، درختوں اور اونچی اونچی ٹٹیوں میں گھر بنا لیتی ہے۔ شہد کی مکھیوں کے یہ گھر بے حد مضبوط اور مستحکم ہوتے ہیں کہ ان میں کوئی خلل نظر نہیں آتا، پھر اللہ تعالیٰ نے تسخیری اور قدری طور پر انھیں یہ اجازت دے دی کہ وہ ہر قسم کے پھلوں کو کھائیں اور ان رستوں پر چلی جائیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے صاف اور ہموار کر دیا ہے، یعنی اس عظیم الشان فضا، دور دراز کے جنگلات، وادیوں اور بلند و بالا پہاڑوں میں آنے جانے کے لیے رستوں کو آسان اور صاف کر دیا ہے کہ ان رستوں پر چل کر دائیں بائیں بھٹکے بغیر ایک ایک مکھی بڑی آسانی کے ساتھ اپنے گھر لوٹ آتی ہے جہاں اس کے بچے بھی ہوتے ہیں اور شہد بھی، وہ اپنے پروں سے موم بناتی اور اپنے منہ سے شہد نکالتی اور اپنی پیٹھ سے بچوں کے انڈے دیتی ہے، پھر اپنی چراگاہوں میں آسانی سے چلی جاتی ہے۔

قتادہ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے ﴿ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ ﴾ ''اور اپنے پروردگار کے صاف رستوں پر چلی جا'' کے بارے میں کہا کہ مطیع و فرمانبردار ہو کر چلی جا۔ انھوں نے ﴿ ذُلُلًا ؕ ﴾ کو ﴿ فَاسْلُكِيْ ﴾ کی ضمیر سے حال قرار دیا ہے۔ اور ابن زید نے حسب ذیل آیت کریمہ تلاوت کی: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝ ﴾ (یٰسٓ 36:71,72) ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا جو چیزیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائیں، ان میں سے ہم نے ان کے لیے چوپائے پیدا کر دیے اور یہ ان کے مالک ہیں؟ اور ہم نے ان کو ان کے مطیع وفرمانبردار کر دیا تو کوئی تو ان میں سے ان کی سواری ہے اور کسی کو یہ کھاتے ہیں۔'' اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ لوگ شہد کی مکھیوں کو ان کے گھروں سمیت ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جاتے ہیں اور وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے لیکن پہلا قول زیادہ نمایاں ہے کہ ﴿ذُلُلًا ۭ﴾ ﴿سُبُلَ﴾ سے حال ہے، یعنی اس رستے پر چلی جا جسے تیرے لیے مسخر کر دیا گیا ہے۔ مجاہد سے بھی صراحت کے ساتھ یہی قول منقول ہے۔ امام ابن جریر کہتے ہیں کہ یہ دونوں قول ہی صحیح ہیں۔ ①

**شہد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے:** اور فرمان الٰہی ہے: ﴿يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ﴾ ''ان کے پیٹوں سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں، اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔'' کھانے کی چیزوں کے مختلف رنگ ہونے کی وجہ سے شہد کے بھی سفید، زرد اور سرخ وغیرہ مختلف خوبصورت رنگ ہوتے ہیں۔ اور فرمایا: ﴿فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ﴾ ''اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔'' شہد میں لوگوں کو پیش آنے والی کئی بیماریوں کی شفا ہے۔ طب نبوی ﷺ کے موضوع پر لکھنے والے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگر یہاں یہ کہا جاتا کہ [فِيهِ الشِّفَاءُ لِلنَّاسِ] ''اس میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی شفا ہے۔'' تو یہ ہر بیماری کی دوا ہوتا لیکن اس کے بجائے یہاں یہ فرمایا ہے کہ ﴿فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ﴾ یعنی یہ تمام ٹھنڈی بیماریوں کے لیے موزوں ہے کیونکہ یہ گرم ہے اور کسی شے کا علاج اس کی ضد سے کیا جاتا ہے۔

**شہد کے ذریعے سے علاج معالجہ:** امام بخاری اور مسلم نے صحیحین میں بروایت قتادہ، ابومتوکل علی بن داود ناجی سے اور انھوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میرے بھائی کو اسہال (دست، پیچش) ہو گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [اِسْقِهِ عَسَلًا] ''اسے شہد پلاؤ۔'' اس نے اسے شہد پلا دیا، پھر واپس آیا اور عرض کرنے لگا کہ میں نے اسے شہد پلایا مگر اس سے اسہال میں اور اضافہ ہو گیا ہے، آپ ﷺ نے اس سے تین مرتبہ یہ فرمایا، پھر چوتھی دفعہ آیا تو عرض کرنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے اسے شہد پلایا مگر اس کا اسہال بڑھتا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ، اِسْقِهِ عَسَلًا] ''اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور تمھارے بھائی کے پیٹ نے جھوٹ بولا ہے۔ جاؤ! اسے شہد پلاؤ'' اس نے اسے شہد پلایا اور اس سے وہ صحیح ہو گیا۔ ②

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میٹھی چیز اور شہد پسند تھا۔ ③ یہ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔ اور صحیح بخاری ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ: فِي

---

① تفسیر الطبری: 184/14. ② صحیح البخاری، الطب، باب الدواء بالعسل ......، حدیث: 5684 وصحیح مسلم، السلام، باب التداوی بسقی العسل، حدیث: 2217. ③ صحیح البخاری، الأشربة، باب شراب الحلواء والعسل، حدیث: 5614 وصحیح مسلم، الطلاق، باب وجوب الکفارة......، حدیث: (21)-1474.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ

اور اللہ نے تمھیں پیدا کیا، پھر وہی تمھیں وفات دیتا ہے۔ اور تم میں سے کوئی ناکارہ عمر تک پہنچا دیا جاتا ہے، تاکہ وہ علم کے بعد کچھ نہ جانے،

عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ع ⑦⓪

بے شک اللہ خوب جاننے والا، خوب قدرت والا ہے ⑦⓪

شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ، وَأَنْهٰى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ] ''شفا تین چیزوں میں ہے: (1) سینگی کے نشتر میں۔ (2) یا شہد کے گھونٹ میں۔ (3) یا آگ سے داغ دینے میں۔ اور میں اپنی امت کو داغ دینے سے منع کرتا ہوں۔''[1]

اور فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑥⑨﴾ ''بے شک سوچنے والوں کے لیے اس میں بھی نشانی ہے۔'' یعنی اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی ان کمزور سی مکھیوں کو الہام فرمایا کہ وہ ان صاف رستوں پر چلیں، تمام پھلوں کو کھائیں اور ان سے موم اور شہد جمع کریں جو ایک بے حد پاکیزہ چیز ہے، اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو شہد کی مکھیوں کے پیدا کرنے والے، ان کے لیے اندازے مقرر فرمانے والے، ان کے لیے مسخر کرنے والے اور ان کے لیے آسانی پیدا کر دینے والے کی عظمت کے بارے میں سوچتے ہیں اور اس سے وہ استدلال کرتے ہیں کہ وہی فاعل، قادر، حکیم، علیم، کریم اور رحیم ہے۔

## تفسیر آیت: 70

**انسان بھی مقام عبرت ہے:** اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں اپنے تصرف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہی انھیں عدم سے وجود بخشتا ہے، پھر وہی انھیں فوت کرتا ہے اور بعض کو لمبی عمر عطا فرماتا ہے کہ وہ انتہائی بوڑھے اور بے حد کمزور ہو جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۝﴾ (الروم 30:54) ''اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتدا میں) کمزور حالت میں پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی، پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ صاحب دانش، صاحب قدرت ہے۔''

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ﴾ ''تاکہ (بہت کچھ) جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔'' یعنی پہلے جانتے ہوتے ہیں، پھر بڑھاپے کے باعث سب کچھ بھول جاتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: [أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ (وَالْهَرَمِ)، وَأَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ] ''(اے اللہ!) میں بخل، سستی، بڑھاپے، بدترین عمر، عذاب قبر، دجال کے فتنے اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[2]

---

① صحيح البخاري، الطب، باب الشفاء في ثلاث، حديث: 5681. ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله تعالٰى: ﴿وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى ......﴾ (النحل 16:70)، حديث: 4707 اور قوسین والا لفظ صحیح بخاری ہی کی حدیث: 2823 میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ فِى الرِّزۡقِ ۚ فَمَا الَّذِيۡنَ فُضِّلُوۡا بِرَآدِّىۡ

اور اللہ نے رزق میں تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، پھر جن لوگوں کو فضیلت دی گئی وہ اپنا رزق ان لوگوں کی طرف نہیں

رِزۡقِهِمۡ عَلٰى مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَهُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ ‌ؕ اَفَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ ﴿71﴾

لوٹانے والے جن کے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں کہ وہ اس (رزق) میں برابر ہوں۔ کیا پھر وہ اللہ کی نعمتوں ہی کے منکر ہیں؟﴿71﴾

زہیر بن ابو سُلمیٰ نے اپنے مشہور معلقہ میں کہا ہے ۔

سَئِمْتُ تَكَالِيفَ الْحَيَاةِ وَمَنْ يَّعِشْ ثَمَانِينَ عَامًا لَّا أَبًا لَّكَ يَسْأَمِ

’’میں زندگی کی تکلیفوں سے اکتا گیا ہوں اور جو بھی (میری طرح) اسی 80 سال زندہ رہے گا، تیرا باپ نہ رہے، وہ لازماً اکتا ہی جاتا ہے۔‘‘

رَأَيْتُ الْمَنَايَا خَبْطَ عَشْوَاءَ مَنْ تُصِبْ تُمِتْهُ وَمَنْ تُخْطِئْ يُعَمَّرْ فَيَهْرَمِ

’’میں موت کو اندھی اونٹنی کی طرح دیکھتا ہوں کہ جس کو وہ پالے اسے ماردیتی ہے اور جس سے وہ چوک جائے اس کی عمر بڑھا دی جاتی ہے اور وہ نہایت بوڑھا ہو جاتا ہے۔‘‘[1]

### تفسیر آیت: 71

**امور معیشت نشانی اور نعمت ہیں:** اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشرکین پر ان کے اس جہل و کفر کو خوب واضح کر دیا جو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا دیتے تھے، حالانکہ وہ اس بات کا بھی اعتراف کرتے تھے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں جیسا کہ حج کے تلبیے میں وہ کہا کرتے تھے: لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ...... لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَلَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ ’’میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس شریک کے جو تیرے لیے ہو، تو اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔‘‘[2]

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ہم نے تمھیں جو رزق دیا ہے، اس میں تمھارے غلام بھی تمھارے ساتھ شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس بات کو کیسے پسند فرمائے گا کہ الٰہیت اور تعظیم میں اس کے بندے اس کے شریک بن جائیں؟ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ضَرَبَ لَكُمۡ مَّثَلًا مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ‌ؕ هَلۡ لَّكُمۡ مِّنۡ مَّا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ مِّنۡ شُرَكَآءَ فِىۡ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ فَاَنۡتُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ تَخَافُوۡنَهُمۡ كَخِيۡفَتِكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ‌ؕ﴾ (الروم 28:30) ’’اس نے تمھارے لیے تمھی میں سے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ بھلا جن (لونڈیوں یا غلاموں) کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے ہیں وہ اس (مال) میں جو ہم نے تم کو عطا فرمایا ہے تمھارے شریک ہیں؟ تو (کیا) تم اس میں (ان کو اپنے) برابر (مالک سمجھتے) ہو؟ (اور کیا) تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنے (ہمسر) لوگوں سے؟‘‘

① شرح القصائد التسع المشهورات، قصيدة زهير: 353,352/1. ② صحيح مسلم، الحج، باب التلبية وصفتها ووقتها، حديث: 1185 عن ابن عباس رضي الله عنهما.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً

اور اللہ نے تمھارے لیے تمھی میں سے بیویاں بنائیں اوراسی نے تمھارے لیے تمھاری بیویوں سے بیٹے اور پوتیاں پوتے بنائے

وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿72﴾

اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا۔ کیا پھر بھی وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں؟ ﴿72﴾

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ اپنے غلاموں کو تو اپنے مالوں اور اپنی عورتوں میں شریک نہیں بناتے تو میرے غلاموں کو میری سلطنت میں کیوں شریک بناتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿71﴾﴾ ''تو کیا یہ لوگ نعمت الٰہی کے منکر ہیں؟''[1] اور آپ سے دوسری روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے لیے اس چیز کو کس طرح پسند کرتے ہو جسے تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے![2]

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿71﴾﴾ یعنی یہ اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں، کھیتی اور چوپایوں میں اللہ کا بھی ایک حصہ مقرر کرتے ہیں تو اس بنا پر انھوں نے اس کی نعمت کا انکار کر دیا اور اس کے ساتھ غیر کو شریک بنایا۔ حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام یہ خط لکھا: دنیا میں اپنے رزق پر قناعت کرو، اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو بعض پر رزق میں جو فضیلت دی ہے تو یہ بھی اس کی طرف سے آزمائش ہے جس کے ساتھ وہ ہر ایک کو آزماتا ہے جسے وہ رزق کی فراوانی عطا فرماتا ہے تو اس کے لیے آزمائش یہ ہے کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے جس رزق سے نوازا ہے، اس کے حق کو وہ ادا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب قرار دیا ہے![3] اس کو ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔

## تفسیر آیت: 72

**بیویاں، بیٹے اور پوتے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں:** اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اس نے ان کے لیے انھی میں سے ان کی جنس اور شکل کی بیویاں پیدا فرمائیں اگر بیویاں کسی اور جنس سے ہوتیں تو پھر الفت، محبت اور مہربانی حاصل نہیں ہو سکتی تھی، اس لیے اس نے اپنی رحمت کے ساتھ بنی آدم میں سے مرد اور عورتیں پیدا فرما دیں، عورتوں کو مردوں کی بیویاں بنا دیا اور بیویوں سے اس نے بیٹے اور پوتے پیدا فرما دیے۔ حَفَدَة کے معنی پوتے کے ہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، حسن، ضحاک اور ابن زید کا قول ہے۔[4] شعبہ نے ابوبشر سے، انھوں نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿بَنِيْنَ وَحَفَدَةً﴾ کے معنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے ہیں۔[5] یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان الفاظ کے معنی خادموں اور مددگاروں کے ہیں۔[6] یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے معنی دو بہنوں کے ہیں۔[7] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے معنی

---

① تفسیر الطبری: 187/14. ② تفسیر الطبری: 187/14. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2291/7. ④ تفسیر الطبری: 192-190/14. ⑤ تفسیر الطبری: 192/14. ⑥ تفسیر الطبری: 191/14. ⑦ تفسیر الطبری: 189,188/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا

اور وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جنھیں آسمانوں اور زمین سے ان کے لیے کسی رزق کا کوئی اختیار نہیں اور نہ وہ (اس کی)

وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿73﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿74﴾

استطاعت ہی رکھتے ہیں ﴿73﴾ چنانچہ تم اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔ بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ﴿74﴾

سسرال کے ہیں۔ [1] جس نے ﴿ وَحَفَدَةً ﴾ کو ازواج سے متعلق قرار دیا ہے تو پھر ضروری ہے کہ اس سے مراد اولاد، اولاد کی اولاد اور سسرال مراد ہوں کیونکہ وہ بیٹیوں کے شوہر ہیں یا بیوی کی اولاد ہیں۔

اور فرمان ہے: ﴿ وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ﴾ ''اور (کھانے کو) تمھیں پاکیزہ چیزیں دیں۔'' یعنی کھانے پینے کی تمھیں بہت عمدہ چیزیں دیں، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا جنھوں نے اس مُنعم حقیقی کی عبادت میں غیروں کو اس کا شریک بنایا: ﴿ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''تو کیا یہ بے اصل چیزوں پر اعتقاد رکھتے ہیں؟'' باطل اور بے اصل چیزوں سے مراد مشرکین کے انداد و اصنام ہیں۔ ﴿ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿72﴾ ﴾ ''اور اللہ کی نعمتوں سے انکار کرتے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو چھپاتے اور غیر اللہ کی طرف ان کی نسبت کرتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے بندے کو اپنی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمائے گا: [أَلَمْ أُكْرِمْكَ ...... وَأُزَوِّجْكَ وَأُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ، وَالْإِبِلَ وَأَذَرْكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ؟] ''کیا میں نے تیری عزت افزائی نہیں کی تھی؟...... اور کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ اور کیا میں نے اونٹ اور گھوڑوں کو تیرے مطیع و فرمانبردار نہیں کر دیا تھا؟ اور کیا میں نے تجھے ایسے نہیں چھوڑا تھا کہ تو سرداری کرتا اور حسب خواہش تصرف کرتا تھا؟'' [2]

**تفسیر آیات: 74,73**

**غیر اللہ کی عبادت سے انکار:** اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی عبادت کرنے والے مشرکوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نعمتوں سے سرفراز فرمانے والا، فضل و کرم سے نوازنے والا، پیدا فرمانے والا اور رزق دینے والا تو وحدہ لا شریک ہے مگر اس کے باوجود مشرکین اسے چھوڑ کر بتوں اور اصنام و انداد کی پرستش کرتے ہیں۔ ﴿ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا ﴾ ''جو ان کو آسمانوں اور زمین میں روزی (دینے) کا ذرا سا اختیار نہیں رکھتے۔'' انھیں نہ بارش نازل کرنے کی قدرت ہے اور نہ فصلوں اور درختوں کے اگانے کی بلکہ اپنے لیے بھی انھیں کسی چیز کا اختیار نہیں ہے، اپنی مرضی اور ارادے کے مطابق وہ کوئی چیز نہیں بنا سکتے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ ﴾ ''تو (لوگو) اللہ کے بارے میں (غلط) مثالیں نہ بناؤ۔'' یعنی اس کے شریک، اشباہ اور ہم مثل نہ بناؤ۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿74﴾ ﴾ ''بے شک اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں

[1] تفسیر الطبری: 189/14. [2] صحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب: [الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر]، حديث: 2968.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبۡدًا مَّمۡلُوۡكًا لَّا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ وَّمَنۡ رَّزَقۡنٰهُ مِنَّا رِزۡقًا

اللہ نے مثال بیان کی ایک غلام مملوک کی جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا، اور (دوسرا) وہ جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھا رزق دیا،

حَسَنًا فَهُوَ یُنۡفِقُ مِنۡهُ سِرًّا وَّجَهۡرًا ؕ هَلۡ یَسۡتَوٗنَ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ

چنانچہ وہ اس میں سے خفیہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے۔کیا وہ دونوں برابر ہیں؟ تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے، بلکہ ان کے اکثر لوگ

لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿75﴾

(یہ حقیقت بھی) نہیں جانتے ﴿75﴾

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیۡنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبۡكَمُ لَا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰی

اور اللہ نے دو شخصوں کی (ایک اور) مثال بیان کی، ان میں سے ایک گونگا (اور بہرا) ہے، وہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا، جبکہ وہ اپنے آقا پر

مَوۡلٰهُ ۙ اَیۡنَمَا یُوَجِّهۡهُّ لَا یَاۡتِ بِخَیۡرٍ ؕ هَلۡ یَسۡتَوِیۡ هُوَ ۙ وَمَنۡ یَّاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ ۙ وَهُوَ

ایک بوجھ ہے، جہاں کہیں بھی وہ اسے بھیجے وہ کوئی خیر و بھلائی نہیں لاتا۔ اور کیا وہ اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو عدل کا حکم دیتا ہے اور

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿76﴾ ع 10 6 16

وہ صراط مستقیم پر ہے؟ ﴿76﴾

جانتے۔'' اور خبردار کرتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر اپنی جہالت کی وجہ سے تم اس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔

### تفسیر آیت:75

**مومن اور کافر یا بت اور حق کی مثال:** عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہ کافر و مومن کی مثال بیان فرمائی ہے، امام قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[1] امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[2] وہ غلام جو بالکل دوسرے کے اختیار میں ہے اور خود کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا، یہ کافر کی مثال ہے اور وہ شخص جس کو بہت سا رزقِ حسن دیا گیا ہو اور وہ اس سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا رہتا ہو تو وہ مومن ہے۔ ابن ابو نجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یہ بت کے لیے اور حق تعالیٰ کے لیے مثال بیان کی گئی ہے کہ کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔[3] دونوں میں فرق جب ظاہر، واضح اور حد درجہ نمایاں ہے تو کوئی غبی اور کند ذہن ہی اس سے ناواقف رہ سکتا ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿75﴾﴾ ''تمام تعریف اللہ کے لیے ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔''

### تفسیر آیت:76

**ایک اور مثال:** مجاہد کہتے ہیں کہ اس مثال سے بھی مراد بت اور حق تعالیٰ ہیں۔[4] یعنی بت گونگا ہے، وہ نہ گفتگو کرتا ہے، نہ خیر کی کوئی بات کرتا ہے نہ کوئی اور بات اور کسی بھی چیز کی قطعاً کوئی قدرت نہیں رکھتا، الغرض! نہ کوئی بات کر سکتا ہے اور نہ کوئی کام، پھر وہ اپنے آقا کے لیے سراسر بوجھ اور کلفت ہے۔ ﴿اَیۡنَمَا یُوَجِّهۡهُّ لَا یَاۡتِ بِخَیۡرٍ ؕ﴾ ''وہ جہاں اسے بھیجتا ہے، بھلائی

[1] تفسیر الطبری: 14/196. [2] تفسیر الطبری: 14/198. [3] تفسیر الطبری: 14/197. [4] تفسیر الطبری: 14/197.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ

اور اللہ ہی کے پاس آسمانوں اور زمین کا غیب ہے، اور قیامت کا معاملہ تو بس آنکھ جھپکنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی قریب تر،

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿77﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ

بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ﴿77﴾ اور اللہ نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ علم نہیں رکھتے

وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿78﴾ اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ

تھے، اور اسی نے تمھارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر کرو ﴿78﴾ کیا انھوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا، وہ آسمانی فضا

مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ

میں مسخر (تابع فرمان) ہیں۔ اللہ کے سوا، انھیں (فضا میں) کوئی نہیں تھام رہا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے البتہ نشانیاں ہیں

یُّؤْمِنُوْنَ ﴿79﴾

جو ایمان لاتے ہیں ﴿79﴾

نہیں لاتا۔'' اور کبھی اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوتا۔ ﴿ هَلْ یَسْتَوِیْ ﴾ ''کیا وہ برابر ہے؟'' جس کی یہ صفات ہوں؟ ﴿ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ ﴾ ''اور جو (لوگوں کو) انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے؟'' یعنی اس کا قول بھی حق ہے اور اس کا فعل بھی درست ہے۔ ﴿ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿76﴾ ﴾ ''اور خود سیدھے رستے پر ہے؟'' عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ پہلی مثال کی طرح یہ بھی کافر اور مومن کی مثال ہے جیسا کہ قبل ازیں بیان کی جانے والی بھی کافر اور مومن کی مثال ہے۔ [1]

## تفسیر آیات: 77-79

**غیب اور قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے:** اللہ تعالیٰ نے اشیاء کے بارے میں اپنے کمال علم وقدرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے اور علم غیب اسی کا خاصہ ہے، اس کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں مگر یہ کہ وہ کسی کو کسی چیز کے بارے میں مطلع فرما دے، اس کی قدرت کاملہ کی کرشمہ سازی یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ○ ﴾ (القمر 54:50) ''اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔''

یعنی وہ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے، وہ آنکھ جھپکنے میں ہو جاتی ہے، اسی طرح یہاں بھی فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿77﴾ ﴾ ''اور (اللہ کے نزدیک) قیامت کا معاملہ یوں ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ (اس سے بھی) قریب تر، کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ ﴾ (لقمٰن 31:28) ''(اللہ کو) تمھارا پیدا کرنا اور (دوبارہ) اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے۔''

[1] تفسیر الطبری: 14/196 و 198.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**کان، آنکھیں اور دل اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں:** پھر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے انھیں جب ان کی ماؤں کے پیٹ سے نکالا تو وہ کچھ نہیں جانتے تھے، پھر اس نے انھیں کان عطا فرمائے جس سے وہ آوازوں کو سنتے ہیں، آنکھیں عطا فرمائیں جن سے وہ مرئی اشیاء کو دیکھتے ہیں اور دل عطا فرمائے۔ ﴿وَالْاَفْـِٕدَةَ﴾ کے معنی عقول کے ہیں جن کا مرکز صحیح قول کے مطابق انسان کا دل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عقل کا مرکز دماغ ہے، عقل ہی سے انسان نقصان دہ اور نفع بخش اشیاء میں تمیز کرتا ہے۔ یہ قوتیں اور حواس انسان کو تھوڑا تھوڑا کر کے تدریجاً حاصل ہوتے ہیں، جیسے جیسے انسان کی عمر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، اس کی قوتِ سماعت و بصارت اور عقل بڑھتی جاتی ہے حتی کہ وہ اپنی بھرپور جوانی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ قوتیں اور حواس اس لیے عطا فرمائے ہیں تاکہ اس کے لیے اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرنے کی قوت حاصل ہو جائے اور وہ اپنے ہر عضو اور ہر قوت سے اپنے آقا و مولیٰ کی اطاعت و بندگی میں کام لے سکے۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ، وَمَا زَالَ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ]

''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں نے اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کر دیا اور میرا بندہ جن چیزوں کے ساتھ میرا تقرب حاصل کرتا ہے ان میں میری فرض کردہ چیزوں سے زیادہ محبوب مجھے اور کوئی چیز نہیں ہے اور بندہ نوافل ادا کر کے میرا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں (اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں) تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا وہ ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، میں اس کا وہ پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دوں گا اگر مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا اور میں جن چیزوں کو کر گزرتا ہوں، ان میں سے کسی چیز کے بارے میں کبھی بھی مجھے ایسا تردد نہیں ہوا جس طرح کا تردد مومن بندے کی روح (قبض کرنے) کے وقت ہوتا ہے کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور مجھے یہ ناپسند ہے کہ میں اسے تکلیف دوں۔'' [1]

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ بندہ جب اخلاص کے ساتھ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت بجا لائے تو اس کے سارے افعال اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو جاتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سنتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دیکھتا ہے، یعنی اس چیز کی طرف دیکھتا ہے جس کی طرف دیکھنے کو جائز قرار دیا گیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی کے لیے پکڑتا ہے اور اسی کے لیے چلتا ہے اور

[1] صحيح البخاري، الرقاق، باب التواضع، حديث:6502.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا

اور اللہ نے تمھارے لیے تمھارے گھر جائے سکونت بنائے اور تمھارے لیے چوپایوں کی کھالوں سے ایسے گھر (خیمے) بنائے جنھیں تم ہلکا سمجھتے ہو

تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ

اپنے کوچ کے دن اور اپنے قیام کے دن اور ان (بھیڑوں) کی اون سے اور ان (اونٹوں) کی پشم سے اور ان (بکریوں) کے بالوں سے (گھریلو)

اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ⑧⓪ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ

اثاثے اور ایک مدت تک برتنے کی چیزیں (بنائیں) ⑧⓪ اور اللہ نے اپنی تخلیق کردہ چیزوں سے تمھارے لیے سائے بنائے، اور تمھارے لیے

الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ

پہاڑوں میں چھپنے کے مقام (غار) بنائے، اور تمھارے لیے کُرتے بنائے جو تمھیں گرمی سے بچاتے ہیں اور کُرتے (زرہ بکتر) جو تمھاری لڑائی میں

يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ⑧① فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑧②

تمھیں بچاتے ہیں۔ اسی طرح وہ تم پر اپنی نعمتیں تمام کرتا ہے، تاکہ تم مطیع ہو جاؤ ⑧① پھر اگر وہ پھریں تو آپ کے ذمے تو صرف صاف صاف پہنچا

11 ع 7 17 يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ⑧③ ع

دینا ہے ⑧② وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں، پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر ناشکرے ہیں ⑧③

ان تمام امور کے بجالانے کے لیے اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتا ہے۔ صحیح بخاری کے سوا بعض دیگر کتب کی روایت میں اس عبارت: ''میں اس کا پاؤں......'' کے بعد یہ الفاظ بھی آئے ہیں: [فَبِي يَسْمَعُ، وَبِي يُبْصِرُ، وَبِي يَبْطِشُ، وَبِي يَمْشِي] ''وہ میرے ساتھ ہی سنتا، میرے ساتھ ہی دیکھتا، میرے ساتھ ہی پکڑتا اور میرے ساتھ ہی چلتا ہے۔''① اسی لیے فرمایا: ﴿ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑦⑧ ﴾ ''اور اس نے تم کو کان اور آنکھیں اور دل (یہ اعضاء) بخشے تاکہ تم شکر کرو۔'' جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ ﴾ (الملک 23,22:67) ''کہہ دیجیے: وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (مگر) تم کم احسان مانتے ہو، کہہ دیجیے: وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا اور اسی کے روبرو تم جمع کیے جاؤ گے۔''

**فضا میں پرندوں کی تسخیر بھی نشانی ہے:** پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی توجہ آسمان کی ہوا میں مسخر پرندوں کی طرف مبذول کروائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو! پرندے آسمان و زمین کے درمیان کس طرح دو پروں کے ساتھ اڑتے ہیں۔ فضا میں اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت کے ساتھ انھیں تھامے رکھتا ہے، اس نے ہوا کو ان کے لیے مسخر کر دیا ہے کہ وہ انھیں اٹھا لیتی ہے اور پرندے اڑنا شروع کر دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ ملک میں فرمایا ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ

① فتح الباري: 344/11، تحت الحديث: 6502,6501 ونوادر الأصول، الأصل الخامس والسبعون في أن غرس الله......، ص: 115 سند کے بغیر۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ؔ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ﴾ (الملک 19:67) ''کیا انھوں نے اپنے اوپر (اڑتے) پرندوں کو نہیں دیکھا جو پروں کو پھیلائے رہتے ہیں اوران کو سکیڑ بھی لیتے ہیں، اللہ کے سوا انھیں کوئی تھام نہیں سکتا، بے شک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۷۹﴾ ''ایمان والوں کے لیے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔''

## تفسیر آیات:80-83

**گھر، کپڑے اور دیگر اسباب اللہ کی نعمتیں ہیں:** اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، اس نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے گھر بنائے ہیں جن میں وہ سکونت اختیار کرتے، ٹھکانا پکڑتے، چھپ جاتے اور ہر طرح کے دیگر فوائد حاصل کرتے ہیں، اس نے ان کے لیے چوپایوں کی کھالوں کے بھی گھر بنا دیے ہیں جن کے ہلکا ہونے کی وجہ سے وہ انھیں سفر میں کام میں لاتے ہیں اور سفر وحضر میں ان سے بنے ہوئے خیموں کو نصب کر لیتے ہیں۔ ﴿تَسْتَخِفُّوْنَهَا یَوْمَ ظَعْنِکُمْ وَیَوْمَ اِقَامَتِکُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا﴾ ''جن کو تم ہلکا پا کر سفر اور حضر میں کام میں لاتے ہو اور ان کی اون۔'' یعنی بھیڑوں کی۔ ﴿وَاَوْبَارِهَا﴾ ''اور ان کی پشم'' یعنی اونٹوں کی ﴿وَاَشْعَارِهَآ﴾ ''اور ان کے بالوں سے'' یعنی بکریوں کے۔ ھا ضمیر کا مرجع انعام ہے۔ ﴿اَثَاثًا﴾ ''اسباب'' یعنی ان سے تم اثاثہ بناتے ہو، اس سے مراد مال ہے۔[1] دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد ساز وسامان۔[2] اور تیسرے قول کے مطابق اس سے مراد کپڑے ہیں۔[3] لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ ان سب کی نسبت عام ہے کہ اس سے مراد بچھونے اور کپڑے وغیرہ بھی ہیں اور مال تجارت بھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اثاث کے معنی سامان کے ہیں۔[4] مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن، عطیہ عوفی، عطاء خراسانی، ضحاک اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[5] ﴿اِلٰی حِیْنٍ ۝۸۰﴾ ''ایک مدت تک'' یعنی مدت مقررہ اور وقت معلوم تک تم ان سے فائدے اٹھاتے اور انھیں اپنے کام میں لاتے ہو۔

**سائے، پہاڑ اور قمیصیں بھی اللہ کی نعمتیں ہیں:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا﴾ ''اور اللہ ہی نے تمھارے لیے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں سے سائے بنائے۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد درخت ہیں۔[6] ﴿وَّجَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَکْنَانًا﴾ ''اور اسی نے تمھارے لیے پہاڑوں میں غار بنائے۔'' قلعے اور سرنگیں بنائیں۔ ﴿وَّجَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ﴾ ''اور اسی نے تمھارے لیے کرتے بنائے جو تم کو گرمی سے بچائیں۔'' یعنی روئی، کتان اور اون سے بنے ہوئے کپڑے، ﴿وَسَرَابِیْلَ تَقِیْکُمْ بَاْسَکُمْ ؕ﴾ ''اور قمیصیں جو تم کو جنگ سے محفوظ رکھتی ہیں۔'' جیسے چپٹے لوہے کی زرہیں اور خودیں وغیرہ۔ ﴿کَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ﴾ ''اسی طرح اللہ اپنا احسان تم پر پورا کرتا ہے۔'' یعنی اسی طرح

---

[1] تفسیر الطبری: 202/14. [2] تفسیر الطبری: 202/14. [3] تفسیر الطبری: 202/14. [4] تفسیر الطبری: 202/14. [5] تفسیر الطبری: 202/14 و 148,147/16. [6] تفسیر الطبری: 203/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿84﴾

اور (یاد کرو) جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے، پھر جنھوں نے کفر کیا، انھیں اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ان سے توبہ ہی کا

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿85﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ

مطالبہ کیا جائے گا ﴿84﴾ اور جن لوگوں نے ظلم کیا جب وہ عذاب دیکھ لیں گے تو نہ ان سے (عذاب میں) تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو ڈھیل دی جائے

اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا

گی ﴿85﴾ اور جن لوگوں نے شرک کیا جب وہ اپنے (خودساختہ) شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! یہی ہمارے شریک ہیں جنھیں ہم

اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿86﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

تیرے سوا پکارتے تھے۔ تب وہ (شریک) ان کی بات ان کی طرف پھینک ماریں گے (اور کہیں گے:) بلاشبہ تم تو یقیناً جھوٹے ہو ﴿86﴾ اور اس دن وہ اللہ

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿87﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

کے حضور میں اپنی فرماں برداری (عاجزی) پیش کریں گے، اور ان سے وہ سب کچھ گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ گھڑتے تھے ﴿87﴾ جنھوں نے کفر کیا اور

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿88﴾

(لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا، ہم انھیں عذاب پر عذاب زیادہ دیں گے، اس لیے کہ وہ فساد کرتے تھے ﴿88﴾

تمھارے لیے ایسی چیزیں بناتا ہے جنھیں تم اپنے کام میں لاتے ہو جن کی تمھیں ضرورت ہوتی ہے اور جو اس کی طاعت اور عبادت کے سلسلے میں تمھارے لیے مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿81﴾﴾ ''تاکہ تم فرمانبردار بنو۔'' جمہور نے اس کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ اور انھوں نے ﴿تُسْلِمُوْنَ ﴿81﴾﴾ کو اسلام (بابِ افعال) سے لام کے کسرے کے ساتھ پڑھا ہے۔

**پیغمبر کا کام پیغام پہنچانا ہے:** ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ''پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں۔'' اس بیان کے بعد اور اس احسان کے بعد تو پھر ان کی ذمے داری آپ پر نہیں، ﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿82﴾﴾ ''تو (اے پیغمبر!) آپ پر فقط کھلا کھلا پہنچا دینا ہے۔'' اور آپ نے اس فرض کو ادا کر دیا ہے۔ ﴿يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا﴾ ''یہ اللہ کی نعمتوں سے واقف ہیں مگر (واقف ہو کر) ان سے انکار کرتے ہیں۔'' یعنی یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ان پر احسان و انعام فرمانے والا ہے اور اسی نے انھیں فضل و کرم سے نوازا ہے لیکن اس کے باوجود یہ اس کا انکار کرتے، اس کے ساتھ غیروں کی پوجا کرتے اور فتح و نصرت اور رزق کی نسبت غیروں کی طرف کرتے ہیں۔ ﴿وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿83﴾﴾ ''اور ان میں اکثر ناشکرے ہیں۔''

## تفسیر آیات: 84-88

**حشر کے دن مشرکین کا حال:** اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر قیامت کے دن مشرکین کے حال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس دن وہ ہر امت پر ایک گواہ کھڑا کرے گا اور وہ گواہ اس امت کا نبی ہوگا اور وہ نبی گواہی دے گا کہ جب انھوں نے اللہ کے پیغام کو پہنچایا تو امت نے انھیں کیا جواب دیا تھا؟ ﴿لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''پھر کفار کو اجازت نہیں ملے گی'' کہ وہ کوئی عذر پیش کریں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ جو بھی عذر پیش کریں گے وہ باطل اور جھوٹ ہوگا جیسا کہ فرمایا: ﴿هٰذَا يَوْمُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝﴾ (المرسلٰت 36,35:77) ''یہ وہ دن ہے کہ وہ (لوگ) بول نہیں سکیں گے اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ عذر پیش کریں۔''

اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝﴾ ''اور نہ ان سے توبہ کا مطالبہ ہی کیا جائے گا۔'' ﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ﴾ ''اور جب ظالم لوگ عذاب دیکھ لیں گے۔'' یعنی وہ لوگ جنھوں نے شرک کیا تھا، ﴿فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ﴾ ''تو پھر نہ تو ان سے (عذاب میں) تخفیف کی جائے گی۔'' ایک لحہ بھر کے لیے بھی ان سے عذاب کو ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ ﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝﴾ ''اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی۔'' ان سے عذاب کو مؤخر نہیں کیا جائے گا بلکہ عذاب جلدی سے میدان حشر ہی سے بلا حساب انھیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔ جہنم کو (جب میدان حشر میں) لایا جائے گا تو اسے ستر ہزار لگاموں کے ساتھ باندھ کر لایا جائے گا اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتوں نے تھام رکھا ہوگا۔[1] جہنم سے ایک گردن نکل کر مخلوق کو جھانکے گی اور وہ ایک ایسا گرم سانس لے گی کہ ہر شخص گھٹنوں کے بل گر جائے گا اور جہنم کہے گا کہ مجھے ہر جابر اور سرکش پر مسلط کر دیا گیا ہے جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی معبود بناتا رہا ہے اور فلاں فلاں پر بھی مسلط کر دیا گیا ہے۔ جہنم مختلف قسم کے لوگوں کا ذکر کرے گا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، پھر جہنم ان لوگوں کو میدان حشر سے اس طرح اچک لے گا جس طرح پرندہ (دانے کو اچک لیتا ہے۔)[2]

**جہنم کی ہولناکیاں:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝﴾ (الفرقان 12:25-14) ''جس وقت وہ ان کو دور سے دیکھے گا تو (غضب ناک ہو رہا ہوگا اور یہ) اس کی سخت غصیلی آواز اور چیخنے چلانے کو سنیں گے اور جب یہ لوگ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں میں جکڑ کر ڈالے جائیں گے تو وہاں ہلاکت کو پکاریں گے، آج ایک ہی ہلاکت کو نہ پکارو بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔'' اور فرمایا: ﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝﴾ (الكهف 53:18) ''اور مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں اور اس سے بچنے کا کوئی راستہ نہ پائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝﴾ (الأنبيآء 40,39:21) ''اے کاش! کافر اس وقت کو جانیں جب وہ اپنے چہروں سے (دوزخ کی) آگ کو روک نہ سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے، اور نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی بلکہ قیامت ان پر ناگہاں آ واقع ہوگی تو ان کے ہوش کھو دے گی، پھر نہ تو وہ اس کو ہٹا سکیں گے اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔''

**مشرکین کے معبودوں کا ان سے اظہار براءت:** پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرکین کے معبود اس وقت ان سے

---

[1] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها ......، باب جهنم أعاذنا الله منها، حديث: 2842. [2] مسند أحمد: 110/6 وحلية الأولياء، ترجمة كعب الأحبار: 409/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



براءت کا اظہار کر دیں گے جبکہ ان کی انھیں شدید ضرورت ہوگی۔ ﴿ وَ اِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ ﴾ ''اور جب مشرک اپنے (بنائے ہوئے) شریکوں کو دیکھیں گے۔'' جن کی وہ دنیا میں پوجا کرتے تھے ﴿ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِیْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَیْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ ''کہیں گے: ہمارے پروردگار! یہ وہی ہمارے شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے تو وہ (ان کی) بات ان کی طرف دے ماریں گے (اور کہیں گے کہ) یقیناً تم جھوٹے ہو۔'' یعنی ان کے معبودان باطلہ ان سے کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو ہم نے تمھیں اپنی عبادت کا حکم نہیں دیا تھا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ○ ﴾ (الأحقاف 46:5,6) ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّیَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ○ كَلَّا ؕ سَیَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَیَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِمْ ضِدًّا ○ ﴾ (مریم 19:81,82) ''اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے (موجب عزت و) مددگار ہوں، ہرگز نہیں وہ (معبودانِ باطلہ) ان کی پرستش سے انکار کریں گے اور ان کے مخالف (دشمن) ہوں گے۔'' حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: (جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے) ﴿ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ ﴾ (العنکبوت 29:25) ''پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کر دو گے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقِیْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ ﴾ الآیة (القصص 28:64) ''اور کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ۔ تو وہ ان کو پکاریں گے پس وہ ان کو جواب نہیں دیں گے۔'' اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

**روز قیامت سب اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہو جائیں گے:** ارشاد باری ہے: ﴿ وَاَلْقَوْا اِلَی اللّٰهِ یَوْمَىِٕذِ ِالسَّلَمَ ﴾ ''اور اس دن اللہ کے سامنے فرمانبرداری پیش کریں گے۔'' قتادہ و عکرمہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس دن سب اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز ہو کر فرمانبردار ہو جائیں گے۔[1] یعنی سب کے سب اللہ تعالیٰ کے سامنے سرِ اطاعت خم کر دیں گے اور ہر ایک سامع اور مطیع ہوگا جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا ﴾ (مریم 19:38) ''وہ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے کیسے سننے والے اور کیسے دیکھنے والے ہوں گے!'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا ﴾ (السجدة 32:12) ''اور (تم تعجب کرو) جب دیکھو کہ مجرم اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ ؕ ﴾ (طٰہٰ 20:111) ''اور اس ہمیشہ زندہ و قائم رہنے والے (اللہ) کے لیے سب چہرے جھک جائیں گے۔'' یعنی ان کے چہرے جھک جائیں

[1] تفسیر الطبری: 14/209.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ

اور (اے نبی! یاد کرو) جس دن ہم ہر امت میں ان پر انھی میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے، اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ

هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ

لائیں گے۔ اور ہم نے آپ پر ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والی یہ کتاب نازل کی ہے اور جو مسلمانوں کے لیے ہدایت اور

لِلْمُسْلِمِينَ ﴿89﴾ ع 12/6/18

رحمت اور خوشخبری ہے ﴿89﴾

گے، ذلیل ہو جائیں گے، عاجز و درماندہ ہو جائیں گے، رجوع کریں گے اور سر جھکا دیں گے۔

﴿ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿87﴾ ﴾ ''اور اس دن اللہ کے سامنے فرماں برداری پیش کریں گے اور وہ جو افترا باندھا کرتے تھے سب ان سے گم ہو جائے گا۔'' اللہ تعالیٰ پر جھوٹ و افتراء باندھتے ہوئے جن کی یہ پوجا پاٹ کیا کرتے تھے، وہ سب ان سے ناپید اور ختم ہو جائیں گے اور ان کے لیے وہاں نہ کوئی معاون و مددگار ہوگا نہ کوئی انھیں عذابِ الٰہی سے بچا سکے گا۔

**فسادی کافروں کے عذاب میں اضافہ:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿88﴾ ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکا ہم ان کو عذاب پر عذاب دیں گے، اس لیے کہ شرارت کیا کرتے تھے۔'' یعنی ایک عذاب تو ان کے کفر کی وجہ سے اور دوسرا عذاب لوگوں کو اتباعِ حق سے روکنے کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ ﴾ (الأنعام 26:6) ''وہ اس سے (اوروں کو بھی) روکتے ہیں اور خود بھی پرے رہتے ہیں۔'' یعنی اتباعِ حق سے لوگوں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں۔ ﴿ وَإِن يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ○ ﴾ (الأنعام 26:6) ''مگر (ان باتوں سے) اپنے آپ ہی کو ہلاک کرتے ہیں اور (اس سے) بے خبر ہیں۔'' یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ کفار کے عذاب میں فرق ہوگا جیسا کہ مومنوں کے بھی جنت میں مراتب اور درجات مختلف ہوں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلَٰكِن لَّا تَعْلَمُونَ ○ ﴾ (الأعراف 38:7) ''اللہ فرمائے گا کہ (تم) سب کو دگنا عذاب دیا جائے گا مگر تم نہیں جانتے۔''

## تفسیر آیت: 89

**ہر نبی روز قیامت اپنی امت کے بارے میں گواہی دے گا:** اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ ﴾ ''اور (اس دن کو یاد کریں) جس دن ہم ہر امت میں خود انھی میں سے گواہ کھڑے کریں گے اور ہم (اے پیغمبر!) آپ کو ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔'' یعنی آپ کی امت پر۔ اس دن اور اس کی ہولناکیوں کو یاد کریں اور اس بات کو بھی یاد کریں کہ اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو شرف عظیم اور مقام رفیع سے سرفراز فرمائے گا۔ یہ آیت سورۂ نساء کی اس آیت کے مشابہ ہے: ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾ (النسآء 41:4) ”بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کو بلائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔“ جیسے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک بار تلاوت کرتے ہوئے اسی آیت مبارکہ پر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: [حَسْبُكَ الْآنَ] ”بس کافی ہے۔“ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ [1]

**قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان ہے:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾ ”اور ہم نے آپ پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے اس حال میں کہ وہ ہر چیز کے لیے مفصل بیان ہے۔“ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے لیے اس قرآن میں ہر علم اور ہر چیز کو بیان کر دیا گیا ہے۔ [2] قرآن مجید میں ہر نافع علم موجود ہے اس میں ماضی کے واقعات ہیں، مستقبل کا علم ہے، حلال وحرام کے احکام بیان کیے گئے ہیں، نیز ہر اس چیز کو بیان کر دیا گیا جس کی لوگوں کو دین، دنیا، معیشت اور آخرت کے اعتبار سے ضرورت تھی۔ ﴿ وَّهُدًى ﴾ ”اور ہدایت ہے“ دلوں کے لیے ﴿ وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴾ ”اور مسلمانوں کے لیے رحمت اور بشارت۔“ امام اوزاعی فرماتے ہیں: ﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾ ”اور ہم نے آپ پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے اس حال میں کہ وہ ہر چیز کے لیے مفصل بیان ہے۔“ یعنی سنت کے ذریعے سے ہر چیز کے لیے مفصل بیان ہے۔ [3]

آیت کریمہ کے اس حصے: ﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ ﴾ کو ﴿ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ ﴾ کے ساتھ متصل ذکر کرنے کی مناسبت یہ ہے کہ جس ذات گرامی نے آپ پر اس کتاب کو نازل فرمایا ہے اور جس کی تبلیغ کو آپ پر فرض قرار دیا ہے، وہ اس کے بارے میں قیامت کے دن آپ سے پوچھے گا۔ ﴿ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ (الأعراف 6:7) ”تو جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے ہم ان سے بھی پرسش کریں گے اور پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (الحجر 93,92:15) ”سو آپ کے پروردگار کی قسم! ہم ان سب سے ضرور پرسش کریں گے، ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ (المائدة 109:5) ”(وہ دن یاد رکھنے کے لائق ہے) جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا، پھر ان سے پوچھے گا کہ تمھیں کیا جواب ملا تھا۔ وہ عرض کریں گے کہ ہمیں کوئی علم نہیں تو ہی عالم الغیب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ ﴾ (القصص 85:28) ”اے پیغمبر! بے شک جس (اللہ) نے آپ پر قرآن (کے احکام) کو فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ کی طرف پہنچانے والا ہے۔“

[1] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب قول المقرئ للقارئ ......، حديث: 5050 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل استماع القرآن ......، حديث: 800. [2] تفسير الطبري: 212/14. [3] الدر المنثور: 240/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت داروں کو (امداد) دینے کا حکم دیتا ہے اور وہ بے حیائی، برے کام اور ظلم وزیادتی سے منع کرتا ہے۔

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿90﴾

وہ تمھیں وعظ کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت پکڑو ﴿90﴾

یعنی جس ذات گرامی نے آپ پر قرآن کی تبلیغ کو واجب قرار دیا ہے وہ آپ کو اس کی طرف لوٹا دے گا اور قیامت کے دن آپ سے آپ کے فرائض منصبیہ کے بارے میں پوچھے گا۔ اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال میں سے یہ ایک قول ہے اور یہ ایک اچھا قول ہے۔

## تفسیر آیت:90

**انصاف واحسان کا حکم:** اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عدل کا حکم دیا ہے جس کے معنی انصاف اور موازنہ (برابری) کرنا ہے اور احسان کرنے کی طرف اللہ تعالیٰ نے دعوت دی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ○﴾ (النحل 126:16) ''اگر تم بدلہ لو تو برابر اس (تکلیف) کے جو تم ایذا دیے گئے ہو اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَجَزَآؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ۖ﴾ (الشوریٰ 40:42) ''اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے مگر جو درگزر کرے اور (معاملے کو) درست کر دے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمے ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۖ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ ۖ﴾ (المآئدة 45:5) ''اور سب زخموں کا (اسی طرح) بدلہ ہے لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے، تو وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا'' علاوہ ازیں اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں جن میں عدل کا حکم اور احسان کی ترغیب دی گئی ہے۔

**صلہ رحمی کا حکم اور بے حیائی وبرائی کی ممانعت:** ﴿وَإِيتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى﴾ ''اور رشتے داروں کو دینے کا (حکم دیتا ہے۔)'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں صلہ رحمی کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ○﴾ (بنی إسرآءیل 26:17) ''اور رشتے داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دو اور فضول خرچی مت کرو فضول خرچی کرنا۔'' ﴿وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ﴾ ''اور بے حیائی سے اور برے کاموں اور ظلم وزیادتی سے منع کرتا ہے۔'' فواحش سے مراد محرمات اور منکرات سے مراد بے حیائی کے وہ کام ہیں جو کسی کرنے والے سے ظاہر ہوں، اسی لیے دوسری جگہ فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ (الأعراف 33:7) ''کہہ دیجیے: میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ حرام کیا ہے۔'' اور بغی سے مراد لوگوں کے ساتھ دشمنی اور زیادتی کرنا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: [مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُّعَجِّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ] ''سرکشی اور قطع رحمی سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں جو اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لائق ہو کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس کی جلد سزا اور آخرت میں عذاب دے۔"[1] ﴿ يَعِظُكُمْ ﴾ "تمھیں وعظ کرتا ہے۔" یعنی اس نے تمھیں جس کا حکم دیا وہ بھلائی ہے اور جس سے منع فرمایا وہ شر ہے۔ (اس سے مقصود تمھیں نصیحت کرنا ہے۔) ﴿ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ "تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔" شعبی نے شُتَیر بن شَکَل سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا کہ قرآن مجید میں سب سے جامع آیت سورۂ نحل کی یہ آیت ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾[2]

**حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا واقعہ:** اس آیت کریمہ کے نزول کے بارے میں ایک حسن حدیث وارد ہے، جسے امام احمد نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کے صحن میں جلوہ افروز تھے کہ آپ کے پاس سے عثمان بن مظعون گزرے اور وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر مسکرانے لگے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: [أَلَا تَجْلِسُ؟] "بیٹھو گے نہیں؟" اس نے کہا: ضرور، راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے اور آپ ان سے گفتگو فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور کچھ دیر تک آسمان کی طرف دیکھتے رہے، پھر آپ نے نظر نیچے کرنا شروع کر دی حتی کہ زمین پر اپنی دائیں طرف نظر گاڑ دی، پھر آپ نے سر مبارک ہلانا شروع کیا گویا آپ بات کو سمجھنا چاہتے ہیں، ابن مظعون یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے جب ضرورت پوری ہو گئی اور آپ نے بات کو سمجھ لیا تو آپ نے پھر آسمان کی طرف نظر اٹھائی جیسے پہلی دفعہ اٹھائی تھی، آپ نے نظر کو مسلسل اٹھائے رکھا حتی کہ وہ (فرشتہ) بلندی میں چھپ گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ عثمان کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح بیٹھ گئے جس طرح پہلے بیٹھے ہوئے تھے عثمان نے کہا: اے محمد (ﷺ!) جب سے میں آپ کے ساتھ بیٹھا کرتا ہوں، آپ نے ایسا فعل کبھی نہیں کیا جو آج صبح آپ نے کیا! آپ نے فرمایا: [وَمَا رَأَيْتَنِي فَعَلْتُ؟] "تم نے مجھے کیا کرتے ہوئے دیکھا؟" عثمان نے جواب دیا: میں نے دیکھا کہ آپ نے نظر آسمان کی طرف اٹھائی، پھر اسے اپنی دائیں طرف مرکوز کر دیا، آپ ادھر متوجہ ہو گئے اور مجھے چھوڑ دیا، آپ سر مبارک کو ہلا رہے تھے گویا کوئی بات سمجھ رہے ہوں، آپ نے فرمایا: [وَفَطِنْتَ لِذٰلِكَ] "آپ اس بات کو سمجھ گئے تھے؟" عثمان نے عرض کی: جی ہاں، آپ نے فرمایا: [أَتَانِي رَسُولُ اللّٰهِ آنِفًا، وَأَنْتَ جَالِسٌ] "میرے پاس اس وقت اللہ تعالیٰ کا پیغامبر آیا تھا جب تم بیٹھے ہوئے تھے۔" اس نے کہا: اللہ کا پیغامبر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ] "ہاں" عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اس نے آپ سے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا: "اس نے مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ پہنچایا ہے۔" عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسی لمحے میرے دل میں ایمان نے قرار پکڑ لیا اور مجھے محمد عربی ﷺ سے محبت ہو گئی۔[3] اس حدیث کی سند جید، متصل اور حسن

---

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب في النهي عن البغي، حديث: 4902 و جامع الترمذي، صفة القيامة و……، باب في عظم الوعيد ……، حديث: 2511 عن أبي بكرة رضی اللہ عنہ. [2] تفسير الطبري: 214/14. [3] مسند أحمد: 318/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدۡتُّمۡ وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَيۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِيۡدِهَا وَقَدۡ جَعَلۡتُمُ اللّٰهَ

اور اللہ کا عہد پورا کرو جب تم آپس میں عہد کرلو اور قسمیں پکی کرنے کے بعد نہ توڑو جبکہ تم نے اللہ کو اپنا کفیل بنایا ہو۔

عَلَيۡكُمۡ كَفِيۡلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿91﴾ وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّتِىۡ نَقَضَتۡ غَزۡلَهَا مِنۡۢ

بے شک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو ﴿91﴾ اور تم اس عورت کی طرح نہ ہوجاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد

بَعۡدِ قُوَّةٍ اَنۡكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوۡنَ اَيۡمَانَكُمۡ دَخَلًاۢ بَيۡنَكُمۡ اَنۡ تَكُوۡنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرۡبٰى مِنۡ اُمَّةٍ ؕ

تار تار ادھیڑ ڈالا، تم اپنی قسموں کو باہم فریب کا ذریعہ بناتے ہو کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے (مال وافر میں) بڑھ جائے۔

اِنَّمَا يَبۡلُوۡكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ مَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿92﴾

بے شک اللہ اس (عہد و پیماں) سے تمھیں آزماتا ہے۔ اور یوم قیامت وہ تم پر ضرور واضح کر دے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے ﴿92﴾

ہے اور اس میں سماع متصل کی وضاحت ہے۔ (1)

### تفسیر آیات: 92,91

**ایفائے عہد کا حکم:** اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر عہد و پیمان کے پورا کرنے اور قسموں کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ اس لیے فرمایا: ﴿وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَيۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِيۡدِهَا﴾ ''اور قسموں کو پختہ کرنے کے بعد مت توڑو۔'' اس میں اور اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَا تَجۡعَلُوا اللّٰهَ عُرۡضَةً لِّاَيۡمَانِكُمۡ﴾ (البقرۃ2:224) ''اور تم اللہ کو اپنی قسموں کے لیے نشانہ نہ بناؤ۔'' میں کوئی تعارض نہیں ہے اور نہ اس آیت سے کوئی تعارض ہے: ﴿ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيۡمَانِكُمۡ اِذَا حَلَفۡتُمۡ ؕ وَاحۡفَظُوۡۤا اَيۡمَانَكُمۡ ؕ﴾ (المآئدۃ 89:5) ''یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو (اور اسے توڑ دو) اور (تم کو چاہیے کہ) اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔'' یعنی انھیں کفارے کے بغیر نہ چھوڑو اور نہ اس حدیث کے ساتھ کوئی تعارض ہے جو صحیحین میں ہے اور جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي وَاللّٰهِ! إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا أَحْلِفُ عَلٰى يَمِينٍ فَأَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَّ تَحَلَّلْتُهَا] ''بے شک میں اللہ کی قسم! ان شاء اللہ جب بھی کوئی قسم کھاؤں گا اور جب اس کے خلاف اس سے بہتر بات دیکھوں گا تو بہتر بات کو اختیار کرلوں گا اور قسم کا کفارہ دے کر اس کو حلال کرلوں گا۔'' (2) اور ایک روایت میں ہے: [وَ كَفَّرْتُ عَنْ يَّمِينِي] ''میں اپنی قسم کا کفارہ دوں گا۔'' (3)

ان سب میں اور مذکورہ بالا آیت کریمہ: ﴿وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَيۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِيۡدِهَا﴾ میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ان

---

(1) یہ حدیث ضعیف ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے الأدب المفرد: 482/2، حدیث: 893 کی تحقیق میں اور شیخ شعیب نے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 89/5، حدیث: 2919 میں اسے ضعیف الاسناد قرار دیا ہے۔ (2) صحيح البخاري، الذبائح والصيد، باب لحم الدجاج، حديث: 5518 وصحيح مسلم، الأيمان، باب ندب من حلف يمينا......، حديث: (9)-1649 عن أبي موسى رضی اللہ عنہ۔ (3) صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب قول الله تعالى: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ......﴾ (المآئدة 89:5)، حديث: 6623 وصحيح مسلم، الأيمان، باب ندب من حلف يمينا......، حديث: (7)-1649.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے مراد وہ قسمیں ہیں جو عہد و پیمان میں داخل ہوں، وہ قسمیں مراد نہیں ہیں جو کسی چیز کی ترغیب یا ممانعت کے بارے میں ہوں، اس لیے امام مجاہد نے فرمایا ہے: اس آیت میں اَیمان کا لفظ حلف کے معنی میں ہے اور اس سے مراد حلفِ جاہلیت ہے۔① اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ، وَأَيُّمَا حِلْفٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً] ''اسلام میں حلف نہیں ہے اور جس حلف کا تعلق دورِ جاہلیت سے ہو، اسلام اس کی سختی میں اور اضافہ کردے گا۔''② اسی طرح اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔③ اس کے معنی یہ ہیں کہ اسلام کو اس طرح کے کسی حلف کی ضرورت نہیں ہے جس طرح لوگ زمانۂ جاہلیت میں کیا کرتے تھے کیونکہ اسلام کے دامن سے وابستگی کے بعد اس طرح کے کسی حلف کی کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

رہی وہ حدیث جو صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر میں مہاجرین وانصار کے درمیان میں باہمی اتحاد و تعاون کا معاہدہ کروایا تھا۔④ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے ان میں مؤاخات قائم فرمادی تھی حتی کہ وہ ایک دوسرے کی وفات کی صورت میں وارث بھی قرار پاتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ قرار دے دیا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

**پختہ قسمیں توڑنے والوں کو ڈانٹ ڈپٹ:** ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو یقیناً اللہ اس کو جانتا ہے۔'' یہ پکی قسموں کو توڑنے والوں کے لیے سرزنش ہے۔ ﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ﴾ ''اور اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد تار تار ادھیڑ ڈالا۔'' عبداللہ بن کثیر اور سدی نے بیان کیا ہے کہ مکہ میں ایک احمق عورت تھی کہ وہ جب بھی سوت کاتتی تو بعد میں اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی تھی۔⑤ مجاہد، قتادہ اور ابن زید کا قول ہے کہ یہ اس شخص کی مثال ہے جو پختہ عہد کرنے کے بعد اسے توڑ ڈالے۔⑥ یہ قول زیادہ راجح اور زیادہ نمایاں ہے، خواہ مکہ میں کاتتے ہوئے سوت کو توڑ دینے والی کوئی عورت ہو یا نہ ہو۔

﴿ اَنْكَاثًا ﴾ ''ادھیڑنا۔'' احتمال ہے کہ یہ اسم مصدر ہو، یعنی اس نے اپنے کاتتے ہوئے سوت کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ کان کی خبر سے بدل ہو، یعنی تم ٹکڑے ٹکڑے نہ بنو، أنكاث، نكث کی جمع ہے اور اس کا فاعل ناکث ہے، اسی لیے اس کے بعد فرمایا: ﴿ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ ﴾ ''تم اپنی قسموں کو آپس میں فریب کا ذریعہ بناتے ہو۔'' یعنی مکر و فریب کا ذریعہ۔ ﴿ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ﴾ ''یہ کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ

① تفسير الطبرى: 215/14 . ② مسند أحمد: 83/4 . ③ صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب مؤاخاة النبى ﷺ ......، حديث: 2530 . ④ صحيح البخارى، الكفالة، باب قول الله عزوجل: [وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ]، حديث: 2294 وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب مؤاخاة النبى ﷺ......، حديث: 2529 . ⑤ تفسير الطبرى: 217/14 . ⑥ تفسير الطبرى: 218,217/14 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ایک ہی امت بنا دیتا، اور لیکن وہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ اور تم سے ضرور اس کا سوال

وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿93﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ

ہوگا جو تم عمل کرتے تھے ﴿93﴾ اور تم اپنی قسموں کو باہم فریب دینے کا ذریعہ نہ بناؤ کہ (اسلام پر کسی کا) قدم جمنے کے بعد ڈگمگا جائے، اور تم (دنیا میں)

بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿94﴾

اس کی سزا چکھو کہ تم نے (اسے) اللہ کی راہ سے روکا، اور (آخرت میں) تمھارے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا ﴿94﴾ اور اللہ کے عہد کے بدلے میں

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

تھوڑی قیمت (دنیوی فائدے) نہ خریدو، بے شک جو اللہ کے ہاں (اجر) ہے وہی بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو ﴿95﴾ جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ فنا

تَعْلَمُوْنَ ﴿95﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا

ہو جائے گا، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ (ہمیشہ) باقی رہنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم ضرور انھیں ان کا اجر و ثواب ان بہترین

اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿96﴾

اعمال کے بدلے میں دیں گے جو وہ کرتے تھے ﴿96﴾

بڑھنے والا (غالب) ہو۔'' یعنی تم لوگوں کے سامنے قسمیں کھاتے ہو جب ان کی تعداد تم سے زیادہ ہوتا کہ وہ تم سے مطمئن ہو جائیں لیکن جب تمھارے لیے ممکن ہو تو تم عہد شکنی سے دریغ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا تا کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف تنبیہ کی جائے، یعنی جب کمزوری کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے غداری اور عہد شکنی سے منع فرما دیا تو غلبہ و طاقت کے وقت تو یہ بالا ولیٰ منع ہوگا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ وہ اپنے حلیفوں کے ساتھ پیمان وفا باندھا کرتے تھے مگر جب وہ یہ دیکھتے کہ اپنے حلیفوں کی نسبت ان کی تعداد زیادہ ہے اور یہ ان سے معزز بھی زیادہ ہیں تو وہ ان سے عہد و پیمان توڑ کر ایسے لوگوں کے حلیف بن جاتے جو تعداد اور عزت و سربلندی میں ان سے زیادہ بڑھے ہوتے تھے تو ایسا کرنے سے انھیں منع کر دیا گیا۔ ضحاک، قتادہ اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔[1] ﴿ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تمھیں اس سے آزماتا ہے۔'' سعید بن جبیر کا قول ہے، یعنی کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمھاری آزمائش کرتا ہے۔[2] اسے امام ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔[3] ابن جریر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایفائے عہد کا تمھیں جو حکم دیا ہے تو وہ اس کے ساتھ تمھیں آزماتا ہے۔ ﴿ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿92﴾ ﴾ ''اور جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کو اس کی حقیقت تم پر ضرور ظاہر کر دے گا۔'' اور ہر شخص کو اس کے اچھے یا برے عمل کے مطابق پورا پورا بدلہ دے گا۔[4]

① تفسیر الطبری: 220,219/14. ② الدر المنثور: 244,243/4. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2301,2300/7.
④ تفسیر الطبری: 220/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## تفسیر آیات:93-96

**اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ ﴾ ''اور اگر اللہ چاہتا تو تم (سب) کو بنا دیتا۔'' اے لوگو! ﴿ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ ''ایک ہی جماعت۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ﴾ (یونس 99:10) ''اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں، سب کے سب ایمان لے آتے۔'' تم میں وہ اتفاق واتحاد پیدا فرما دیتا اور انتشار وخلفشار اور بغض اور دشمنی سے تمھیں محفوظ فرما دیتا۔ ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ﴾ (ھود 119,118:11) ''اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر آپ کا پروردگار رحم کرے اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا ہے۔'' اور اسی طرح بیان فرمایا ہے: ﴿ وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ﴾ ''اور لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔'' پھر قیامت کے دن تمام اعمال کے بارے میں تم سے باز پرس کرے گا اور چھوٹے بڑے ہر عمل کا بدلہ دے گا۔

**دھوکے کے لیے قسم کی ممانعت:** اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ دھوکا اور مکر وفریب کے لیے قسم کھائیں تا کہ جمے ہوئے قدم لڑکھڑا نہ جائیں، یہ مثال ہے اس شخص کی جو استقامت پر ہو مگر بعد میں لڑکھڑا جائے اور ایسی جھوٹی قسموں کے باعث راہ ہدایت سے بھٹک جائے جو اللہ کے رستے سے روکنے والی ہوں کیونکہ کافر جب یہ دیکھے گا کہ مومن نے عہد توڑ دیا ہے تو اس کا دین سے اعتماد اٹھ جائے گا اور اس کی وجہ سے وہ دین اسلام کو قبول نہیں کرے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝94 ﴾ ''اور اس وجہ سے کہ تم نے لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکا تم اس کی سزا بھگتو اور تمھارے لیے دردناک عذاب ہے۔''

**دنیا کے ساز وسامان کے عوض قسموں کو مت توڑو:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے جو تم نے عہد کیا ہے اس کو تھوڑی قیمت میں نہ بیچو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کی قسموں کے عوض دنیوی زندگی کا ساز وسامان حاصل نہ کرو کیونکہ یہ سامان بہت قلیل ہے بلکہ اگر کسی انسان کو دنیا ساری کی ساری بھی مل جائے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے، وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا اجر وثواب اس شخص کے لیے بہت بہتر ہے جو اس کی امید رکھے، اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اس سے اجر وثواب طلب کرے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کی امید میں اس سے کیے ہوئے عہد و پیمان کی حفاظت کرے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝95 مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ ﴾ ''اگر تم جانتے ہو، تو جو کچھ تمھارے پاس ہے، وہ فنا ہو جاتا ہے۔'' یعنی ختم ہو جاتا ہے اور پورا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ایک گنی ہوئی محصور اور محدود مدت کے لیے ہے جس نے بالآخر ختم ہو جانا ہے۔ ﴿ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ﴾ ''اور جو اللہ کے پاس ہے، وہ باقی ہے۔'' یعنی جنت میں اس کا ثواب باقی ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا بلکہ وہ دائمی، ابدی اور سرمدی ہے جس کی وجہ سے وہ کبھی ختم نہ ہو گا۔ ﴿ وَلَنَجْزِيَنَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

جس نے نیک عمل کیے، مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ مومن ہو تو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے، اور ہم انھیں ضرور ان کا اجر وثواب ان

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿97﴾

بہترین اعمال کے بدلے میں دیں گے جو وہ کرتے تھے ﴿97﴾

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿98﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ

پھر جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگیں ﴿98﴾ بے شک ان لوگوں پر اس کا کوئی زور نہیں (چلتا) جو ایمان لائے

سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿99﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ

اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں ﴿99﴾ بس اس کا زور تو ان لوگوں پر چلتا ہے جو اسے دوست بناتے ہیں اور (ان پر) جو اس (اللہ) کے ساتھ

يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿100﴾ ع 13/11/19

شریک ٹھہراتے ہیں ﴿100﴾

اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿96﴾ ”اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم ضرور ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دیں گے۔“ اللہ تعالیٰ نے یہ بات قسم کے ساتھ بیان فرمائی اور مزید تاکید کے لیے لام بھی لایا گیا ہے، یعنی وہ صبر کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا اور برے اعمال سے تجاوز فرمائے گا۔

## تفسیر آیت: 97

**نیک عمل اور اس کی جزا:** یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے ہر اس شخص کے ساتھ جو نیک عمل کرے اور نیک عمل وہ ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو، خواہ مرد ہو یا عورت اور اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہو اور اس عمل کا اللہ نے حکم دیا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائے گا اور آخرت میں اسے اس کے اس عمل کا اچھا بدلہ عطا فرمائے گا۔ حیات طیبہ وہ ہے جو اسباب راحت پر مشتمل ہو، خواہ وہ کسی طرح بھی حاصل ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مفسرین کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ حیات طیبہ سے مراد حلال اور طیب رزق ہے۔[1]

علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر قناعت سے کی ہے۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ اور وہب بن مُنَبِّہ کا بھی یہ قول ہے جبکہ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد سعادت ہے۔[3] حسن، مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ حیات طیبہ جو جنت ہی میں حاصل ہوگی۔[4] ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد دنیا میں رزق حلال اور عبادت کی توفیق کا حاصل ہونا ہے۔[5] ضحاک سے یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد انشراح قلب کے ساتھ طاعت بجا لانا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ حیات طیبہ ان سب امور پر مشتمل ہے۔[6] جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

---

[1] تفسیر الطبری: 223/14. [2] تفسیر الطبری: 224/14. [3] تفسیر الطبری: 224/14. [4] تفسیر الطبری: 224/14 . [5] تفسیر الطبری: 223/14 . [6] تفسیر الطبری: 224/14 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَإِذَا بَدَّلْنَآ ءَايَةً مَّكَانَ ءَايَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوٓا إِنَّمَآ أَنتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ

اور جب ہم ایک آیت کی جگہ بدل کر دوسری آیت لائیں، اور اللہ اسے خوب جانتا ہے جو کچھ وہ نازل کرتا ہے، تو وہ (کافر) کہتے ہیں: یقیناً تو گھڑ

أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿101﴾ قُلْ نَزَّلَهُۥ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ

لانے والا ہے، لیکن ان میں اکثر علم نہیں رکھتے ﴿101﴾ کہہ دیجیے: اس (قرآن) کو روح القدس (جبریل) نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ

ءَامَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿102﴾

نازل کیا ہے، تاکہ اللہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہو ﴿102﴾

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ ، وَرُزِقَ كَفَافاً، وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ] ''وہ شخص یقیناً کامیاب ہو گیا جو مسلمان ہو بقدر کفایت اسے رزق دیا گیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو دیا ہو، اس پر اسے قناعت عطا فرما دی ہو۔''[1] اور اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

## تفسیر آیات: 98-100

**تلاوت سے پہلے تعوذ کا حکم:** اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی زبانی اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ استعاذے کے بارے میں وارد احادیث قبل ازیں تفسیر کے آغاز میں تفصیل کے ساتھ بیان کر آئے ہیں۔[3] وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ. قرآن مجید کی قراءت سے پہلے استعاذے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ شیطان قراءت میں خلل نہ ڈال سکے اور خلط ملط کر کے اسے تدبر اور تفکر سے روک نہ سکے یہی وجہ ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ استعاذہ تلاوت سے پہلے ہے۔

اور فرمانِ باری ہے: ﴿ إِنَّهُۥ لَيْسَ لَهُۥ سُلْطَٰنٌ عَلَى الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿99﴾ ﴾ ''جو مومن ہیں اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں۔ ان پر اس کا کچھ زور نہیں چلتا۔'' ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ شیطان کا ان لوگوں پر زور نہیں چلتا کہ وہ انھیں ایسے گناہ میں مبتلا کر دے جس سے وہ توبہ نہ کریں۔[4] اور دیگر ائمہ تفسیر نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ شیطان کے لیے ان پر حجت نہیں۔ اور کچھ اور مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت حسب ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ ﴾ (الحجر 15:40) ''مگر ان میں جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں (ان پر تیرا قابو پانا مشکل ہے۔)'' ﴿ إِنَّمَا سُلْطَٰنُهُۥ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُۥ ﴾ ''اس کا زور انھی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو رفیق بناتے ہیں۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اس کی اطاعت کرتے ہیں۔[5] دیگر ائمہ نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جو اللہ کو چھوڑ کر اسے دوست بنا لیتے ہیں۔[6] ﴿ وَالَّذِينَ هُم بِهِۦ مُشْرِكُونَ ﴿100﴾ ﴾ ''اور جو اس کے سبب (اللہ کے ساتھ) شریک مقرر

[1] مسند أحمد: 168/2. [2] صحيح مسلم، الزكاة، باب في الكفاف والقناعة، حديث: 1054. [3] دیکھیے سورۂ فاتحہ کے شروع میں عنوان: ''تعوذ کی تفسیر اور احکام'' [4] تفسیر الطبری: 228/14. [5] تفسیر الطبری: 227/14. [6] تفسیر الطبری: 228/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِىۡ يُلۡحِدُوۡنَ

اور ہمیں بخوبی علم ہے کہ وہ کہتے ہیں :یقیناً اس (نبی) کو ایک آدمی سکھاتا ہے۔ اس شخص کی زبان عجمی ہے جس کی طرف یہ غلط نسبت کرتے ہیں،

اِلَيۡهِ اَعۡجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿103﴾

جبکہ یہ (قرآن تو) فصیح عربی زبان ہے ﴿103﴾

کرتے ہیں۔''یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اسے بھی شریک بنالیتے ہیں۔

### تفسیر آیات: 102,101

**مشرکین کا ایک اعتراض اور اس کی تردید:** اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی عقلوں کے ضعف اور ان کے ثبات وایقان کی قلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کے ایمان لانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے شقاوت اور بدبختی کو لکھ دیا ہے۔ ان کی کم عقلی کا یہ عالم ہے کہ نسخ کے قاعدے کے مطابق جب یہ احکام میں کوئی تبدیلی دیکھتے ہیں تو فوراً رسول اللہ ﷺ سے یہ کہہ دیتے ہیں: ﴿اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُفۡتَرٍ ؕ﴾ ''آپ تو (یوں ہی اپنی طرف سے) بنالاتے ہیں۔''یعنی آپ جھوٹ بولتے ہیں، حالانکہ رب تعالیٰ جو چاہے کرتا اور جو ارادہ فرماتا ہے اس کا حکم دے دیتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: ﴿بَدَّلۡنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ﴾ ''جب ہم کوئی آیت کسی آیت کی جگہ بدل دیتے ہیں'' کے معنی یہ ہیں کہ ایک آیت کو ختم کر کے اس کی جگہ دوسری آیت نازل کر دیتے ہیں۔[1] قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حسب ذیل آیت کی طرح ہے: ﴿مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ○﴾ (البقرة 2:106) ''ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے یا اسے فراموش کرا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر بات پر قادر ہے۔''[2]

اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلۡ نَزَّلَهٗ رُوۡحُ الۡقُدُسِ﴾ ''کہہ دیجیے: اس کو روح القدس لے کر نازل ہوئے ہیں۔'' روح القدس سے مراد جبریل امین ہیں۔ ﴿مِنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَقِّ﴾ ''آپ کے پروردگار کی طرف سے سچائی کے ساتھ۔''یعنی صدق وعدل کے ساتھ۔ ﴿لِيُثَبِّتَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ ''تاکہ یہ (قرآن) مومنوں کو ثابت قدم رکھے۔'' اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ اس کی پوری پوری تصدیق کریں اور ان کے دل اللہ کے سامنے عاجزی کریں۔ ﴿وَهُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿102﴾﴾ ''اور (حکم) ماننے والوں کے لیے تو (یہ) ہدایت اور بشارت ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو مسلمانوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ ایمان لاتے ہیں، ہدایت اور بشارت بنا دیا ہے۔

### تفسیر آیت: 103

**مشرکین کا ایک اور افترا اور اس کی تردید:** اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ از راہ کذب وافترا

[1] تفسير الطبری: 14/ 230. [2] تفسير الطبری: 14/ 231.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا یَهْدِیْهِمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿104﴾ اِنَّمَا

بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے، اللہ انھیں ہدایت نہیں دیتا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿104﴾ جھوٹ تو صرف وہ لوگ

یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿105﴾

گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں ﴿105﴾

اور بہتان بازی کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ ہمیں جو قرآن پڑھ کر سناتے ہیں، انھیں ایک شخص یہ قرآن سکھاتا ہے اور اس سلسلے میں وہ ایک عجمی شخص کا نام لیا کرتے تھے جو کسی قریشی خاندان کا غلام تھا اور وہ کوہ صفا کے نزدیک اپنا سودا سلف بیچا کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ بسا اوقات اس کے پاس بیٹھ جاتے اور اس سے گفتگو فرمایا کرتے تھے، اس شخص کی زبان عجمی تھی اور وہ عربی نہیں جانتا تھا یا بقدر ضرورت بہت معمولی جانتا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس افترا پردازی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿103﴾﴾ ’’مگر جس کی طرف (تعلیم کی) نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ فصیح عربی زبان ہے۔‘‘ قرآن کی زبان تو فصیح و بلیغ عربی ہے اور جو شخص فصاحت و بلاغت کے اس بلند پایہ شاہکار اور معانی و مطالب کے اعتبار سے ایسی جامع کتاب کہ اس طرح کی کتاب کسی بھی نبی پر نازل نہیں ہوئی، کو لے کر آیا ہے وہ اسے کسی عجمی شخص سے کیسے سیکھ سکتا ہے! جس شخص میں ذرہ برابر بھی عقل ہو وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے ایک لوہار کو جانتے تھے جس کا نام بَلْعام تھا اور جس کی زبان عجمی تھی، مشرکین نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آتے جاتے ہیں تو انھوں نے کہنا شروع کر دیا کہ بلعام (لوہار) رسول اللہ ﷺ کو قرآن سکھاتا ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿103﴾﴾ ’’اور البتہ تحقیق ہمیں معلوم ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) کو ایک شخص سکھاتا ہے مگر جس کی طرف (تعلیم کی) نسبت کرتے ہیں، اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ فصیح عربی زبان ہے۔‘‘[1]

### تفسیر آیات: 105,104

**پیغمبروں پر نازل کردہ آیات سے اعراض کرنے اور جھٹلانے والوں کو اللہ ہدایت نہیں دیتا:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو اس کے ذکر سے اعراض کرے اور اس نے اپنے رسول ﷺ پر جو نازل فرمایا ہے، اس سے اعراض کرے اور اس پر ایمان لانے کا ارادہ ہی نہ کرے تو اس قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنی نشانیوں اور اپنے رسولوں کے ساتھ ایمان لانے کی توفیق نہیں دیتا جبکہ آخرت میں ان کے لیے بہت ہی دردناک عذاب ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کے رسول نہ افترا پرداز ہیں اور نہ کذاب کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر بہتان باندھنے والے بدترین

[1] تفسیر الطبری: 233/14 والسیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ادعاء المشرکین علی النبی ﷺ بتعلیم......: 393/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ

جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے، سوائے اس کے جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا، لیکن

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿106﴾

جس نے کفر کے لیے (اپنا) سینہ کھول دیا (راضی خوشی کفر کیا) تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے، اور ان کے لیے بہت بڑا

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

عذاب ہے ﴿106﴾ یہ اس لیے کہ انھوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں (زیادہ) محبوب رکھا، اور بے شک اللہ کافر

الْكٰفِرِيْنَ ﴿107﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ

قوم کو ہدایت نہیں دیتا ﴿107﴾ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے اور یہی لوگ غافل

وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿108﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿109﴾

ہیں ﴿108﴾ بلاشبہ یقیناً آخرت میں یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں ﴿109﴾

لوگ ہوتے ہیں، ﴿الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ﴾ ”یہ لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے۔“ یعنی وہ لوگ جو کافرو ملحد ہیں اور لوگوں کے نزدیک مشہور و معروف کذاب ہیں جبکہ اللہ کے رسول محمد ﷺ لوگوں میں سب سے سچے، سب سے نیکو کار، علم و عمل اور ایمان و ایقان میں سب سے کامل اور اپنی قوم میں صادق کے طور پر معروف ہیں۔ اور اس بارے میں ان میں سے کسی کو بھی شک نہیں بلکہ آپ تو امین کے نام سے معروف ہیں۔

بادشاہ روم ہرقل نے جب ابوسفیان سے رسول اللہ ﷺ کی صفات کے بارے میں چند سوالات پوچھے تو ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا دعوائے نبوت سے قبل تم لوگ کبھی ان پر جھوٹ کا الزام لگایا کرتے تھے۔ ابوسفیان نے جواب دیا: نہیں، ہرقل نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ لوگوں سے تو جھوٹ نہ بولے مگر اللہ عزوجل کے بارے میں جھوٹ بولنے لگے![1]

## تفسیر آیات: 106-109

**مرتد پر اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب:** اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان و بصیرت کے بعد کفر کریں اور کفر کو شرح صدر کے ساتھ قبول کر کے اس پر مطمئن ہو جائیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا کیونکہ انھوں نے ایمان کو جاننے کے بعد اس سے اعراض کیا ہے، ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں عذاب عظیم ہوگا کیونکہ انھوں نے دنیا کی خاطر ارتداد کو اختیار کیا تھا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو ہدایت دی اور نہ انھیں دین حق پر ثابت رکھا بلکہ ان کے دلوں پر مہر لگادی، لہٰذا یہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ ان کے لیے کون سی چیز نفع بخش ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں اور آنکھوں پر بھی مہر لگادی کہ ان سے یہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور بھی کوئی چیز ان کے کام نہ آئی، لہٰذا ان کے بارے میں جو ارادہ کیا جا رہا ہے، یہ اس سے یکسر غافل ہیں۔

① صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي.....؟ حديث: 7 وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب كتب النبي ﷺ إلى هرقل.....، حديث: 1773.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ لَا جَرَمَ ﴾ یعنی جس کی یہ حالت ہو، وہ اسی طرح کے انجام سے لازماً دوچار ہوتا ہے۔ ﴿ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ ''بلاشبہ یہی لوگ آخرت میں خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔'' یعنی آخرت کے دن انھوں نے اپنے آپ کو بھی خسارے میں رکھا اور اپنے اہل وعیال کو بھی۔ ﴿ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ ﴾ ''وہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔'' اس جملے میں اس شخص کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جو مار پیٹ، ایذا و تکلیف پہنچا کر مجبور کر دیا جائے اور اس وجہ سے وہ زبان سے کفر کرے اور زبانی طور پر مشرکوں کی موافقت کرے جبکہ اس کا دل اس کا منکر ہو اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان پر مطمئن ہو۔

**سبب نزول:** عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی تھی کیونکہ مشرکوں نے آپ کو شدید تکلیفیں دیں اور (کہا کہ تکلیفوں کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک تم محمد ﷺ کے ساتھ کفر نہیں کرتے، زبردستی مجبور کیے جانے کی وجہ سے انھوں نے مشرکوں کی ہاں میں ہاں ملا دی) اور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی۔[1] شعبی، قتادہ اور ابو مالک کا بھی یہی قول ہے۔[2] ابن جریر نے ابو عبیدہ محمد بن عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے کہ مشرکوں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو پکڑ کر ایسی زبردست تکلیفیں پہنچائیں کہ انھوں نے مجبور ہو کر مشرکین کی ہاں میں ہاں ملا دی، پھر جب نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا ماجرا کہہ سنایا تو نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [كَيْفَ تَجِدُ قَلْبَكَ؟] ''تم اپنے دل کی کیفیت کیسے پاتے ہو؟'' انھوں نے عرض کی: دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے، تو نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [فَإِنْ عَادُوا فَعُدْ] ''اگر مشرکین دوبارہ درپے آزار ہوں تو تم پھر اسی طرح کی بات کہہ کر جان بچا لینا۔''[3]

**اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مجبوراً کفر کرنے والا شخص مومن ہی رہے گا:** امام بیہقی نے اس واقعے کو اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ انھوں نے (معاذ اللہ) نبیٔ اکرم ﷺ کو برا بھلا کہہ دیا اور مشرکوں کے بتوں کا اچھے الفاظ میں ذکر کر دیا تھا، پھر انھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں سارا ماجرا بیان کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے اس وقت تک چھوڑا ہی نہ گیا جب تک کہ میں نے آپ کی ذات گرامی کو گالی نہ دے لی اور ان کے بتوں کو اچھا نہ کہہ لیا، آپ نے فرمایا: [كَيْفَ تَجِدُ قَلْبَكَ؟] ''تمھارے دل کی کیا کیفیت ہے؟'' انھوں نے عرض کی: دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے، آپ نے فرمایا: [فَإِنْ عَادُوا فَعُدْ] ''اگر مشرکین دوبارہ درپے آزار ہوں تو تم پھر اسی طرح کی بات کہہ (کر جان بچا) لینا۔''[4] اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ ﴾ ''وہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔''

---

① تفسیر الطبری: 237/14. قوسین والے الفاظ قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہیں۔ ② تفسیر الطبری: 237/14. ③ تفسیر الطبری: 237/14 و المستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة النحل: 357/2. ④ السنن الكبرى للبيهقي، المرتد، باب المكره على الردة: 209,208/8.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علماء کا اتفاق ہے کہ جس شخص کو زبردستی کفر پر مجبور کر دیا جائے تو اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ جان بچانے کے لیے بات کہہ دے اور یہ بھی جائز ہے کہ غلط بات کہنے سے انکار کر دے جیسا کہ بلال رضی اللہ عنہ کافروں کی بات ماننے سے انکار کر دیا کرتے تھے، حالانکہ وہ آپ پر مظالم کے بے پناہ پہاڑ توڑتے تھے حتی کہ سخت گرمی کے موسم میں وہ آپ کے سینے پر بہت بھاری پتھر رکھ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ کے ساتھ شرک کرو مگر آپ شرک کرنے سے انکار کر دیتے اور احد احد کہتے۔[1] اور کہتے اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ کوئی بات اس سے بھی زیادہ غصے میں مبتلا کر دینے والی ہو سکتی ہے تو میں وہ بھی کہنے کے لیے تیار ہوں۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ.

اسی طرح حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے جب مسیلمہ کذاب نے کہا: کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ وہ جواب دیتے ہیں: ہاں، مسیلمہ کہتا کہ کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں۔ وہ جواب دیتے: میں بہرہ ہوں۔ مجھے کچھ سنائی نہیں دیتا، اس نے ان کے جسم کا ایک ایک عضو کاٹ دیا مگر وہ دین پر ثابت قدم رہے اور انھوں نے مسیلمہ کذاب کو رسول ماننے سے انکار کر دیا۔[2]

**مسلمان کا رخصت کے بجائے اپنے دین پر ثابت قدم رہنا افضل واولیٰ ہے:** افضل اور اولیٰ بات یہی ہے کہ مسلمان اپنے دین پر ثابت قدم رہے، خواہ وہ شہید ہو جائے جیسا کہ حافظ ابن عساکر نے صحابیٔ رسول عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھا ہے کہ انھیں رومیوں نے گرفتار کر لیا تھا اور وہ انھیں گرفتار کرنے کے بعد جب اپنے بادشاہ کے پاس لے کر آئے تو بادشاہ نے ان سے کہا: عیسائی ہو جاؤ میں تمھیں اپنی بادشاہت میں شریک کر لیتا ہوں اور اپنی بیٹی کا تمھیں رشتہ بھی دے دیتا ہوں۔ عبداللہ نے جواب دیا: اگر تو مجھے اپنی ساری حکومت و دولت دے دے اور عربوں کی ساری حکومت و دولت بھی اور میں ایک لمحے کے لیے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے پھر جاؤں تو یہ نہیں ہو سکتا، بادشاہ نے کہا: اگر عیسائیت کو قبول نہیں کرو گے تو میں تمھیں قتل کر دوں گا، عبداللہ نے کہا: تم جانو اور تمھارا کام! بادشاہ نے حکم دیا اور انھیں لٹکا دیا گیا، پھر اس نے تیر اندازوں کو حکم دیا کہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں پر تیر مارو، جلاد تیر مار رہے تھے اور بادشاہ عیسائیت قبول کرنے کے لیے اصرار کر رہا تھا لیکن حضرت عبداللہ مسلسل انکار فرماتے رہے۔ بادشاہ نے حکم دیا اور آپ کو نیچے اتار لیا گیا، پھر اس کے حکم سے پیتل کے ایک کڑاہے میں تیل گرم کیا گیا اور عبداللہ کی آنکھوں کے سامنے اس میں ایک مسلمان قیدی کو پھینک دیا گیا، لمحہ بھر میں اس کی ہڈیوں سے گوشت اتر کر جدا ہو گیا، اب پھر بادشاہ نے عبداللہ کو عیسائیت کے قبول کرنے کی دعوت دی مگر عبداللہ نے اب بھی انکار فرما دیا، بادشاہ نے حکم دیا کہ عبداللہ کو اس کھولتے ہوئے تیل میں گرا دو، آپ کو منجنیق میں رکھ دیا گیا تاکہ تیل میں گرا دیا جائے، اس وقت عبداللہ رونے لگا، بادشاہ کو خیال آیا عبداللہ شاید عیسائی ہونے کے لیے تیار ہیں، اس نے آپ کو بلایا اور پوچھا

[1] سنن ابن ماجه، السنة، فضل سلمان و أبي ذر......، حديث: 150. [2] أسد الغابة، ترجمة حبيب بن زيد بن عاصم الأنصاري رضي الله عنه: 1049.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ